بسم الله الرحمن الرحیم

ونحمده ونصلی علی رسوله الکریم

افوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد

دیوان ثانی اشک

مسمی

معیار نظم

۱۳۱۱ھ

در مطبع سیدی واقع حیدرآباد دکن طبع گردید

اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

دیوان ثانی اشک

مسمّٰے

بہ

نظمِ معیّا

۱۳۱۱ھ

در مطبع سیدی واقع حیدرآباد دکن طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ دیوان دوم از اُستادی جناب میر علی حسن صاحب اشک مرحوم

نحمدہٗ و نشکرہٗ و نصلی علیٰ محمدٍ و آلہ الطاہرین ۔ ہزار ہزار شکر درگاہ مین اُس خدائے
بی مثل و یکتا کے کہ جسکا کوئی شریک و نظیر نہین ۔ اور لاک لاک حمد بارگاہ مین اُس خالق و رازق کے
کہ جسنے اپنی مرحمت و عنایت سے جمیع مخلوق کو عالم عدم سے عالم امکان مین لایا ۔ اور اپنی
قدرت کاملہ سے کیسے کیسے اشیاء عجیبہ و غریبہ کو ظاہر گردانا ۔ اور اپنے انتہائے تفضل و عنایت
سے بنی آدم کو ساتھہ زیور و لباس وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ محلی و محلی فرمایا ۔
اور دولت علم کو بمصداق آیۂ ہدایہ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ الْاَسْمَاۗءِ الْحُسْنٰى باعث اور
سبب شرافت و بزرگی انسان مقرر فرمایا ۔ سبحان اللہ فی الحقیقت علم بہی عجب نعمت
عظمیٰ ہر کہ جسکی تحصیل کے باعث بنی آدم کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے ۔
بتحقیق کہ علم سرمایۂ جمیع کمالات ہر ۔ خدا طالب علم کو دوست رکہتا ہر ۔ اگمال دین طلب
علم مین ہر ۔ عمل شایستہ نہین ہوتا مگر حصول علم کے ساتہ جس بندۂ خدا کو اِس دریائے زخار کا ایک قطرہ
ہاتھہ آیا وہ جمیع اہل ارض و سما پر پایہ بزرگی کا پایا ۔ چنانچہ ہمارے استاد مرحوم و مغفور نے اِس دولت لا انتہا سے
کسیقدر بہرہ ور اور منتفع ہوئے تہے ۔ پس اسلئے ہر ایک کے منظور نظر اور مقبول بصر تہے ۔ اگرچہ بعطیۂ جمیع
صفات ظاہری و کمالات باطنی سے رب ذو المنن نے انپر منت رکہا تہا ۔ لیکن بالتخصیص اس فن خاص یعنی شعر و
سخن کے لئے خلاق عالم نے تمام اپنے بندونمین فی زمانہ انہین کی ذات خجستہ صفات کو انتخاب او مخصوص اور
ماخذ فرمایا تہا ۔ اس حقیر فقیر ہیچمدان کی کیا لیاقت اور کیا طاقت تہی جو انکی ایک شمہ تعریف اور توصیف
لکھہ سکتا مگر مجبوراً باجبار یاران و احباب یہ چند کلمہ مفصلہ ذیل تحریر کرتا ہون و الا بقول شخصے ع

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید مصرع حاجت مشاطہ نیست روی دلآرام را خود انکا کلام معجز نظام اس بات پر
گواہی دیتا ہی بلکہ آپ ہی پکار اٹھتا ہی کہ مین ایسے استاد کا کلام ہون کہ جسکا نظیر و مثل آج کے روز بلکہ زمانہ ماضی مین
بھی ہونا بہت دشوار تہا اور مشکل ہی۔ اگرچہ انکا دیوان اول ہی اپنا جواب نہین رکہتا لاجواب ہی مگر یہ
دیوان دوم تو گویا آفت بلکہ قیامت برپا کردی ہی یعنی تمام دواوین سابقہ وحالیہ کو پست اور بے قدر
کر دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ ایسے شاعر نامی گرامی کو اسقدر جلد اجل آ گئی اور تمام شعرای ہندوستان بلکہ کل
سخن سنجان جہان کے قلوب مین انکے انتقال پر ملال کا غم والم رہ گیا فی الحقیقت لطف شعر و سخن انہین کے دم سے
تہا چنانچہ ہر شاعر کے کلام کو یہ حسرت اور یہ آرزو ہی اور خود پکار اٹہتا ہی کہ ہی ہی افسوس بلکہ ہزار افسوس کہ مین
ایسے استاد کامل کی سماعت سے محروم رہا ای کاش میرے عہد تک اس خدای سخن کی حیات مستعار
وفا کرتی اور مین کسیطرح سے انکے گوش حق شنو تک پہنچ جاتا اور یہ فعل و حرکت یعنی انکا استماع
فرمانا باعث اور سبب میرے فخر و مباہات کا ہوتا۔ قصہ مختصر یہ ہیچمدان اس اپنی تحریر کو بخوف
تطویل عبارت ان چند کلمات و فقرات ذیل پر جو مشتمل و محتمل بہ دعائیہ ہین انصرام و اختتام کو
پہنچاتا ہے وہو ہذا۔ اللّٰھُمَّ اغفِر وَارحَمہُ بِحَقِّ مَن لَو لَاہُ۔
الٰہی اس دیوان معجز بیان کو انسان کیا بلکہ پری جان کے بھی مطبوع طبع فرما آمین
یا رب العالمین بحق محمد و آل الطیبین الطاہرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ
وعلیہم اجمعین فقط

کتبہ احقر العباد لم یزل سید باقر الموسوی المتخلص بہ کاشف نبیرہ
مرحوم و مغفور میر محمد حسین خان جنت نشان
مورخہ ۲۶ روز جمعہ شہر جمادی
الثانی سنہ ۱۳۱۱ھ

١٩ بسم اللہ الرحمن الرحیم ١٠

کیا کرنے لیکر وہ تخت و تاج کیکاؤس کا
فخر ہے جمشید کا سرتاج کیکاؤس کا
عہد میں حضرت کے تھے سلمان سا رتبہ بلند ہو
آپ کے جسم مبارک سے ہویدا روشنی جلد
روضہ روشن کی ضیا پھیلی ہے جیسا شمع
دولت دنیا نہ آئی ہاتھ وہ حسرت ہے جن
آپ کے رعب و جلالت سے ہوا دین کا
آستان بوسی کی حسرت دل ہی میں رہ گئی
بہر تسکین سامنے رہتی ہے روضہ کی شبیہ
ہر دم حب علی سے اپنے دل کا پرا باغ
روضۂ اقدس کی دوری میں ہے سیر ابادم

بندۂ درگاہ ہو جو بادشاہ طوس کا
جو گدا ہے آستان بادشاہ طوس کا
سرمہ آور از رعب حق ہوا ناقوس کا
گھر منور جس طرح ہو شمع سے فانوس کا
مرقد انور پہ ہوتا ہے گمان فانوس کا
ہمکو خالق نے کیا ممنون نہ اس کنجوس کا
دیر میں بانگ اذان نالہ ہوا ناقوس کا
رات دن شاکی ہوں اپنے طالع منحوس کا
اور کیا کرتے علاج اپنے دل مایوس کا
قلب دشمن میں ہے عالم شیشۂ معکوس کا
دل جگر دونوں نمونہ بنگئی طاؤس کا

گر غبارِ آستان آپ کی دے کچھ اثر
رشک سے جل بھُن کر دل ہو خاک جالینوس کا

خشک و تر مین کون ہی جو تابعِ فرمان نہین
ہر جگہ ہے حکم جاری پادشاہِ طوس کا

نونہالِ باغِ زہرا کی جو ہے دو دین کا ریخ
نخل کے پتون مین عالم ہے کفِ افسوس کا

جسکا جبریلِ امین درگاہِ حق سے ہی خطاب
ہے وہ اک پروانہ شمعِ بزمِ شاہِ طوس کا

عالمِ امکان کی دیتے ہین خبر صبح و مسا
خضر ہے نام مبارک آپ کے جاسوس کا

مشہدِ شاہِ خراسان کا یہ ادنے وصف ہے
گلشنِ جنت نمونہ ہے نواحِ طوس کا

نارسائی سے مقدر کی رہا جاتا ہون مین
آپ پر احوال ظاہر ہے دلِ مایوس کا

۲

شوقِ دیدارِ درِ دولت مین عالم ہے یہ تنگ
دم خفا ہو قید مین جیسے کسی محبوس کا

۱۹

تلف پیرِ فلک نے ہی کئے ہین نوجوان کیا کیا
سمٹے ہین دیکھتے ہی دیکھتے نام و نشان کیا کیا

ہوئے برباد الفت کی بدولت خانمان کیا کیا
لٹے ہین کوچۂ زلفِ صنم مین کاروان کیا کیا

نہ واعظ کی سنی کو ہے بتان کے رہنے والون نے
سرِ منبر ہوئے ہین حور و جنت کے بیان کیا کیا

فراقِ زلف مین بے چین ہے منہ سے نہ یہ نکلا
بیان کرنے مین حالِ دل کی الجھی ہے زبان کیا کیا

ہوا وصل اس پری پوش کا اگر خوبیِ قسمت سے
تو پھر چکرا ئیگا اُسوقت ہمنے آسمان کیا کیا

فرشتے کا یقین ہے گاہ شک حورِ بہشتی کا
کہون کیا تم پر اب لوگون کو ہوتا ہے گمان کیا کیا

تمہارے دیکھنے والے ہوئے پر رخ نہین سکتے
لگاوٹ کرتی ہین آ آ کے حورِ جنان کیا کیا

وہ بلبل ہون شکستہ پر چمن تک جا نہین سکتا
کیا ہے قصد اُڑ جانیکا سوئے گلستان کیا کیا

نہ آخر چھپ سکا رازِ محبت زلف پیچان کا
پس از مردن ہماری قبر سے اُٹھا دھوان کیا کیا

نہ دیکھا چھُٹکے بھی اُنہ نے اسیرانِ محبت کو
پکارا ہی بہت کھڑکا مین اپنی بیڑیان کیا کیا

حقیقت مین عجب حسن آفرین ہے ہند کا طبقہ
نظر آتے ہین رستے مین بتانِ دلستان کیا کیا

سگِ جاناں پھری لیلی کے در در میں وہ وحشی ہوں
پس از مُردن رہی چکر میں اپنی استخواں کیا کیا

مالِ کنج قفس فصل بہاری میں وہ بلبل ہوں
مری حسرت پہ پھر بیٹھیں گے اپنا باغباں کیا کیا

نگاہِ ناز ترکانِ حسیں کی قتل کرتی ہے
ہماری ہمت کو ہیں تیر بے اماں کب کیا

ہر اک صفحے پہ دیوان کے گماں ہوتا ہے گلشن کا
دکھا ہیں طبعِ رنگیں نے مری رنگینیاں کیا کیا

حقیقت میں خراباتِ جہاں بھی جائے عبرت ہے
ان آنکھوں نے مری اُجڑے ہوئے دیکھے مکاں کیا کیا

بہار آئی گلستاں دیکھنے قابل ہے ان روزوں
ہیں سر پر شاہدانِ گل کے رنگیں ٹوپیاں کیا کیا

ہوا قاضی سے جھگڑا بن پڑی یہاں بادہ نوشی کی
لٹی ہے فصلِ گل میں میفروشوں کی دکاں کیا کیا

۳	جہاں میں اشتہا سے بھر کر جام کوثر دیں گی جب حوریں تو اسد یاد آئیں گے ہمیں پیرِ مغاں کیا کیا	۱۹

پوچھو نہ کچھ سبب مرے حالِ تباہ کا
مارا ہوا ہوں گردشِ چشمِ سیاہ کا

کم ہو گا سلسلہ نہ کبھی دل سے آہ کا
پامالِ ناز ہوں صنمِ کج کلاہ کا

جلوے دکھا رہا ہے علم اپنی آہ کا
ہلہ ہے دل پہ حسرت و غم کی سپاہ کا

عالم شبانہ دیکھ تو اپنے شہید کا
کپڑے لہو بھرے نہیں خلعت ہے بیاہ کا

پیکا غبار بھی نہ زمیں سے مرا بلند
خواہاں نہیں ہیں بعدِ فنا عز و جاہ کا

صدقے کو حور بھیجدے آنکھوں کی پتلیاں
عالم جو دیکھ لے تری چشمِ سیاہ کا

کہتے ہیں میرے دل کو شکستہ وہ دیکھ کر
اجڑا ہوا مکان ہے کسی بادشاہ کا

دیکھا جدھر صفوں کی صفیں چھا گئیں اُدھر
اللہ رے توڑ ترک کے تیرِ نگاہ کا

سامان رنج و غم ہوئے میرے لئے سوا
اک آسمان اور بنا دودِ آہ کا

تشبیہ کس سے چہرۂ روشن کو دیجیے
ہے آفتاب ذرہ تری گردِ راہ کا

مطلب ہے بندگی سے حرم ہو کہ دیر ہو
ناحق یہ لوگ پھیر اٹھاتے ہیں راہ کا

بت پوچھتے ہیں اور تو حاصل نہ کچھ ہوا
دھبا جبین پہ رہ گیا بخت سیاہ کا

نیرنگیاں دکھاتا ہے کیا انقلاب دہر
کاسہ گدائی کا ہے سر بادشاہ کا

بسمل سا لوٹتا ہے ہر اک کشتۂ ادا
عالم تمہاری بزم میں ہے قتل گاہ کا

احباب سے یقین ہے جنازہ نہ اٹھ سکے
وہ بار لے کے چلے ہیں گناہ کا

تا لامکان تلاش میں وہم و گمان گئے
واں بھی پتا نہ ملا تری خوابگاہ کا

انجام کار عشق زنخدان میں جان دی
زہراب ہو گیا مجھے پانی بھی چاہ کا

جانا ہو گر عدم کو تو کس راستے سے جائیں
دریافت آج تک نہوا حال راہ کا

۴۴	ہفت آسمان کو بار ہوا ہے یہ ناتوان ہے کوہ سے وقار فزون اشک کاہ کا	۱۶

حال کی اپنے میں اس بت کو خبر کیا کرتا
نالہ دل مرا پتھر میں اثر کیا کرتا

کام آئی شب غم میں مری لب شکوئی تری
نہیں معلوم کہ یہ سوز جگر کیا کرتا

دل کو عشق لب و دندان میں ذرا تسکین ہو
ورنہ میں لیکے بھلا لعل و گہر کیا کرتا

ہے بجز رنج و الم غمکدۂ دہر میں کیا
کوئی آرام سے یہاں اپنی بسر کیا کرتا

ہوتا ممنون بھی نہ دشمن کا جو مرتا شب ہجر
چرخ کا لیکے میں کافور سحر کیا کرتا

ضبط گریہ جو نکرتا میں شب فرقت میں
دیکھتے آپ کہ یہ دیدۂ تر کیا کرتا

بارش اشک سے ٹھنڈی ہوئی کچھ آتش غم
یہ نکرتا تو مرا دیدۂ تر کیا کرتا

جان پر کھیل کے جیتی ہے یہ بازی میں نے
جی چراتا تو مہم عشق کی سر کیا کرتا

زلف سے سیکھا ہے افسون محبت میں نے
زہر افعی کا بھلا مجھکو اثر کیا کرتا

کوئی مضمون بھی مری طبع رسا کو نہ ملا
بڑھکے اس سے کوئی تعریف کمر کیا کرتا

میں خبر بھی نہ ہوا رنگ بہت سے بدلے
چرخ کی سفلہ مزاجی پہ نظر کیا کرتا

چھٹ گیا ساتھ عدم کو گئے جانے والے
نابلد راہ سے تنہا مین سفر کیا کرتا

اب بھی داغ غم فرقت سے پہنکا کرتے مین
آگ جلانے کے ہوا اور سفر کیا کرتا

رات ہر طرح مسافر کی گذر جاتی
لیکے یہ بے سر و سامان کوئی گہر کیا کرتا

رہتا مین زندۂ جاوید شہادت پاکر
اب خنجر مجھے قاتل کا ضرر کیا کرتا

۵	قدر کوئی نوکری کی سمجھے تہے ہم اشک تہا مقدر رہی بُرا اپنا ہنر کیا کرتا	۲۰

دل کو الجھن بھی نتھی قصد بیابان بھی نتہا
آگے سودا مرا یون دست و گریبان بھی نتہا

گذر بہی افلاس مین گو چرخ دنی کے ہاتھون
پر غنی دل وہ گدا ہون کہ سلیمان بھی نتہا

بعد مرنے کے کہلے ہمکو فنا کے معنے
دیکہا مرقد مین تو پہر قالب بیجان بھی نتہا

گہر کے دنبت جنون مین ہے مری چالاکی
ساتھ دامن کے جو دیکہا تو گریبان بھی نتہا

پس مردن بھی نہ زندان سے چھٹا خوب ہوا
قید سے مجکو رہا ہونے کا ارمان بھی نتہا

مدتون کیون دل بیتاب رہا الجھن مین
مین تو کچھ شیفتۂ زلف پریشان بھی نتہا

روشنی عرس مین تھی ماہوشون کے دم سے
وہ نتہے گور پہ تو لطف چراغان بھی نتہا

ہاتھ سے اپنے گلا کاٹ کے خود مرجاتا
آج خنجر مرے جلاد کا عریان بھی نتہا

دشت پر ہول جنون مین کوئی کیا رہ سکتا
جہان انسان کا تو کیا ذکر کوئی حیوان بھی نتہا

روشنی گور غریبان پہ کہان سے ہوتی
تہے وہان دفن جہان غول بیابان بھی نتہا

کوچۂ عشق سے تب بچ کے سلامت نکلے
شادی وصل نتہی تو غم ہجران بھی نتہا

جان دی اپنی عبث غم سے کنون مین گرکے
مین تو کچھ شیفتۂ چاہ زنخدان بھی نتہا

جوش اشکون کا مرے دیکھکے سب کہتے ہین
موج زن اس مین سوا نوح کا طوفان بھی نتہا

بلبلین لوٹ گئین اُسکو جو ہنستے دیکھا
دلفریب ایسا چمن مین گل خندان بھی نتہا

انکو گلچین نے اُسے آکے خزان نے لوٹا — خانہ ویران تہی جو بلبل تو گلستان بہی تہا

زندگی بہر رہی پہلو مین خلش خیرت ہے — دل ہمارا ہدفِ ناوکِ مژگان بہی تہا

وصل ہی مین غمِ فردا نے کیا کام تمام — آج مرنے کا تو اپنے کوئی سامان نہ تہا

جگمگاتے روز حسینون کے رہا کرتے تہے — اپنی محفل کے مقابل مین پرستان بہی تہا

تیرا حسن نمکین دیکہہ کے سب کہتے ہین — ایسا محبوب حسین یوسفِ کنعان بہی تہا

٦٠ — **اشک** دل سے نہ گیا عشقِ بتان تا دمِ مرگ — کیا عجب ہے جو کہین لوگ مسلمان بہی تہا — ١٨

سراسر خط مین ہے مضمون مری حالِ پریشان کا — کہین قاصد نہ رستہ بہول جاے کوُے جانان کا

مٹا یا رنگ اپنی آہ سوزان نے گلستان کا — نمونہ بن گیا ہر نخلِ گل سرو چراغان کا

لہو مین بہر گیا دامنِ قاتل ہمین ڈر ہے — کہین محضر نہ بنجائے یہی خون شہیدان کا

ہماری خاک مرنے پر بگولون کر چلانے کی — برائی سے نہ باز آیا بہلا ہو چرخ گردان کا

عجب کیا ہے جو اپنی خاک سے نکلے گل و لالہ — اثر باقی رہیگا حشر تک خونِ شہیدان کا

سراپا داغ تن کو دیکہکر آہین مین کرتا ہون — وہ اپنے دل مین سمجہے ہین ہوا ہے سیرِ چراغان کا

نہین ہوتی طپش کم آفتابِ روزِ محشر سے — سرکجاتا ہے جب پہاہا ہماری داغِ ہجران کا

عوض اشکون کے آنکہون سے مری موتی برستے ہین — تصور بند گیا جس روز اُس کا رخ کے دندان کا

تبرک جانکر لیلی نے وہ مجنون کو پہنایا — بنا گنڈا جو جہہ دیوانے کے تارِ گریبان کا

ابہی سے کچہہ مرا دستِ جنون چالاک کیون ہے — خدا حافظ ہے اگلی فصل گلمین جیب و دامان کا

پری پیکر ہزارون جمع ہین میتے کے جلسے مین — گمان ہر خانہ باغ یار پر سب کو پرستان کا

جسے کہتے ہین صلحِ کل وہ ہم رندون کا مشرب ہے — قیامت تک نہو کا فیصلہ گبر و مسلمان کا

کمالِ عشق سے تسخیر ہوتے ہین پری پیکر — کمان ہے بوریائے فقر پر تختِ سلیمان کا

بہار آتی ہے دیوانے یہ صحرا کو نکل جا ہین
تماشا ہو اگر ہو جائے جہوٹا قفل زندان کا

اگر دو گز کفن چرخ دنی سے ہاتہ آ جائے
موئے پر ڈہانکنا دشوار تہا کیا جسم عریان کا

ملی ہے مجکو عمر خضر عشق سبزہ خط سے
اثر بخشا خدا نے زہر مین بہی آب حیوان کا

نہین ممکن رہائی اس بلائے ناگہانی سے
گلے مین پڑ گیا ہے آ کے پہندا زلف پیچان کا

٧ نہین ممکن کہ نکلے پہر جواب اے اشک دنیا مین
کرین اس بیت ابرو کو جو مطلع اپنے دیوانکا ١٨

کچہ حسینون کی محبت مین جو حاصل نہوا
پہر یہ دل حور بہشتی پہ مائل نہ ہوا

غیر کہو ترک نے تاکا تو یہ مین کہتا ہون
حیف اسوقت نشانے پہ مرا دل نہ ہوا

غیر گہر مین رہین در تک نہ ہم آنے پائین
سر ہمارا تری چوکہٹ کے بہی قابل نہ ہوا

بات ہی رنگین پہ سچ ہے یہ دنی کیا دیتا
آسمان سے مین کسی چیز کا سائل نہوا

خون تہکوائی گی ہمکو یہ تمہاری الفت
ہجر مین آپ کے کس کو مرض سل نہوا

سخت جانی سے ہوا ہجر مین رسوا ہم جہان
کارگر مجہپہ کبہی زہر ہلاہل نہوا

زار ہو کر جو ہوا سب کی نظر سے پنہان
اُسکی خلوت مین پہونچنا مجہے مشکل نہوا

کیا بیان کیجیئے اُس آئینہ رخسار کا وصف
یہ صفائی ہے کہ چہرہ پہ کبہی تل نہ ہوا

جان جانے کی تو پروا نہین کچہ ادیم حسن
غم اسی کا ہے کہ مدفن لب ساحل نہوا

نظر آیا نہ ہمین لیلی مہرو کا جمال
چاک مانند کتان پردۂ محمل نہوا

خوف افسون کا نہین افعی گیسو کو ترے
معجزہ ہے یہ اگر سحر سے باطل نہ ہوا

وہین جا رہتے بت زہرہ جبین کے شیدا
اک کنوان ہند مین مثل چہ بابل نہ ہوا

جانتے تہے وہ مجہے زلف مسلسل کا اسیر
مین اسی سے تو گرفتار سلاسل نہوا

جب سے جاتا رہا وہ ترک ترا حسن شباب
خنجر ناز و ادا کا کوئی بسمل نہوا

دہنِ تنگ کے بوسے کی تمنا ہی رہی
حیف ہے وایہ مرا عقدۂ مشکل نہوا

بزم ماتم کا ہوا اشک یہ اُداسی چہائی
وہ کبہی رونق دہِ محفل نہوا

اِس جلانیکا عِوض اُنسے کبہی لے لیتے
سخت اپنا ہی حسینونکی طرح دِل نہوا

۸

کہتے ہین بعد ترقی کے تنزل ہی ہر اشک
شکر کی جا ہے کہ مین عشق مین کامل نہ ہُوا

۲۲

وہ بد قسمت ہین گر دشمن نہ وہ صیاد ہوجاتا
ہر اِک گلچین ہماری جان کو جلاد ہوجاتا

محبت مین کسی دن نقد دل برباد ہوجاتا
جہان مین کوئی تو پیدا ستم ایجاد ہوجاتا

دِل آفت رسیدہ کسطرح سے شاد ہوجاتا
یہ گہر ایسا نہین اُجڑا تہا جو آباد ہوجاتا

خوشی سے کام کیا ہم غمزدونکو ہجر جانا نہین
لبو تک آتے آتے قہقہا فریاد ہوجاتا

وہ بلبل ہون اگر کنج قفس مین بہی چہکتا مین
تماشاگاہِ عالم خانۂ صیاد ہوجاتا

ہر اِک کو خاکساری سے مِلا ہے رتبۂ عالی
کلیم اللہ ممکن تہا کہ آدم زاد ہوجاتا

کبہی اُسنے نقاب اُلٹی نہ اپنے روی رنگین سے
گلستان کا سبق گر دلبہ لیتے یاد ہوجاتا

بہلے کو کوے جانا نہین ہوا مدفون پس از مردن
غبار اپنا تری ہاتہون فلک برباد ہوجاتا

دکہا دیتے کسیدن چل کے تم یہ قد جو بوٹا سا
تو قمری کے لیئے سولی ہر اک شمشاد ہوجاتا

وہ نالان ہون کہ مرنیکی مری سبکو خوشی ہوتی
جہانمین ہرطرف شور مبارکباد ہوجاتا

نچہوٹا قیدِ سراب کی برس بہی مین وہ مجنون ہون
بیابان نجد کا اُجڑا ہوا آباد ہوجاتا

سنا ہی قیس کو فن یاد تہے کچہہ عشق بازی کے
جو میرے ساتہ رہتا چاردن استاد ہوجاتا

ہوئی دل کی خرابی عشق کی افتاد کے باعث
کوئی قصر فریدون تہا کہ جو برباد ہوجاتا

حقیقت مین نہتا کچہہ فائدہ کو جان دینے مین
دل دشمن تو مرنے سے ہمارے شاد ہوجاتا

گرفتار بلا رہتا ہون عشق زلف پیچان مین
یہ بیڑی ہاتون سے کٹتی تو مین آزاد ہوجاتا

اگر ہولے سے بھی لیتے کبھی ہم نام چاہت کا | مسیحا بھی ہمارے واسطے جلاد ہوجاتا
جو ہولے سے کسیدن اسطرف بھی آ نکلتے وہ | تو ہر نالہ مرا شور مبارکباد ہوجاتا
برائے قتل کافی تھا اشارہ انکی ابرو کا | رگ جان کے لئے خود نشتر فصاد ہوجاتا
جو ہوتا قصد اُس شیرین ادا پر جان دینے کا | تو ایک اک سنگ صحرا تیشۂ فرہاد ہوجاتا
سنا ہے قتل ہونگے کل تمہاری زلف کے قیدی | ہمارے باب مین بھی آج کچھ ارشاد ہوجاتا
نہوتا خوف اگر باد فنا کا بحر عالم مین | حباب اپنی جگہ اک قلعۂ فولاد ہوجاتا

۹

تڑپتے **اشک** کاہیکو غم دوری جانان سے
اگر کچھ با اثر یہ نالہ و فریاد ہوجاتا

۲۳

جگہ کوئے دگر جانان سے بہتر مین نہ سمجھا تھا | وہان رہنے نہ دیگا یہ مقدر مین نہ سمجھا تھا
اشارہ مین نہوگا تن پہ یہ سر مین نہ سمجھا تھا | تری ابرو کو ایسا تیز خنجر مین نہ سمجھا تھا
حقیقت تو یہ ہی تھا اک بت مغرور پر عاشق | خدا اُسکو بنانا تھا پیمبر مین نہ سمجھا تھا
کہان سے مین کہان پہنچا ہوا ہر کوئی جانا نہین | سبک اتنا بھی اپنا جسم لاغر مین نہ سمجھا تھا
سراسر لکھدیا نامے مین احوال پریشانی | تباہی مین پڑیگا یہ کبوتر مین نہ سمجھا تھا
خلش پیدا ہوئی ہے دل جگر مین جب سے دیکھا ہے | تمہاری الفت مژگان کو نشتر مین نہ سمجھا تھا
بھلا کیون ان بتونکو خانۂ دل مین جگہ دیتا | کرینگے مفت مین برباد یہ گھر مین نہ سمجھا تھا
جنون نے وادی پرخار مین لیجا کے رکھا ہے | وہین ہوتا ہے دیوانونکا بستر مین نہ سمجھا تھا
ہوا و حرص اس خمخانۂ عالم مین لے آئے | نہ آئیگا یہان تک دور ساغر مین نہ سمجھا تھا
ہزارون عاشقونکو اسکے ہاتھون خون ہوتے ہین | صف مژگان کو جلادونکا لشکر مین نہ سمجھا تھا
بت کافر کو حال زار پر اپنے نہ رحم آیا | مری جانب سے دل اُسکا ہی پتھر مین نہ سمجھا تھا
ہٹی چلمن نہ اک دن آئینہ رو کے دریچہ سے | یہی بنجائیگی سدِ سکندر مین نہ سمجھا تھا

کسے معلوم تھا اِک بت پر آجائیگا دِل اپنا
مجھے بھی پوجنا ہوگا یہ پتھر مین نہ سمجھا تھا

بہت الجھا جنہین بیڑیان لاکر جو پہنائین
ہتکڑی سودائیونکا ہے یہ زیور مین نہ سمجھا تھا

مرے نالون سے ہوگا حشر برپا بزم واعظ مین
نہونگی مسجد و محراب و منبر مین نہ سمجھا تھا

رہونگا بے کفن بعد از فنا اِس چرخ کے ہاتھون
گزی کی بھی نہ دیگا ایک چادر مین نہ سمجھا تھا

نہ آتا دام مین ہرگز کبھی دل کو نہ دیتا مین
دغا کر جائیگا مجھہ سے وہ دلبر مین نہ سمجھا تھا

نجائیگا اثر شیرین اداؤنکی محبت کا
موئے پر خاک ہوجائیگی شکر مین نہ سمجھا تھا

نجاتا سوے کعبہ کاش طوفِ دَیر کرلیتا
پڑیگا اسقدر رستے مین چکر مین نہ سمجھا تھا

محبت مین بہت لوگونکو دیکھا پہولتے پہلتے
مجھی سے بَل کریگا یہ مقدر مین نہ سمجھا تھا

چہری میرے گلے پر ایسی بیرحمی سے پہیریگا
تجھے اِتنا تو اے ترک ستمگر مین نہ سمجھا تھا

جہان مین قصۂ مہر و محبت جھوٹ ہین سارے
تمہین کہتے ہو سچ ہان بندہ پرور مین نہ سمجھا تھا

۱۰ کرینگے اشک اپنی قدر گل رو بعد مرنے کے
نہ ہوگی قبر پر پھولون کی چادر مین نہ سمجھا تھا ۲۴

سب نے مجھہ وحشی کو جب مرقد کے اندر رکھدیا
چادرِ گل کے عوض چھاتی پہ پتھر رکھدیا

عید ہے ہم تو سمجھہ کر یہ گلے ملنے لگے
کھینچکر جلاد نے گردن پہ خنجر رکھدیا

تیرے دیوانے کے تیور دیکھکر بگڑے ہوئے
سہم کر فصاد نے چٹکی سے نشتر رکھدیا

جان آجاتی ہے تیرے چشم کے بیمار مین
پہول نرگس کا اگر بالاے بستر رکھدیا

ہوچکا ہے امتحان عشاق کا روزِ ازل
جو فرشتون سے نہ اُٹھا بار ہمپر رکھدیا

ٹوٹ جاے ٹکرین کہاکر دل نازک مرا
پاس شیشے کے کسی ظالم نے پتھر رکھدیا

کہینچتے کہینچتے میان سے تلوار مین پہنچا قریب
جھکتے جھکتے پانو پر جلاد کے سر رکھدیا

حد سے گذری بیقراری یاد مین گیسو کے جب
بہر تسکین دل کسی ناگنی کے اندر رکھدیا

دستِ ساقی مین لہو کا جام آتا ہے نظر
ہاتہ کیا مہندی بہرا بالا ئے ساغر رکہدیا

پہر گئی اِک نورِ پیکر کی مری آنکہونمین شکل
شمع کو لاکر جو محفل مین برابر رکہدیا

کچہہ تو عبرت ہو گی ابنائے جہان کو دیکہکر
آئینہ لے کر سرِ قبرِ سکندر رکہدیا

بے مروت ہوتے ہین پیرِ مغان سنتے ہے ہم
تب میسر می ہوی ہر رہن جب کہر رکہدیا

مصحفِ رخسارِ جانان کی رہا کرتی ہے یاد
ہمنے قرآن طاقِ نسیان پر اُٹہاکر رکہدیا

تیر نکلے آبداری مین دُرِ دندانِ یار
شرم سے پانی ہوا جسوقت گوہر رکہدیا

صانعِ قدرت سے ہے مجکو شکایت کی جگہ
دِل مرے پہلو مین پاریکا بناکر رکہدیا

یار کے تیرِ نگاہِ ناز کا اللہ رے شوق
آپ ہمنے دل نشانے پر اُٹہا کر رکہدیا

جا بجا شبنم دامنِ گل سے ٹپکتا ہے گلاب
کیا کسی بلبل نے اپنا دیدۂ تر رکہدیا

بیقراری اپنے دل کی دیکہکر کہتا ہون مین
ذبح کر کے کس نے پہلو مین کبوتر رکہدیا

موسمِ گل مین می و میخوار کے ہوتے ہین وصف
میکدے مین لاکے واعظ کا جو منبر رکہدیا

دل مین الفت اُنکے ہونٹونکی سما جائے کہین
جام اِک خالی کنارِ حوضِ کوثر رکہدیا

نازکی سے حلق پر خنجر پہرا سکتا نہین
سخت جان ہے تو یہ چہدا خوب مجہپر رکہدیا

فاتحہ پڑہنے جو مجہہ وحشی کی آیا قبر پر
بدلے پہولون کے اُٹہا کر اُسنے پتہر رکہدیا

سختیان عشقِ بتان کی کس سے اُٹہہ سکتین بہلا
دل ہمارا پہلو مین لیکر کوئی پتہر رکہدیا

۱۱	اشک کیا شوقِ شہادت مین مرا تڑپا ہے دِل نیمچہ قاتل نے جب مجہکو دِکہا کر رکہدیا	۱۳

بہلا وصالِ بتِ گلعذار مین کیا تہا
ضرر مشیتِ پروردگار مین کیا تہا

ہوائے کوچۂ جانان بہی پہر گئی پسِ مرگ
اُڑا کے لیگئی کہیئے غبار مین کیا تہا

گہلا گہلا کے غمِ ہجرِ یار نے مارا
سوا کفن کے ہماری مزار مین کیا تہا

لپٹ کے وصل مین سونا کسی کا یاد آیا — تکلف اور لحد کے فشار مین کیا تھا
سواے دید کے نکلی نہ کوئی حسرت دل — حصول اور ہمین وصل یار مین کیا تھا
وصال مین بھی شب ہجر کا رہا عالم — خزان کا نام ہی فصل بہار مین کیا تھا
قباے اطلس گردون مین آگ لگ اٹھی — شرارہ دل سوزان غبار مین کیا تھا
عدم سے کھینچ کے لائی ہے حسرت دل — وگرنہ اس چمن روزگار مین کیا تھا
سنبھلتے شب ہجران یار مین کیونکر — یہ دل ہمارے بھلا اختیار مین کیا تھا
سوار ہوتے ہی بھاگا چراغ پا ہوکر — سمند عمر مرے اختیار مین کیا تھا
ہر ایک قبر پہ دامن اٹھا کے چلتا ہے — بھلا کہو شہدا کے مزار مین کیا تھا
موئے ہین پہنس شکنجے مین عشق کے ہمتو — بھلا ذرا سے لحد کے فشار مین کیا تھا

۱۲

یہ جانتے تو نہ آتے کبھی عدم سے ہم اے اشک
متاع غم کے سوا روزگار مین کیا تھا

۱۳

عشاق سے زہرہ وشونکے جو مرا دل اٹھا — شور رونے کا میان چاہ بابل اٹھا
دیکھا جی بھر کے کسی روز نہ اس لیلی کو — سامنے سے نہ کبھی پردۂ محمل اٹھا
دل دیوانہ نے پہلو سے کہا بسم اللہ — مین جو پہنے ہوئے پانؤن مین سلاسل اٹھا
رہ گیا ہے کہین گردن مین جو تسمہ باقی — قتل گہ مین کوئی تڑپا کوئی بسمل اٹھا
دل کی بیتابی سے اٹھ اٹھ کے وہین بیٹھ گیا — میرے پہلو سے جو وہ رونق محفل اٹھا
عید قربان سے بھی کچھ بڑھ کے ہوئی ہمکو خوشی — آستینونکو چڑھا کر جو وہ قاتل اٹھا
ایسی بگڑی تھی زمین کوے صنم کی ہمنے — بعد مرنے کے جنازہ بھی مشکل اٹھا
منتظر تھے مرے مرنے کے جو زندان کفن — فتنۂ تازہ پہنچکر سر منزل اٹھا
تب فرقت کی حرارت مین لہو بھی کھولا — دق تو پہلے ہی سے تھی اب مرض سل اٹھا

کبھی دریا پہ جو رونے کے لئے بیٹھ گیا
چشمۂ چشم سے طوفان لبِ ساحل اُٹھا

چھوڑ کر خانۂ اُمید کہان جائے فقیر
گیا دنیا سے جو در سے ترے سائل اُٹھا

پھر وہی نغمہ سرائی ہو وہی صحبتِ گل
آب و دانہ جو نہ گلشن سے عنادل اُٹھا

مر گیا اُس کے خطِ سبز کا بوسہ لیکر
کھا کے مصری کی طرح زہر ہلاہل اُٹھا

١٣
قدر دان میرے مرے بعد کہین گے ای اشک
آج دنیا سے بڑا شاعرِ کامل اُٹھا
٣١

آئینے مین رخ اگر پرتو فگن ہو جائیگا
چاہِ نخشب یار کا چاہِ ذقن ہو جائیگا

ہر چمن مین سرخ گل کا پیرہن ہو جائیگا
باغ سارا موسمِ گل مین دُلہن ہو جائیگا

تار کے نغمون کا عالم یار کی باتون مین ہے
بے دہان ہین کس طرح ثابت دہن ہو جائیگا

شومیٔ قسمت سے شادیٔ مرگ ہو جاؤنگا مین
دیگا خلعت گر کوئی مجھکو کفن ہو جائیگا

ہے یہی ای یار حسن روز افزون گر ترا
خالِ عارض نافۂ مشکِ ختن ہو جائیگا

ہوگا شہرہ یہ دزدان کفن مین بعد مرگ
خاک سے میلا اگر اپنا کفن ہو جائیگا

ناز سے ہر مرتبہ منہہ پھیر کر ہنستے ہین وہ
عکسِ دندان بازوؤن پر نورتن ہو جائیگا

جیتے جی کا ہے فقط آپس مین سارا اتفاق
بعد مرنے کے جدا ہر عضوِ تن ہو جائیگا

آج اُسکی زلف پہچان کا کسے سودا نہین
سکۂ داغِ جنون کا اب چلن ہو جائیگا

خط نکل آیا تو پہنچین گے ہجومِ کاروان
چاہِ کنعان یار کا چاہِ ذقن ہو جائیگا

کب ہی تیرے عور کو او ترک پروائے لباس
زخم دامندار تن پر پیرہن ہو جائیگا

نقشِ پا کی خاصیت رکھتے ہین ہم غربت زدہ
جس جگہ بیٹھے وہی اپنا وطن ہو جائیگا

زندگی بھر تو نہین مٹنا تری الفت کا داغ
ایکدن ناسور یہ زخمِ کہن ہو جائیگا

رقص مین گھونگٹ نہ سرکا رخِ گلرنگ سے
آپ سے باہر ہر اہلِ انجمن ہو جائیگا

وہ بہی قد دشت وحشت مین اگر یاد آگیا
ہر شرارہ آہ کا سرو چمن ہوجائیگا

جس گلستان مین نہین ہر حکم جانے کا ہمین
ایک دن وہ مسکن زاغ و زغن ہوجائیگا

جا کر ٹپکیگا زمین سے وہ اُٹہا لیگا ہمین
غم سے گہل گہل کر جو کاہیدہ بدن ہوجائیگا

منہہ پہ رستے ہین کہانکا قصد ہے ای نازنین
بوندیونکی چوٹ سے نیلا بدن ہوجائیگا

زلف شبگون روی روشن پر نہ آنے دیجیے
ای بت سیمین بدن سورج گہن ہوجائیگا

چاندی سونے کے اُترتے ہین جو پتلے زاہدان
تیرے صدقے مین غنی ہر برہمن ہوجائیگا

کام آئیگی تری پلکون کی الفت بعد مرگ
کاوش مژگان سے کار گورکن ہوجائیگا

رنگ لائیگی جنون مین آبلہ پائی مری
خون جہان ٹپکیگا تلوؤن سے چمن ہوجائیگا

زخم جو تن پر لگائیگا تو اپنے ہاتہ سے
شکر احسان کو تری قاتل دہن ہوجائیگا

بوی زلف عنبرین پہنچی اگر اُڑتی ہوئی
ناف آہو مین لہو مشک ختن ہوجائیگا

سر سے پا تک یار کے چہلونکے گل کہائینگے ہم
رشک طاؤس چمن اپنا بدن ہوجائیگا

ہے ترقی پہ یہی گر ناتوانی اے جنون
ایک برگ گل بہی ہمکو لاکہ من ہوجائیگا

بے بضاعت مجہہ سا دنیا مین نہ ہوگا دوسرا
لوٹ کر جسکو پشیمان راہزن ہوجائیگا

دور ہے فصل بہاری یہ گہلائیگی ہمین
بوئے گل سے بہی سبک اپنا بدن ہوجائیگا

عشق کا بہرتا ہے دم ناحق رقیب بوالفضول
پہوڑ کر سر کو کوئی کیا کوہکن ہوجائیگا

صدمہا ہے ہجر یاد آئے اگر مرنے کے بعد
کنج مرقد بہی مجہے بیت الحزن ہوجائیگا

کار بے کاران سمجہتے ہین بہت سے لوگ اشک
کچہہ دنون مین ترک یہ شعر و سخن ہوجائیگا

تجہہ پہ گر مرتے نہ دلبر ہم تو کیا تہا کچہہ نہ تہا
رکہتے قابو اپنے دلبر ہم تو کیا تہا کچہہ نہ تہا

جان دیتے ہجر مین گر ہم تو کیا تہا کچہہ نہ تہا
ٹہان لیتے یہ جو دلبر ہم تو کیا تہا کچہہ نہ تہا

پڑتی پھرتی نہ میت قبر مین مرنے کے بعد
لے نجاتے دیدۂ تر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

آئینہ رویونکی وصلت ہی مقدر مین نتھی
تھے جو طالع کے سکندر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

وصل مین بوسہ نہ ہونٹھونکا ہوا ہمکو نصیب
تھے کنار حوض کوثر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

دولت دنیا کی خاطر خاک چھانی عمر بھر
تھے جو برگشتہ مقدر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

نیش عقرب سے نہین کم اُنکی مژگان کی خلش
دل پہ کھا لیتے جو نشتر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

حکم آنیکا نہین محفل مین ایسے ہین ذلیل
بیٹھتے لڑکے برابر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

عمر بھر جاتا نہ دل سے بت پرستی کا مزا
رہتے گر کعبے کے اندر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

بحر آفت خیز الفت سے نکلنا ہے محال
پیر جاتے گر سمندر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

کیون اُٹھاتے ناز بیجا اِن بتونکے عمر بھر
پوجتے کوئی جو پتھر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

موت کی ساعت نہین ٹلتی گدا ہو یا امیر
گرچہ ہوتے شاہ کشور ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

تشنۂ دیدار کی تیرے کبھی بجھتی نہ پیاس
جا کے پی لیتے سمندر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

جوہر ذاتی نہو تو مانتا ہے کب کوئی
مشتہر ہوتے سخنور ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

رحم خلقت ہی مین اِن شیرین اداؤنکی نہین
پھوڑتے سر اپنے پتھر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

لطف دوری مین زیادہ ہے جو ہو دل مین جگہ
پاس بھی ہوتے جو دلبر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

سر پہ کیون جلاد کا احسان لیتے مرتے دم
پھیر لیتے آپ خنجر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

گر کئے ضبط آہ آتشبار بچاتے ہین ہم
پھونکدیتے غیر کا گھر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

دفتر اعمال غرق بحر رحمت ہو گیا
اشک پہنچے روز محشر ہم تو کیا تھا کچھ نہ تھا

ہمارا حال شب انتظار کیا ہوتا
جو تم نہ آتے خدا جانے یار کیا ہوتا

بھلا ہوا کہ جو برباد ہو گیا پس مرگ
وگرنہ یہ مرا مشت غبار کیا ہوتا

فلک نے ہمیں کے مارا ہوا کیا رجسے
لحد میں اسپہ دوبارا فشار کیا ہوتا

غریب جانکے کیا کیا فلک نے پیسا ہے
لحد میں اس سے زیادہ فشار کیا ہوتا

نہ تھے حساب میں ہم عاشقان سودائی
جو پوچھتا کوئی روزِ شمار کیا ہوتا

تمہارے جور و ستم ہیں حساب سے باہر
نہ جس کی حد ہو کچھ اسکا شمار کیا ہوتا

اڑا کے لے گئی مجھ زار کو ہوائے مرگ
کفن کی تہی کسے خواہش مزار کیا ہوتا

ہے رعبِ شیر تری کالی کالی آنکھوں میں
ان آہوون کا کسی سے شکار کیا ہوتا

خیال زلفِ پریشان میں ہو گیا سودا
ہمارے سر پہ کوئی جن سوار کیا ہوتا

گلے تو سیکڑوں کے سادگی پہ کٹتے ہیں
بناؤ کرتا اگر وہ نگار کیا ہوتا

ذرا سا ناز نہ شیرین کا کوہکن سے اٹھا
ستم سے میری طرح دلِ فگار کیا ہوتا

جب انکی زلف میں کچھ اضطراب کم نہوا
جو ہوتا پاس دل بیقرار کیا ہوتا

خزان رسیدہ چمن دیکھکر ہوا سودا
گلوں کے ہوتے جو ہر سو بہار کیا ہوتا

یہ خوف تھا کہ بہا دے مجھے نہ سیل سرشک
شبِ وصالِ صنم اشکبار کیا ہوتا

لبوں پر آگئی تھی جان ہجر جاناں میں
اب اور حال دم احتضار کیا ہوتا

ہے آج ساری خدائی بتوں کے قبضے میں
زیادہ اس سے انہیں اختیار کیا ہوتا

ہیں خال و خط رخ رنگین پہ صنعتِ خالق
کسی سے پھول پہ نقش و نگار کیا ہوتا

مثال سنبل ترسی جو دیتے بالوں کو
وہ تیری زلف سے بھی پیچدار کیا ہوتا

جنون کسیکو ہوا پھوڑ کر موا کوئی سر
مجھے یہ عشق بھلا سازوار کیا ہوتا

بتوں کے عشق میں دہو بیٹھی اپنی جان سے ہاتھ
اب اور آہ میرے پروردگار کیا ہوتا

بگاڑ ہمسے رہا تا بزندگی اے اشک
نصیب یار کا بوس و کنار کیا ہوتا

فرقت سے مضمحل دلِ بیتاب ہوگیا
تیار آج کشتۂ سیماب ہوگیا

دیدار شب کو یار کا نایاب ہوگیا
بخت اپنا بھی مقدرِ سرخاب ہوگیا

ممکن نہین کہ روز نہ دو چار قتل ہون
قاتل کا گھر بھی مسلخ قصاب ہوگیا

رونے مین یاد آگئے جو دندان ہمثال
آنسو ٹپک کے گوہر نایاب ہوگیا

بربادی جہان کا سبب چشم تر ہوئی
پانی مین غرق عالم اسباب ہوگیا

دشمن ہوے ہین جان کے ابنائے روزگار
یوسف کا خواب میرا بھی کیا خواب ہوگیا

خالی نہین ہے حسن سے گو ہے زوال حسن
رخ انکا آفتاب سے مہتاب ہوگیا

بس سر زمین پہ بچھ گئین اشکونکی ندیان
مشہور وہ علاقہ پنجاب ہوگیا

الفت مین جو ہوئی ہین ستم کچھ نپوچھیے
پھر برہمن مرے لئے قصاب ہوگیا

کھایا ہے زہر جب تری ہونٹونکی یاد مین
گھل گھل کے منہ مین شربت عناب ہوگیا

اس درجہ تیری یاد مین روئے اسیرِ غم
حلقہ گلے مین طوق کا گرداب ہوگیا

کشتی کا ہو گمان نہ کیونکر پلنگ پر
جاری ہوئے یہ اشک کہ سیلاب ہوگیا

تہالی بھری ہین خون عنادل سے ہر طرف
گلزار رشک مسلخ قصاب ہوگیا

افشان کبھی جو بالو نپہ چھڑکی ہے یار نے
زلفون پہ عالم شب مہتاب ہوگیا

آیا جو باغ مین پئے گلگشت وہ حسین
نرگس کا پھول ہر گل شاداب ہوگیا

کچھ دل کو اضطراب نہتا زلفِ یار بن
پہلو مین آکے پھر وہی سیماب ہوگیا

پیری مین دیکھتا ہے طبیعت کے ولولے
عالم شباب کا تو ہمین خواب ہوگیا

دنیا کو ترک کرکے وہ حاصل ہوئے مزے
کمل بھی رشک قاقم سنجاب ہوگیا

اللہ ری حرارت داغ غم فراق
دریا ہوا یہ خشک کہ پایاب ہوگیا

ای اشک بے طلب چلے آئے وہ میرے گھر

١٧ — جاگے نصیب رنج و الم خواب ہو گیا — ١٢

سبب ملال کا پوچھا ہزار کچھ نکہا
ہزار بار تمنا بیان کی دل کی
نچاہی اپنی رہائی مین وہ ہون دیوانہ
بتون سے وصل کی کیا جا کے التجا کرتے
موے فراق بتان مین جو ہو سکے دیوانے
چھپایا راز محبت جو تمنے غیرون سے
گنا ہگار تھے ہی جواب کیا دیتے
یہ رشک ہے کبھی پوچھا جو ہمنے مجنون سے
ہماری آہ کی تاثیر کو وہ مان گئے
فلک سے تجربہ حاصل تو ہو چکا تہا ہمین
کسی کے غم مین لباس سیاہ پہنا

ہے کس قصور پہ دل مین غبار کچھ نکہا
سوا نہین کسے کبھی تمنے یار کچھ نکہا
گئی بھی آئی بھی فصل بہار کچھ نکہا
یونہین گذر گئے لیل و نہار کچھ نکہا
کسی نے ہم سے میان مزار کچھ نکہا
کسی سے تمنے بھی اے گلعذار کچھ نکہا
سوا سکوت کے روز شمار کچھ نکہا
کہان ہے لیلی ناقہ سوار کچھ نکہا
جگر پکڑ لیا منہہ سے ہزار کچھ نکہا
ہوا جو قبر کے اندر فشار کچھ نکہا
ہو سے ہین کس کے لئے سوگوار کچھ نکہا

١٨ — جگر تو پھنک رہا ہے ہا شک آتش غم سے / جو منہہ سے ہمنے شب انتظار کچھ نکہا — ١٠

زہر اُس افعی گیسو کا اثر کو ہی گیا
دل خط سبز بتان سے نہ لگانا تہا ہمین
رحم آیا بتِ سفاک کو بارے مجھپر
سچ کہا ہے مرضِ عشق بُرا ہوتا ہے
آفرین قیس کی ہمت پہ عجب کام کیا
لاکہ روکا کسیصورت نہ رکی سیل سرشک

ملک ہستی سے عدم کو مین سفر کر ہی گیا
واقعی زہر تہا آخر کو ضرر کر ہی گیا
نالہ دل مرا پتہر مین اثر کر ہی گیا
تیرا بیمار زمانے سے سفر کر ہی گیا
مرتے مرتے وہ مہم عشق سر کر ہی گیا
غرق عالم کو مرا دیدۂ تر کر ہی گیا

ہم نہ کہتے تھے زیادہ نہ بڑھاؤ گیسو
کی دوائیں بہت آہ شفت گئے خاطر کی
تھی اجل آج نہ چوکا جو نشانہ اُسکا

دیکھ لو بوجھ سے بل موئے کمر کر ہی گیا
غم ترے ہجر کا دل میں مرے گھر کر ہی گیا
تیر مژگاں جگر و دل سے گذر کر ہی گیا

۱۹

اشک سچ ہے کہ بُرا ہوتا ہے دل کا بھی لگاؤ
جو گیا کوچے سے اُس شوخ کے مر کر ہی گیا

۱۳

بلبل بھی آشیاں سے تڑپ کر وہاں گرا
پرسا چکا جنوں میں تو پتھر ہزار ہا
بلبل کے دم پہ بن گئی فصل بہار میں
وہ ناتواں ہوں پھول بھی پھینکا جو غیر نے
مد نظر ہر اک کی خرابی ہے چرخ کو
بڑھ کر یہ ضعف پانوں کی زنجیر ہو گیا
ایسا بڑھا ہے ضعف غم ہجر یار میں
بحرِ الم میں کیا مری کشتی تباہ ہے
مر کر بھی ہڈیوں میں رہی سوزشِ الم
تاب و تواں بدن کی مرے لے گئی بہار
وارفتۂ ذقن ہوا ناحق اسیر زلف
مجھ پہ ہمیشہ اک نہ اک افتاد ہی رہی

مُرجھا گئے پھول شاخ سے کوئی جہاں گرا
اب اِک پہاڑ سر پہ مرے آسماں گرا
آندھی سے ٹوٹ کر جو کبھی آشیاں گرا
سمجھا میں دل میں سر پہ مرے آسماں گرا
ہوتا ہے دل میں شاد جو کوئی مکاں گرا
سو سو جگہ اُلجھ کے ترا ناتواں گرا
اٹھنا محال واں سے جہاں گرا
سو بار ٹوٹ ٹوٹ کے ہی بادباں گرا
پھینکا تو پھلجھڑی کی طرح استخواں گرا
بستر پہ اپنے آتے ہی فصلِ خزاں گرا
آخر کنوئیں میں پھنس ہوئے بیڑیاں گرا
صاحب کے دل سے غیر نہ اے مہرباں گرا

۲۰

اے اشک ہیں سیاہ بہت کوچہ ئے زلف
کیا جانیں رات کو دلِ وحشی کہاں گرا

۱۴

ہم جو کہتے تھے صنم پیش نظر آ ہی گیا
صحبتِ بد کا نہیں دیکھو اثر آ ہی گیا

حالتِ دل کے بیان پر نکل آئے آنسو
ضبط ہر چند کیا منہہ کو جگر آہی گیا

لاکھ چہرے پہ رہے ابر کے مانند نقاب
چاند چھپتا ہے چھپائے سے نظر آہی گیا

اُنکے تیرِ نگہہ ناز کو روکا کیا کیا
توڑ کر دل کو مرے "تا بجگر آہی گیا

لو لگائے ہوئے بیٹھے تھے خدا سے دمِ نزع
دھیان اُس بت کا مگر وقتِ سفر آہی گیا

لاکھ اپنے دلِ مضطر کو سنبھالا ہمنے
پیار باتون پہ ستمگر کے مگر آہی گیا

مانعِ وصلتِ جانان رہے ہر چند رقیب
نخلِ امید مین عاشق کے ثمر آہی گیا

جذب کامل ہو تو کیونکر نہ اثر ہو پیدا
کشش ایسی ہوئی وہ بت مرے گھر آہی گیا

خون کسطرح نہ ہابیل کا کرتا قابیل
دم مین ابلیس کے آخر تھا بشر آہی گیا

دل نہ دینا تھا ہمین اِن ستم ایجادونکو
آخرِ کار بلا ہی مین یہ گھر آہی گیا

خوف ہے موے میان سے نہ لپٹ جائین کہین
بڑھکے گیسوئے رسا تا بکمر آہی گیا

آہِ سوزان سے مرے دور وہ بھاگے ہر چند
اُڑکے ایک آدھ مگر اُنپہ شرر آہی گیا

ضبط گریہ کیا ہر چند شبِ فرقت مین
جوش پر اپنا مگر دیدۂ تر آہی گیا

۲۱ سنتے تھے عشق کا فن سب سے سوا مشکل ہے
ہمنے اے اشک جو سیکھا یہ ہنر آہی گیا ۲۱

بہرِ زاہد مے کا سامان ہوتے ہوتے رہگیا
آج اِک کافر مسلمان ہوتے ہوتے رہگیا

وصلتِ جانان کا سامان ہوتے ہوتے رہگیا
اجتماعِ قالب و جان ہوتے ہوتے رہگیا

خیر گذری ہجرِ جانان ہوتے ہوتے رہگیا
دل پہ داغونسے گلستان ہوتے ہوتے رہگیا

قتل کا اورونکے سامان ہوتے ہوتے رہگیا
اِک نیا گنجِ شہیدان ہوتے ہوتے رہگیا

سلسلہ جنبان تھی وحشت فصلِ گل آئی تھی
چاک تا دامن گریبان ہوتے ہوتے رہگیا

ہو چلا تھا عشق پلکونکا سنبھالا آپ کو
پار دل کے تیرِ مژگان ہوتے ہوتے رہگیا

رکھہ کے خنجر حلق پر رحم آگیا جلاد کو
آج مین ممنون احسان ہوتے ہوتے رہگیا

ہمہ گدا کے گھر سے اگر پھر گیا بلقیس وش
بوریا تخت سلیمان ہوتے ہوتے رہگیا

آپکے اُس رشک مسیحا نے مجھے زندہ کیا
مجلس ماتم کا سامان ہوتے ہوتے رہگیا

فتنہ پردازی سے غیرونکی نہ پہنچا پاے ہم
مسکن اپنا کوے جانان ہوتے ہوتے رہگیا

دیکھیے کب قید سے آزاد ہون اُنکے اسیر
آج بھی واقفل زندان ہوتے ہوتے رہگیا

موسم گل مین کہان سے آگئی باد خزان
گل ہر اک گلشن مین خندان ہوتے ہوتے رہگیا

اُسکی مژگان پر طبیعت آتے آتے رہگئی
عرصۂ دل پھر نیستان ہوتے ہوتے رہگیا

غرق کردیتے جہان کو صبح تک سیل سرشک
مین شب فرقت مین گریان ہوتے ہوتے رہگیا

چشم فتان نے اُڑایا تھا دل داغی مرا
شیر دل صید غزالان ہوتے ہوتے رہگیا

غیر اُس بلقیس وش کو میرے گھر سے لے گئے
داغ دل مہر سلیمان ہوتے ہوتے رہگیا

تیغ کھینچی مجھپہ کافر نے مگر رحم آگیا
آج ہی خون مسلمان ہوتے ہوتے رہگیا

کاش تھوڑی بھی ہوا سے اور ہٹ جاتی نقاب
چاند سا چہرہ نمایان ہوتے ہوتے رہگیا

پھنس چکا تھا زلف پرخم مین دل وحشی مرا
سنبلستان عشق پیچان ہوتے ہوتے رہگیا

چھپ ہوا مین قصۂ منصور جب یاد آگیا
آشکارا راز پنہان ہوتے ہوتے رہگیا

۲۲	مہ جبینو پہ طبیعت آچکی تھی اپنی اشک دل یہ بازیگاہ طفلان ہوتے ہوتے رہگیا	۱۴

میری کہنے کا ستمگر کو اثر کچھ نہوا
جان دینگے محبت مین اگر کچھ نہوا

کیا گناہون کی دم نزع تلافی کرلی
دست و پا پھول گئے وقت سفر کچھ نہوا

اب کہان مجھپہ بچا ہیگا یہ بے جان لیئے
شب وصلت بھی تو کم درد جگر کچھ نہوا

باغ عالم مین نہین مجھسا کوئی بدقسمت
نخل الفت کہین بویا تو ثمر کچھ نہوا

سخت جانی کے یہ معنی ہین شب ہجر صنم
پیکر زہر ہی کہایا تو اثر کچھ نہوا

شوق دیدار ہین شیرین منشون کے برسون
در و دیوار سے پہوڑا کئے سر کچھ نہوا

حسرت دل کوئی تونے نہ نکالی نہ سہی
مر مٹین گے ترے در پر ہی اگر کچھ نہوا

دل مین آتا نہین اُس بت کا تصور ہی کبہی
عرش سے کم نہین رتبے مین وہ گہر کچھ نہوا

غیب دان بحر تفکر مین رہے غوطہ زنان
منکشف اُسپہ ہی اسرار کمر کچھ نہوا

ہمکو داغ غم فرقت ہی ہوا اُسکا عزیز
غیر کے آگ لگانے سے ضرر کچھ نہوا

جا نپر بن گئی عاشق کے شب وصل صنم
تیرا نقصان تو او مرغ سحر کچھ نہ ہوا

جنت و حور کا لالچ نہ دلاے واعظ
ہم ادہر سے ہی گئے پہر جو ادہر کچھ نہوا

شامل حال تہی رحمت جو گنہگارون کے
حشر کے روز ہمین خوف سقر کچھ نہوا

۲۳

سن چکا ہے مری مرنے کی خبر وہ ای اشک
حنیف کی جا ہے کہ اُسپر ہی خبر کچھ نہوا

۲۲

نصیب وصل حسینان سیمبر نہوا
یہ داغ دل مرا خورشید سے قمر نہوا

حصول باغ تمنا سے کچھ ثمر نہوا
ہمارے ہاتہ کا بویا کبھی شجر نہوا

فراق یار کے صدمے سہے نہ جی بہر کے
اک اور دل نہوا دوسرا جگر نہوا

رگ جنون یہ مری خود بخود ابہر آتی
مژہ کا یار کے افسوس نیشتر نہوا

چمک دمک ترے دانتون نے جیسے پائی ہے
صدف مین ایک ہی اس رنگ کا گہر نہوا

فروتنی کے بدولت بشر وہان پہنچا
کہ جس جگہ یہ فرشتے کا ہی گذر نہوا

تجہے کبہی نہ کبہی یار دیکہہ ہی لین گے
جو بند روزن دیوار و چاک در نہوا

گمان ہر اک کو ہوا آفتاب محشر کا
جو پہاہا کوئی مرے دل کے داغ پر نہوا

تمہارے گیسوؤنکا عشق ہی ہر کیا تریاق
کبہی جو سانپ نے کاٹا ہمین اثر نہوا

یہ کیسی تیغ تھی بے آب جس سے قتل کیا
دہان زخم بھی او ترکِ ناز تر نہوا

رہی جو کاغذ تصویر مین جگہہ خالی
کسی سے وا یہ ترا عقدۂ کمر نہوا

ضعیف وزار تمہارے وہ کوہ تمکین ہین
ہزار آندھیان آئین مگر اثر نہوا

کسی سے ہجر کی کس طرح سختیان اُٹھتین
تمہارے آگے تو پتھر ہوا جگر نہوا

نہ کس طرح کہین حسن اتفاق اسے
جو زلف یار کا سودا ہوا تو سر نہوا

بتونکو دل بھی خدانے دیا ہے پتھر کا
ہمارے مرنے کی سنکر بھی وہ خبر نہوا

ہے اپنی پستی طالع کا ایک یہ بھی اثر
کبھی بلند مری آہ کا شرر نہ ہوا

گیا ہون یاد مین گردابِ ناف کی جو کبھی
مرے نصیب سے پانی مین بھی بھنور نہوا

جو رکھدیا ترے رندون نے اپنا تر دامن
ہوا یہ سرد کہ پھر مشتعل سقر نہوا

ہمیشہ قصے رہے طرفہ اور شغل اُٹھے
تمہارے کوچے مین کس روز شور وشر نہوا

تڑپ تڑپ کے شبِ ہجر دم نکل جاتا
غشی سے ہمکو افاقہ بھی تا سحر نہوا

ہمارے خط کا مقرر جواب آئیگا
اسیر دام محبت جو نامہ بر نہوا

۱۳	نہوگی اشک یہ آگے کساد بازاری بھلا ہوا ہمین حاصل کوئی ہنر نہوا	۲۴

خدا کی راہ کا بھی کام او صیاد کرتا جا
پھنسا رکھا ہے جن کو دام مین آزاد کرتا جا

ترا کمزور ہے کچھہ ہاتھہ کچھہ مین سخت جان بھی ہون
ذرا پتھر پہ خنجر تیز او جلاد کرتا جا

نہ کہنا حسرتِ دل سامنے صیاد کے بلبل
گلستان کا سبق چپکے چپکے ہی یاد کرتا جا

رگِ جان کھولدے تو گر رگِ سودا نہین ملتی
بھلا اتنا تو احسان مجھپر او صیاد کرتا جا

شکایت خود غرض کی بعد مردن بھی نہین جاتی
وصیت بھر جو ہے شیرین کچھہ فرہاد کرتا جا

غنیمت جان لے تو دو دن بہارِ زندگانی کو
گدا نکو دیکھہ لے ناشاد دل کو شاد کرتا جا

خدا جانے نکل جاؤن کہان فصلِ بہاری مین
مسلسل آج ہی سے تو مجھے حداد کرتا جا

چلن اہلِ چمن سے سیکھ نکے مہر و محبت کی
جو آیا ہے تو سیر قمری و شمشاد کرتا جا

عدم کو قافلہ جاتا ہے آتا ہو جسے تیسے آئے
جرس کیطرح پیشِ رہروان فریاد کرتا جا

یہ نیکی بھی عجب شے ہے کبھی خالی نہین جاتی
غریبون کی جہانتک ہو سکے امداد کرتا جا

کشش دل کی کسیکی اس طرف کو کھینچ لائی ہے
ہمارے خانۂ ویران کو بھی آباد کرتا جا

نہ کھچکر زرد ہو جائے کہین تصویر عاشق کی
قیامِ رنگ کی تدبیر کچھ بہزاد کرتا جا

۲۵ جہان اوصاف چشمِ سرمگین یار لکھے ہین کیا
وہان اے اشک اپنے ہاتھ سے تو صاد کرتا جا ۱۵

یہ وہ جا ہے جہان ڈر کر نہ مجنونکا قدم ٹھیرا
ہمارے وادیِ وحشت مین جو آیا وہ کم ٹھیرا

جو پلٹا غیر کے گھر سے یہان بھی ایکدم ٹھیرا
بہانہ ہو گیا یہ مفت کا مجھپر کرم ٹھیرا

کبھی تکے تشنہ کامانِ محبت مر گئے ہوتے
پلایا اُسنے آبِ تیغ جب جان آئی دم ٹھیرا

دوراہے مین پڑا بھٹکا کریگا قافلہ دل کا
اگر جانا نہ سوے دیر نی سوی حرم ٹھیرا

صفائی قلب سے سیکش جہانکی سیر کرتے ہین
ہمارا شیشۂ دل بھی یہ گویا جامِ جم ٹھیرا

حباب آسا ہی انسان ہر وقفہ زندگانی کا
وہانسے جو یہان آیا سرِ راہِ عدم ٹھیرا

کمر کی یاد دہن کی فکر مین برسون رہے حیران
جو آخر کو ان دونونکا نقش کالعدم ٹھیرا

رہِ عشقِ مجازی بھی نہین کم کچھ حقیقت سے
رہے برسون ہی سرگردان و حیران جب قدم ٹھیرا

گئی جانِ حزین لیتے ہی بوسہ اُنکے ہونٹون کا
جسے سمجھے ہوئے تھے آبِ حیوان ہم وہ سم ٹھیرا

نظر آنے لگا چارونطرف اک موجِ خون دریا
گھڑی بھر کے لیے جس جا بہین جا کر چشمِ نم ٹھیرا

جو تہا عشرتکدہ اب ہے وہی ماتم کدہ ہمکو
خوشی رخصت ہوئی جسوقت دمین آ کے غم ٹھیرا

اثر یہ بھی ہے ان لیلی وشون نکے عشق مین شاید
کہ بدلے نام کے ہر اپنا اب مجنون علم ٹھیرا

تصور اک بت کافر کا ہر دم دل مین رہتا ہے
خدا کا گھر جسے سمجھے تھے وہ بیت الصنم ٹھیرا

ادا سے وہ گلی مین ملکے مجھکو قتل کرتے ہین
اب انکا پیار بھی گویا کہ میرے حق مین سم ٹھیرا

۲۶

کوئی پوچھے یہ ان سے اشک ملنے کو بھی آ گئے
اگر جانا ہمارا جانب ملک عدم ٹھیرا

۱۷

ہجر مین گرہا کے مرا دیدۂ تر رہگیا
دل ہی دلمین جوش کہا کہا کر سمندر رہگیا

سرخ غصے سے وہ آنکھین ہوتی ہوتی رہگئین
چلتے چلتے مجہپر افسون فسونگر رہگیا

سرد مہری کھل گئی ساقی کی وقت مے کشی
ہاتہ مین جم کر مے گلگون کا ساغر رہگیا

صاحب دولت ہوا پاکر غبار آستان
چار دن در پر ترے جو کیمیا گر رہگیا

ہین دنیا مین رہا نے یار کا حسن شباب
تذکرہ اپنی وفاداری کا گھر گھر رہگیا

آتش غم نے جلا کر خاک مجھکو کر دیا
دل بھی پارے کی طرح کہا کہا کے چکر رہگیا

شوخی قسمت سے اپنی بچگیا مین سخت جان
دم ادہر اٹکا ادہر قاتل کا خنجر رہگیا

میری حسرت نے دل فولاد پانی کر دیا
ہاتہ قبضے پر جو رکھکر وہ ستمگر رہگیا

نور کا عالم نظر آنے لگا چارون طرف
میرے گہر جس رات وہ خورشید پیکر رہگیا

اس سے کیا بڑھکر کھلائیگا غم ہجر بتان
مر کے مین تصویر سان بالاے بستر رہگیا

مجرمان عشق کے سر کٹکے لٹکائے گئے
خاک پر صدہا تن عشاق بےسر رہگیا

حال اپنی ناتوانی کا جو خط مین لکھدیا
ہر گہڑی پر تول کر اپنے کبوتر رہگیا

کیسے کیسے نامیون کے مٹ گئے نام و نشان
اب نہ دارا ہے نہ دنیا مین سکندر رہگیا

بنکے یون بگڑے نہ قسمت آدمی کی ہیچ ہے
اٹہ گیا پہلو سے وہ مین ہاتہ مل کر رہگیا

ہو تری زلف معنبر کی جو پہنچی جستجو
ہر چمن مین خشک ہوکر سنبل تر رہگیا

آگ نہ اکدن دکہنا پڑجائیگی رندون کی آہ
ڈگمگاکر آج ہی واعظ کا منبر رہگیا

۲۷ اشک اپنا بہی ارادہ تہا سوے ملک عدم ۲۲
بڑہ گئے سب لوگ مین حیران و مضطر رہگیا

گر کبہی کچہہ وصف ابروے ہلالی ہو گیا
آج اودبت تیری یکتائی کا دعوی مٹ گیا
ہاتہ سے اپنے جو اس ساقی گلرو نے دیا
ابروے پرخم دکہا کر مہ کو شرمندہ کیا
خون روتا ہون فراق یار مین جو راتدن
میری غیبت مین بہت مجہپر ہہکتا ہے رقیب
راتدن اس تاک مین رہتا ہے دیو فلک
گل سنے تلوؤنمین ترا ہر بار کیا اعجاز ہے
ہجر جانامین چلے ہین دل لینے اسنے تیرا
ہر طرف صحن گلستان مین نا زر گل ڈہیر ہے
دشت گردی کی ہوس مین مر گئے ٹکرا کے سر
سوز فرقت نے گہلا کر زار اب گرد یا
سیکڑون دن دہاڑے جا کے پیتا ہے شراب
سیر ہفت اقلیم گہر بیٹہے کیا کرتا ہون مین
لوگ سمجہاتے ہین تو ہوتا ہے دل کو پیچ و تاب
راتدن اس وہی رو ٹہکا رہا کرتا ہے دہیان
اے دیوانے پہ ہنس ہنسکر جو دار اسنے کئے
غوطہ زن بحر تفکر مین رہے کیا کیا نہ ہم

پست ہی مضمون کہا ہمنے تو عالی ہو گیا
آئینہ دیکہا جو اب بے مثالی ہو گیا
جام مین پانی شراب پرتگالی ہو گیا
آج باطل دعوے صاحب کمالی ہو گیا
اشک جس رومال سے پوچہے وہ شالی ہو گیا
مین جب آیا دیکہتے ہی شیر قالی ہو گیا
کہا گیا دس مین کو جب پیٹ خالی ہو گیا
جو قدم رکہتے ہی بلبل شیر قالی ہو گیا
سینہ اتنا کی سوراخون سے جالی ہو گیا
رشک قارون اندنون ایک ایک مالی ہو گیا
تیرے دیوانو نسے زندان آج خالی ہو گیا
جسم خاکی دامن گرد نہالی ہو گیا
آجکل زاہد بہی رند لاابالی ہو گیا
جام جمشید ہی مرا جام سفالی ہو گیا
اندنون حرف نصیحت مجکو گالی ہو گیا
نخل آتش مجہے پہولون کی ڈالی ہو گیا
نیمچہ جلاد کا پہولون کی ڈالی ہو گیا
اس دہن کا وصف مضمون خیالی ہو گیا

چشم عبرت سے تماشا دیکھتے ہین روز ہم
غنچۂ گل کا چٹکنا حیرت افزا کیون نہو
بعد مردن بہی نہ سمجھے معنے مرگ وحیات

عالم الحب از فانوس خیالی ہوگیا
طائر رنگ چمن کے حق مین تالی ہوگیا
گہر فقط بدلا عطف جسم مثالی ہوگیا

۲۸
میکدہ ہے ساقی سے نوش ہے دور شراب
اشک بہی سنتے ہین رند لاابالی ہوگیا
۱۶

نہ منہہ پر کہہ سکے ہمین اشکبار ہی رکھا
کلیجہ ناوک غم سے فگار ہی رکھا

موے پہ بہی نہ ملا چین چرخ کے ہاتہون
سوار دوش ہوا پر غبار ہی رکھا

عجب بلا مین پہنسایا ہمین مقدر نے
اسیر طرۂ گیسوے یار ہی رکھا

خدا نے رنگ دیا زرد انہین جو عاشق ہین
ہر اک حسین کو لالہ عذار ہی رکھا

غضب کا سحر ہے ان کافرونکی آنکہون مین
نگاہ جس سے لڑی اسکو مار ہی رکھا

فراق یار کے صدمے کبہی نہ دل سے گئے
پس از فنا بہی ہمین بیقرار ہی رکھا

چلے جہان سے تمنا وصال کی لیکر
ہمیشہ آپ نے امیدوار ہی رکھا

غم و الم ہی لکہا تہا ہماری قسمت مین
مثال زلف بتان سوگوار ہی رکھا

ہمیشہ چشم حسینان پہ جان نکلا کی
ان آہوؤن کا ہمین تو شکار ہی رکھا

نہ زندگی مین کبہی چرخ دون نے راحت دی
نہ چین سے ہمین زیر مزار ہی رکھا

گذر ہوا ہی کسی شب جو بزم جانان مین
مثال شمع ہمین اشکبار ہی رکھا

گئے بہار کے دن موسم خزان آیا
جنون کو سر پہ ہمارے سوار ہی رکھا

کبہی نہ دل کی تمنا کوئی نکال سکے
اس اختیار پہ بے اختیار ہی رکھا

رہی جو حسرت آغوش یار بعد فنا
خدا نے ہمپہ عذاب فشار ہی رکھا

گذر نہین کس و ناکس کا اسکی صحبت مین
نظر پہ چڑہ گیا جو اسکو مار ہی رکھا

١٨	بتونکو اشک نہ رسوا کیا خدا نے یہاں ہمارا فیصلہ روز شمار ہی پر رکہا	٢٩

کدہر سے جائیں عدم کو پتا نہیں ملتا — یہ راہ وہ ہے جہاں نقش پا نہیں ملتا
نہ پوچھو کس کا تجسس ہے کیا نہیں ملتا — دل حزین کا ہمارے پتا نہیں ملتا
بہت سے لوگ سزاوار تخت و تاج ہوئے — ہزاروں ہیں کہ جنہیں بوریا نہیں ملتا
عدم کا راستہ دشوار کس طرح سے نہ ہو — سوائے غیر کوئی آشنا نہیں ملتا
نہ آئیں جائیں بلا سے نہ رسم و راہ رہے — بتوں کے ملنے سے ہمکو خدا نہیں ملتا
غم فراق سے ایسا ہوا ہوں کاہیدہ — کسیکو میں کبہی جز کہربا نہیں ملتا
غنی ہوں دی ہے خدا نے مجھے بہی دولت فقر — یہ بادشاہ سے جہک کر گدا نہیں ملتا
عوض میں طائر دل عاشقوں کے چہٹتے ہیں — پے تصدق انہیں گر ہما نہیں ملتا
دہان زخم سے کشتوں کے یہ صدا ہے بلند — نمک نہو تو زبان کو مزا نہیں ملتا
مرے نصیب میں تہا اسکی تیغ کا پانی — تلاش سے کبہی آب بقا نہیں ملتا
لگائیں آنکہوں سے عاشق قدم رسول کیطرح (صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) — کسیکو نقش قدم یار کا پتا نہیں ملتا
کمر کا یار کے مضمون ہو گیا عنقا — عدم میں جا کے بہی ڈہونڈہا پتا نہیں ملتا
جو پوچہتا ہے خبر دل کی تو یہ کہتا ہوں — بغل سے شب کو کہیں گر پڑا نہیں ملتا
نحیف و زار ہوا ہوں یہ ہجر جاناں میں — ہزار ڈہونڈ رہی ہے قضا نہیں ملتا
بتوں کے نام پہ ہم نقد دل لٹاتے ہیں — یہاں نہیں تو وہاں کیا دیا نہیں ملتا
نظر رکہ اسپہ جو روزی رسان عالم ہے — ہمیشہ رزق بہے آسیا نہیں ملتا
طلب کیا جو دم ذبح ہمنے بوسۂ لب — تو ہنسکے بولے یہاں خون بہا نہیں ملتا

	بہلا بتوں کی خوشامد سے فائدہ کیا **اشک**	

۳۰	خدا سے مانگ تجھے وہان سے کیا نہین ملتا	۲۸

رنگ لایا نہ یہ سودا پس مردن اپنا
ہوا جانا نہ سوے وادی ایمن اپنا
دیکھ لی دست جنون کے جو مری چالاکی
سرخ ہے سبز ہے موباف کبہی چوٹی مین
آجکل دیکھ کے زاہد بہی پہسل پڑتے ہین
وہ کبہی عاشق دیرینہ نہ سمجہین گے ہمین
لے گیا کوچہ قاتل مین لگا کر مجھے غیر
مستی آلودہ لب یار سے پائی ہے شکست
چہیڑ کر دیکھیے اسی جان دل نالان کو
داغ دل معجزہ عشق سے تازہ چمن
سنگ موسی بہی ہو جلکر صفت سرمہ طور
برق کیطرح سے جاتی ہے مری آہ رسا
آندہیان آئین مری خاک کی برباد کیو
لوگ کہتے ہین فلک سے اُتر آیا خورشید
حق پرستی کی جو غیرون نے لگا دی تہمت
دل بہی دیکھا تو اُسی کے ہے طرفدار ہمین
لے اُڑی ہمکو ہواے چمنستان جہان
ترک ایمان کرے دیکھے جو مسلمان تجکو
نہین ملتی کسی صیاد سے وہ بلبل مین

چاک کی طرح سے پہرنے لگا مدفن اپنا
شجر طور پہ ہوتا یہ نشیمن اپنا
خوف سے کوہ سمٹی رہی دامن اپنا
روز اک رنگ بدلتی ہے یہ ناگن اپنا
دختر رز نے نکالا ہے وہ جوبن اپنا
بہولجائین گے جوانی مین لڑکپن اپنا
خضر کی طرح سے رہبر ہوا رہزن اپنا
منہہ اُدہر اب نکر یگے کبہی سوسن اپنا
کوک دین آپ تو بجنے لگے ارگن اپنا
رشک گلزار ابراہیم ہو گلشن اپنا
جلوہ حسن گر دکہا دے بت پرفن اپنا
ماہ سے کہدو بچائے رہے خرمن اپنا
وہ جو کاوے پہ لگانے لگے توسن اپنا
پہینکدیتا ہے زمین پر جو وہ کنگن اپنا
آشنا پہر ہوا طفل برہمن اپنا
کسے معلوم تہا پہلو مین ہے دشمن اپنا
ص مثل بو ہر گل جنت تہا نشیمن اپنا
توڑ کر پہینک دے زنار برہمن اپنا
چار ہی دنمین بنا لیتے ہین دشمن اپنا

ص چمن دہر کے گل تہے مری قسمت مین کہان — روز کانٹون ہی سے الجہا کیا دامن اپنا

مرگیا پھوڑ کے سر کوہ پہ جب سے فرہاد — پھر زمانے مین نہ پیدا ہوا ہم فن اپنا
خلد بھی تھا مرے نزدیک نظر سے بدتر — کوچۂ یار وہین جو ہوتا جو نہ مسکن اپنا
داغ دل لطف دکھاتے ہین ہمین پیری مین — ترو تازہ ہے خزان مین بھی یہ گلشن اپنا
عہد مین حضرت یوسف کے نتھا یہ اندھیر — خوب ہی نام کیا آپ نے روشن اپنا
میری نسبت تو رقیبون کو اچھے ہین نصیب — گل امید سے بھر لیتے ہین دامن اپنا
کبھی اس قوم سے کاہیکو پڑا تھا پالا — دیکھے دم لے گئے دل ایک فرنگن اپنا
درد الفت کا مری جان برا ہوتا ہے — دشمنون کو بھی رلا دیتا ہے شیون اپنا

۳۱ — ہم تو دنیا سے چلے لے کے تمنائے وصال
بیٹھے اے **اشک** وہ دیکھا کرین جوبن اپنا — ۱۷

مضمحل ہو کر دل بیتاب اپنا رہگیا — عشق کی بوٹی سے کشتہ ہو کے پارا رہگیا
شب جوانی کی گئی برہم ہوئی بزم نشاط — پتلیونکا یاد آنکھون کو تماشا رہگیا
اپنے بیمار محبت سے جو غفلت ہی رہی — ہاتھ مل کر دیکھتا اک دن مسیحا رہگیا
رکھکے تربت مین مجھے احباب رخصت ہو گئے — صورت شمع شب فرقت پھر اکیلا رہگیا
کام مانی کا شب غم مین تصور نے کیا — صفحۂ دل پر تمہارا کھینچ کے نقشا رہگیا
شرم سے کترا کے جو رستہ نکل جاتا ہے چاند — نقش پتھر مین یہ کس بت کے قدم کا رہگیا
آسیا کا کام کرتی ہے زمین مرنے کے بعد — قبر مین ہر استخوان ہو ہو کے سرما رہگیا
کیا کرے وہ جو طریق عشق سے واقف نہو — آدمی ہے جب ذرا سی چال چوکا رہگیا
دین و ایمان ساتھ ہی دل کے گیا نذر بتان — بے طلب کس شی کی میرے پاس اب کیا رہگیا
داغ تازہ پھر کوئی دینے کو ہے گردون دون — غم سے گھل گھلکر یہان دل بھی ذرا سا رہگیا
آجتک سینے مین مرے سودائے الفت ہے وہی — یہ وہ جن ہے جسکا مرنے پر بھی سایا رہگیا

رشک ہوتا ہے چشمِ فتانِ صنم کو دیکھکر
آنکھ مین اچھا ہوا نرگس کے جالا رہگیا

رازِ الفت فاش کردیتی یہ بیتابیِ دل
ہجر مین موت آگئی صد شکر پردا رہگیا

سر قلم ہوجاے قاتل دھیان بس اتنا رہے
عیب ہے کشتے کی گردن مین جو تسمہ رہگیا

اس حرارت کا بھلا کیونکر کرے کوئی علاج
داغ دل پر اپنے صد ہا جل کے پھالا رہگیا

لوگ کہتے ہین وہان برسون رہے فتنے بپا
جس جگہ دو روز وہ آفت کا ٹکڑا رہگیا

۲۶	ہم رہے اے اشک دنیا مین نہ خوبان جہان اپنی الفت کا گلی کوچے مین چرچا رہگیا	۳۴

کیون ہوا سودا الٰہی مجھکو زلفِ یار کا
شمع روشن پر گمان ہوتا ہے چشمِ مار کا

آئینہ ہے سامنے ہر وقت روے یار کا
بول ہی اٹھیگا طوطی سبزۂ رخسار کا

شیفتہ سارا جہان ہے حسنِ دلدار کا
ایک مذہب آجکل ہے کافر و دیندار کا

مے نہ دے گر تو جلا دین کھینچون وہ آہ آتشین
رال کی گولی کی صورت خم اڑے خمار کا

آ دبچے دوران سر فرقت مین یا پھرتا ہے گھر
چرخ گردان کا سا نقشا ہے در و دیوار کا

جنسِ دل ایسا نہ ہو رکھنے سے ہوجائے خراب
بیچ ڈالو نرخ ہو جو حسن کے بازار کا

موت آئے رنج و غم سے روز کے پیچھا چھوٹیے
یہ بھی ہے نسخہ مجرب عشق کے آزار کا

آنکھ نرگس سے نہ گلشن مین لڑایا کیجیے
ملنا اچھا نہین بیمار سے بیمار کا

زلف کا سودا رہا جن کی طرح سر پر سوار
بن گیا آسیب اب سایہ تری دیوار کا

ہمکو اے صیاد بال و پر کا غم ہرگز نہین
جذبۂ الفت لے اڑی جب رخ کرین گلزار کا

بت پرستی عمر بھر اسلام کے پردے مین کی
یون تو تسبیح مین ڈورا رہا زنار کا

زلف کا سودا سر کے حق مین بلاے جان ہوا
چشمِ افعی بن گیا روزن در و دیوار کا

جذبۂ الفت اسکو کہتے ہین صنم مرنے کے بعد
خاک سے عشاق کے پشتہ بنا دیوار کا

وصل اُس بت سے ہوا گویا کہ نعمت مل گئی
شکر ہے پرہیز ٹوٹا ہجر کے بیمار کا

دیکھکر موتی کو غش مین طعن سے کہتے ہین وہ
حال یہ ہوتا ہے دیکھو طالب دیدار کا

ابروون مین اُس بت سفاک نے ٹیکا دیا
کہتے ہین اہل نظر تمغا ہے یہ تلوار کا

موسم گل مین نہ کیونکر جوش وحشت ہو ہمین
طور ہے باد بہاری مین تری رفتار کا

بہر آرایش کبھی افشان چھڑکتے ہین جو وہ
زلف پیچان پر گمان ہوتا ہے ابلق مار کا

کوچۂ جانان مین ہر پہر کے پڑتا ہے قدم
عالم اپنی چال مین ہے گردش پرکار کا

دیکھکر تمکو چمن کی زرد رنگت ہوگئے
نام کشت زعفران رکھدیجیے گلزار کا

آپ سے باہر ہوا جب اور زینت ہوگئی
بن گیا داغ جنون طرہ مری دستار کا

بار ہے پلے نگہ اُسکو نزاکت کے سبب
رنگ نیلا ہوگیا ہے جا بجا رخسار کا

دل مین آیا پر دیکھکر کہتا ہون وہ زلف دراز
پیچ کوئی کُھل پڑا ہے یار کی دستار کا

ایک مدت سے مجھے راتوں کو نیند آتی نہین
یار نے وعدہ کیا ہے خواب مین دیدار کا

آج سینہ پر لب معشوق تیر اُسکا ہوا
لون دہان زخم سے بوسہ لب سوفار کا

٤٣	لن ترانی کی صدا کانون مین ہے اتبک بھری اشک مین قائل ہون کیونکر یار کے دیدار کا	١٣

٤

ہے اثر باقی ابھی اتنا فراق یار کا
آگ کا شعلہ بنا شیشہ مے گلنار کا

بال اٹھا کر دی گرہ سر پر جو اسنے ناز سے
گیسوے پرپیچ طرہ بن گیا دستار کا

تیرے آگے پوچھتا ہے کون یوسف کو صنم
رنگ ہی بگڑا ہوا ہے مصر کے بازار کا

آدمین اک گل کرجاری چشم تر سے ہے سیل اشک
اب خدا حافظ ہے گل چین باغ کی دیوار کا

دامن گل کی طرح رومال رنگین ہوگیا
جب عرق پوچھا ہے اُسنے پہولسے رخسار کا

قتل سے مظلوم کتنے ہوتے ہین اہل ظلم شاد
کیون نہو ماری خوشی کے سرخ مُنہ سوفار کا

رات دن پامال رہتی ہی اسی باعث سی خلق
چرخ نے انداز سیکھا ہے تری رفتار کا

گو ہر دندان ولعل لب کا رہتا ہے خیال
دل ہمارا ہے نمونہ جوہری بازار کا

نفس سرکش خوب اپنی خاکساری نے دبا
تاک مین دم اس پیادے نے کیا اسوار کا

خون مین ڈوبی نظر آئی مین سمجھا شاخ گل
کیون نہ وحشت ہو مجھے منہ دیکھکر تلوار کا

طور پر کیا آدمی کی چشم بینا ہو اگر
ہر جگہ جلوہ نظر آجائے حسن یار کا

حسن سے خالی کوئی شی ان حسینونکی نہین
خال ابروے صنم تمغا بنا تلوار کا

٢٤

اشک صدہا ہین نگاہ ناز کے مارے ہوے
گھر سے وہ نکلے جہان خون ہوگیا دوچار کا

٢٥

دل الجھکر اسکی زلف پرشکن مین رہگیا
ہاتہ مین حسرت سے ملکر انجمن مین رہگیا

غم سے مین گھل کر فراق گلبدن مین رہگیا
جسم لاغر ہے کہ کانٹا پیرہن مین رہگیا

دیکھکر مجھ زار کو کہتا ہے وہ گل پیرہن
ٹوٹ کر بلبل کا پر کوئی چمن مین رہگیا

قدر داغ دل کی اپنے کچھ حسینون نے نہ کی
قلب تھا شاید جو یہ سکہ چلن مین رہگیا

جستجو ملک عدم مین بھی یہان تک مینے کی
ہوکے گم آخر کو خود فکر دہن مین رہگیا

یوسف کنعان کا ہر لوگونکو غم تازہ ہوا
دل مرا جب سے ترے چاہ ذقن مین رہگیا

آتش گل نے جلا کر خاک اسکو کردیا
آشیان کوئی جو بلبل کا چمن مین رہ گیا

مدتون ہمنے اسے دل کیطرح رکھا عزیز
تیر گر اس ترک کا کوئی بدن مین رہگیا

آمد فصل بہاری تک رہی الجھن ہمین
تار گر باقی کوئی اپنے کفن مین رہگیا

اک ہمارا ہی فقط کیا یوسف دل ہی گرا
کاروان کا کاروان چاہ ذقن مین رہگیا

خاک کب کی ہوگئی برباد اپنی بعد مرگ
آجتک چرخ دنی فکر کفن مین رہگیا

یاد مین اک بت کے نالان صورت ناقوس تھا
جاکے دل آخر کو دیر برہمن مین رہگیا

ملک ہستی مین جو ہم آئے تو کیا حاصل ہوا
بچ گیا رنج سفر سے جو وطن مین رہگیا

بیٹھنے کا قصد پہلو مین کیا تھا غیر نے
اُٹھ کے فتنہ آج اُسکی انجمن مین رہگیا

دیکھتے ہین حجر مین جلوہ عروس مرگ کے
جز حیا اب اور کیا دولہا دولہن مین رہگیا

بو ہے زلف یار کا خواہان ہوا ہر اک بشر
مشک مٹی ہو گئے جب سارا ختن مین رہگیا

کوئی صحرا کو گیا کوئی پئے سیر چمن
عاشق مژگان ترا کانٹون کے بن مین رہگیا

دیکھ تو جا کر ذرا تیرا کہین غمکش نہو
شور ہے مر کر کوئی بیت الحزن مین رہگیا

وصل مین بھی روے روشن سے نہ سرکائی نقاب
ہے یہ طرفہ ماجرا سورج گہن مین رہگیا

کاوش مژگان جانان کام آئی بعد مرگ
ناحق اشک انتظار گورکن مین رہگیا

مار ڈالین گی لہو رو رو کے یہ آنکھین ہمین
خون تھوڑا سا تو بھی اپنے بدن مین رہگیا

خوب دہوکا باغبان کو سنبلستان کا ہوا
میری آہون کا دہوان اُٹھ کر چمن مین رہگیا

بیچمین تلوار رکھکر سا نہ سویا وہ صنم
فاصلہ بدقسمتی سے جان و تن مین رہگیا

دود آہ شمع محفل مین ہوا سر سے بلند
جل کے پروانہ اگر کوئی لگن مین رہگیا

۳۵	جان نافہمون سے بچنا اشک پھر دشوار ہے عیب سہواً بھی اگر کوئی سخن مین رہگیا	۲۰۰

وقت زینت بھی نہ دیدار میسر ہوتا
آئینہ میرے لئے سد سکندر ہوتا

گر نہ بیرحم و جفاکار و ستمگر ہوتا
آج یوسف کی طرح وہ بھی پیمبر ہوتا

پاس عشاق اگر تجکو ستمگر ہوتا
خضر و الیاس کا در پہ ترے بستر ہوتا

مجھسے کیا کوئی زمانے مین نہ جانبر ہوتا
جمع ہو جاتے یہ آنسو تو سمندر ہوتا

پاس تیرا نہ اگر تو ترک ستمگر ہوتا
ایک آنسو بھی جو گرتا تو سمندر ہوتا

موم ہو کر تپش غم سے پگھلتا وہ بھی
عوض دل مرے پہلو مین جو پتھر ہوتا

آپ بن ٹھن کے اگر سیر چمن کو جاتے
زرِ گل بہار سے گلستان کا نچھاور ہوتا

اُسکی مژگان کا مجھے عشق پہلے کو نہ ہوا
رگِ جان کے لئے اِک دن وہی نشتر ہوتا

راہ لی دیر کی اچھا ہوا کعبے نہ گئے
مفت کا بیٹھے بٹھائے ہمین چکر ہوتا

بت بنا کر تری صورت کا پرستش کرتے
قدِ آدم جو میسّر کوئی پتھر ہوتا

آمدِ فصلِ بہاری مین اگر مرجاتا
فاتحہ مے پہ ترے رند کا گھر گھر ہوتا

مرنجاتا جو ترے عہد سے پہلے وہ صنم
آئینہ دار ترا آج سکندر ہوتا

یار کے پاس سے لاتا جوابِ نامہ
پھر کبوتر مرا رتبے مین پیمبر ہوتا

دِل کو ایسا لبِ شیرین کا پڑا ہے چسکا
کیا عجب مور ہے بہی طالبِ شکر ہوتا

وحشتِ دل کی دکھاتا جو کسیدن تاثیر
یار بہی میری طرح آپ سے باہر ہوتا

بوسہ ہونٹون کا نہ دیتے تو نہ ہٹتی تکرار
حشر مین بہی یہی جھگڑا لبِ کوثر ہوتا

حشر کے روز بہی مجھہ رند کی ہوئی جو طلب
دوش پر مے کا سبو ہاتہ مین ساغر ہوتا

دشت وحشت مین اگر خضر نہ ملتے نہ سہی
آنکے ہر غولِ بیابان مرا رہبر ہوتا

خط مین لکہا نہ مین اپنی جو پریشان حالی
ایسا کاہے کو تباہی مین کبوتر ہوتا

۳۶	شعر گوئی کا سلیقہ جو مجھے ہوتا آتش مین بہی مشہور زمانے مین سخنور ہوتا	۱۸

فتنہ پردازی سے غیر کی جو دلبر چھٹگیا
اضطرابِ دل بڑھا وحشت ہوئی گھر چھٹ گیا

بحرِ غم مین ڈوب کر عاشق اُبھرتے ہین کہین
تہ کو پہنچا ہاتہ سے جو وقت پھر چھٹ گیا

جذبِ الفت کا رگِ سودا دکہاتی ہے اثر
بار ہا فصاد کی چٹکی سے نشتر چھٹ گیا

اُس یمِ خوبی کے کوچے مین نہ رہنے پائے ہم
دور ساحل سے ہوے کوسون سمندر چھٹگیا

بزمِ عالم مین بہی مجھسا رند کم قسمت نہین
دستِ ساقی سے مے گلگون کا ساغر چھٹ گیا

کھل گیا مضمون بیتابیٔ دلِ ہمسایہ پر
ہاتھ سے اُسکے تڑپ کر جب کبوتر چھٹ گیا

مشق خونریزی نہ ہو جسکو کرے کیونکر وہ ذبح
ہاتھ یہ جلاد کا کانپا کہ خنجر چھٹ گیا

باعث ایذائے عالم ہے مری دیوانگی
وحشیون سے دشت انسانون سے گھر چھٹ گیا

لوٹتے ہین رات بھر کانٹون پہ ہم حسرت زدہ
عاشقِ مژگان ہوے جسدن سے بستر چھٹ گیا

دنپہ دن یہ ناتوانی جسم مین بڑھتی گئی
رفتہ رفتہ وادیٔ وحشت کا چکر چھٹ گیا

رحمتِ حق نے بنا رستہ نکالا خلد کا
عاصیون سے جادۂ صحرای محشر چھٹ گیا

تنگ آکر ہمنے دِل اُسکے حوالے کر دیا
فوج غم پسپا ہوئی سردارِ لشکر چھٹ گیا

مٹ گیا سارا طلسمِ زندگی نکلی جو روح
آج تیرا قیدیٔ چشم فسونگر چھٹ گیا

کیا ہے غرق بحر رحمت ہو گیا روزِ حساب
ہاتھ سے میرے گناہون کا جو دفتر چھٹ گیا

خط مین اپنا حال سوزِ دل بہی شاید لکھدیا
نامۂ پیچیدہ جو مہتاب بنکر چھٹ گیا

طائرِ دل گیسوئے پیچان نے اُلجھا یا تو تھا
خیر گذری خود بخود گھبرا کے چکر چھٹ گیا

طائران قدس مین غل تھا مبارک باد کا
دام سے صیاد کے جسدن کبوتر چھٹ گیا

۳۵	بت پرستی ترک کر کر اشک کعبے کو گئے شغل مے نوشی نہین معلوم کیونکر چھٹ گیا	۲۳۰

یہ پہلی ہی سے دشمن ہو رہا ہے آسمان اپنا
موئے پر دیکھنا ظالم مٹا دیگا نشان اپنا

مقدر کا کبھو دن آب و دانہ تھا یہان اپنا
چلے ہم باغبان لے اب اٹھا کر گھر گلستان اپنا

موئے پر کوچۂ جانان مین تیاری ہے گڑنے کی
روانہ پیش خیمہ ہو گیا سوئے جنان اپنا

اُٹھائین گے احبا کو نہ جانانسے پس از مردن
اُسی کوچے کی جانب پھر جنازہ ہو روان اپنا

کیا ظاہر نہ ہمنے گو کہ سودا اُسکی زلفون کا
مثالِ مشک بو دینے لگا رازِ نہان اپنا

مصیبت مین کٹین کیونکر نہ دن فصلِ بہار کے
نہ راہ و رسم ساقی سے نہ ہے پیرِ مغان اپنا

گرے آکر سگانِ کوے جاناں بعد مرنے کے — تبرک کی طرح سے بٹ گیا ہر استخواں اپنا
نہ اتنا دل میں اپنے چرخ اطلس پوش اترائے — جلا ہی دیگا اکدن نالہ آتش فشاں اپنا
مری سن سنکے نغمے بلبلِ سدرہ یہ کہتا ہے — ابھی باقی ہے گلزارِ جہاں میں ہمزباں اپنا
ہمیشہ گھات میں صیاد و گلچیں در پئے ایذا — اٹھا کر اب کہاں لے جائے کوئی آشیاں اپنا
وہاں بھی دشمنِ جاں اک نہ اک پیدا ہو قسمت سے — لگا ہیں شاخِ طوبیٰ پر اگر ہم آشیاں اپنا
پتا دل کا نہیں ملتا ہمیں گیسوے شبگوں میں — رہ ظلمات میں لوٹا گیا ہے کارواں اپنا
تباہی دل پہ آئی کچھ نہ کچھ زلفوں کی الفت میں — اندھیرے میں کہیں گمراہ ہے کارواں اپنا
سوا تیرے کوئی شی اب نہ آنکھوں میں سمائیگی — دکھائے لاکھ جوبن گر ہمیں حورِ جناں اپنا
نہیں موقوف کچھ جوشِ جنوں فصلِ بہاری پر — گریباں یوں ہی رہتا ہے ہمیشہ دھجیاں اپنا
کہاں تک تاب ایڑیاں رگڑیں جو مرضی ہو تری قاتل — خود اپنے ہاتھ سے کاٹے گلا یہ نیمجاں اپنا
نہ ہم ظاہر کرینگے زلف کا سودا پس از مردن — چھپائینگے اگر کی بتیاں کیونکر دھواں اپنا
نمودِ خط زنخداں پر ہے دل کے دھوکا دینے کو — سنا ہے آجکل خسپوش رکھتے ہیں کنواں اپنا
میری زردیٔ رخ کو دیکھکر پھرون وہ ہنستے ہیں — جلا لیتی ہے کیا رنگ کشتِ زعفراں اپنا
ہمیں جینا نہیں مرنا جو ہونا ہو سو ہو جائے — زمیں کیا لی کی ہم سے کیا کریگا آسماں اپنا
ہوا ہوں زار ایسا فرقتِ جاناں میں گھل گھلکر — ہوا کے ساتھ اڑ جاتا ہے جسمِ ناتواں اپنا
اٹھایا کس خوشی سے دوش پر بارِ غمِ الفت — ہوا ہے عالمِ ارواح میں جب امتحاں اپنا

۳۸	عمارت کا بنانا اشک کیونکر چھوڑ دے منعم ابھی آنکھوں سے دیکھا ہی نہیں ہے وہ مکاں اپنا	15

جان سے اپنی گیا موت کا گھر دیکھ لیا — جیسے اکبار تجھے بھر کے نظر دیکھ لیا
سامنا عشق میں ہے رنج و غم و آفت کا — ان بلاؤں نے تو اچھا مرا گھر دیکھ لیا

اُسکی تیغ نگہ ناز کا اللہ رے کاٹ
ڈر گیا جسنے مرا زخم جگر دیکھہ لیا

تہا دم قتل اُسے خوف جو بدنامی کا
مڑ کے قاتل نے اِدہر اور اُدہر دیکھہ لیا

دِل گم گشتہ کے ہمراہ وہ خود کہوئے گئے
اُنھنے ہمدیدہ نگاہون نسے جدہر دیکھہ لیا

مرتے دم رنج و الم ہجر کے سب بہول گئے
خوب جی بہر کے تمہین رشکِ قمر دیکھہ لیا

منزلِ گور تک آئے ہین بڑی مشکل سے
خوب احباب کو ہنگام سفر دیکھہ لیا

کون مانع ہے چلے آئیے جب جی چاہے
عذر کی جا نہین اب تو مرا گہر دیکھہ لیا

تہام کر رہ گئے ہاتھون سے کلیجا اپنا
آج تمنے مری آہون کا اثر دیکھہ لیا

باتین کرتے ہین جو احباب نصیحت آمیز
آنسون سے کہین دامن ترا تر دیکھہ لیا

ہے کسی رونسے بگڑا ہوا گلچین کا مزاج
کہین بلبل کا چمن مین کوئی پر دیکھہ لیا

یادِ چشمانِ پریوش مین ہوا دل بے چین
سو ہر نرگس کبہی بہولے سے اگر دیکھہ لیا

برگ گل پہینکدیا ہاتہ مین لیکر اُسنے
بار اٹہائیگی نہ اِتنا بہی کمر دیکھہ لیا

افعیِ زلف نے اُگلا ہے یہ من دلمین کہا
ہمنے جسدن ترے بُندیکا گہر دیکھہ لیا

۳۹	بے مقدر نہین کچہہ اشک کسیکو ملتا کام آتا نہین انسان کے ہنر دیکھہ لیا	۱۸

کہان سوزِ الم مین دلسے آہون کا دہوان نکلا
جو نکلا ہی کبہی تو شعلۂ آتش فشان نکلا

ہوا جوشِ جنون جب منہہ سے آہون کا دہوان نکلا
کہا سب نے کہ دیوانون کے لشکر کا نشان نکلا

حرارت سوزِ غم کی بعد مردن بہی نہین جاتی
لحد سے شمع سان جلتا ہوا ہر استخوان نکلا

نہین ممکن حسابِ کُشتگان کوچۂ قاتل
زمین کہودی جہان اک دو مرقد کا نشان نکلا

دکھایا بعد مرنیکے اثر زلفون کے سودے نے
لحد چہلم کو جب کہودی گئی باہر دہوان نکلا

ہزارون قمریان آئین ہوا خواہی کی حسرت مین
گلستانکی طرف سے جب مرا سرو روان نکلا

کوئی خواہان نکل آئیگا اپنے یوسفِ دلکا
اگر چاہِ زنخدان کی طرف سے کاروان نکلا

مگر آخر کو دوبہری ہوگئی بارِ محبت سے
جسے ہم کاہ سمجھے تہے وہی کوہِ گران نکلا

چمن ماتم سرا تہا نالۂ مرغانِ گلشن سے
سبد پہولون کا لیکر باغ سے جب باغبان نکلا

گلے پر چل گئی شاید چہری مرغانِ گلشن کے
چمن سے خون مین ڈوبا ہوا ہر باغبان نکلا

ہوا افشا ہے رازِ عشقِ گیسو ذبح ہونے سے
عوض خون کے مری رگہای گردن سے دہوان نکلا

پلا دو مجھ ہی کو گر پڑ گئی اُسکو شوقِ خونریزی
ستمگار مین اپنے وقت کا چنگیز خان نکلا

کسی میخوار کو خالی نہ پایا اپنے مطلب سے
خرابات جہان مین دوست اک پیرِ مغان نکلا

قیامت ہے حقیقت مین جدائی روح وقالب کی
پہنسا آفت مین طائر چہوڑ کر جب آشیان نکلا

گرفتارِ محبت ہوگئے دس بیس سودائی
جہان با ہر وہ منت کی پہنکر بیڑیان نکلا

طریقِ عشق مین اتنی ریاضت تو کرے کوئی
ہوا سے بہی سبک تر اپنا جسمِ ناتوان نکلا

ازل کے دن سے قسمت مین تری نارسائی ہے
کوئی ارمان دل کا تجھ سے کب اے آسمان نکلا

۱۴	کہ یکہ اشتاب جسکو مرنے جینے کی نہین پروا زمانے مین کوئی مجھ سا نہ بے نام و نشان نکلا	15

غلغلہ پھر ہو زمانے مین مری الفت کا
کوئی معشوق جو ملجائے تری صورت کا

عہدِ طفلی سے جو خوگر ہون غم و آفت کا
ہون فلک سے کبھی خواہان نہ ہوا راحت کا

آسمان سے مرا گہر پوچھنے آتی ہے بلا
مین ہی دنیا مین نشانہ ہون ہر اک آفت کا

سچ تو یہ ہے کوئی کس چیز کی تعریف کرے
چال اُس بت کی قیامت ہے تو قد آفت کا

دو گھڑی بیٹھکے جو طاعتِ خالق کرتے
زندگی بھر نہ کوئی وقت ملا فرصت کا

آنکھ جب بند ہوئی اور ہی عالم دیکھا
اُٹھے دنیا سے تو پردہ بہی اُٹھا غفلت کا

پار بیڑا ہے قیامت مین گنہگارون کا
آگیا جوش پہ دریا جو تری رحمت کا

جنسِ دل لیکے نہو ئی کہین ہیرا پہیری
بن سنور کر وہ کسی روز اگر آبیٹہا
کاسۂ زہر بہی ساقی نے اگر مجکو دیا
جی کسیطرح بہلتا نہین آبادی مین
عدم آباد مین جا کر کیا غفلت کا شکار
شبِ وصلت بہی رہے گرمیٔ رنجش کے کلام
سخت جانی پہ بہی یون تیغ گلے سے اُتری

فیصلہ پہلے ہی کر لیجیے کچہہ قیمت کا
اور ہی رنگ نظر آگیا کچہہ صحبت کا
پی گیا جام سمجہکر مین اُسے شربت کا
کچہہ دنون سے جو مزا پڑ گیا ہے غربت کا
کمرِ یار کا مضمون تہا بڑی دقت کا
خون ہو جائیگا ظالم دلِ پُر حسرت کا
جسطرح گہونٹ اُتر جائے کوئی شربت کا

۴۱

دامنِ دشتِ جنون ہاتہ سے چہٹتا ہی نہین
آجکل اشت[illegible] یہ عالم ہے مری وحشت کا

۲۲

اُٹہ جائے جو آنکہونسے پردہ کہین غفلت کا
سُنتے نہین کانونسے ہم نام بہی راحت کا
اپنے بہی ہین بیگانے اس محفلِ عالم مین
لایا تو ہون جنسِ دل بازارِ محبت مین
کہدیا کہ مدفون ہین خمخانۂ ساقی مین
ٹکرا کے موئے لاکہون اس بہول بہلیا مین
مشتاق کوئی مجہسا ہوگا نہ زمانے مین
دل دیکے بہلا پہلے دیکہین تو کسی بت کو
دنرات گہروندا سا بنتا ہے بگڑتا ہے
عشاق سے سنتے ہین دیدار کا وعدہ ہے
کعبہ ہو جو اُس جانب سجدہ نہ کرین مڑکر

ہر شی مین نظر آئے جلوہ تری صورت کا
جسدن سے ہوا دل کو یہ روگ محبت کا
بگڑا نظر آتا ہے کچہہ رنگ ہی صحبت کا
گاہک کی طبیعت پر ہے فیصلہ قیمت کا
پوچہے جو پتا کوئی میخوارون کی تربت کا
آسان نہین طی کرنا کچہہ راہِ حقیقت کا
بیعانہ لیے پہرتا ہون جنسِ شہادت کا
ہے عشقِ مجازی سے رتبہ ہی حقیقت کا
کیا جانے کوئی اسکو کہیل اُسکی ہے قدرت کا
ہمکو بہی بلا لینا جب دن ہو قیامت کا
ملجائے اگر ہمکو اک بت تری صورت کا

جب چاہین پر سجاے بیٹہہ فصلِ بہار مین
ہو معتقد ای زاہد رندون کی کرامت کا

باتین ہی بہرتی لین کہ بیٹہین گر ہم ہتہہ پر
پہلو کوئی ہاتہ آیا جسوقت شکایت کا

تم اور دکہاتے ہو اس دہکتے ہوے دلکو
پہلے ہی سے تہا اک تو مارا ہوا آفت کا

کس صورتِ زیبا کا مشتاق زمانہ ہے
ہر پہول مین ہے عالم جو دیدہ حسرت کا

مرنے سے نہین ڈرتے جو عاشقِ صادق ہین
آب دمِ خنجر بہی اک گہونٹ ہی شربت کا

ہر ایک سرِ مو سے چنگاریان جہڑتی ہین
ہوتا ہے مجہے دورہ جسوقت حرارت کا

کچہہ فصل بہاری پر موقوف نہین سودا
دنیا سے نرالا ہے عالم مری وحشت کا

صحرا و بیابان مین سودا لئے پہرتا ہے
گر بن گیا ہون گویا مین وادی وحشت کا

معلوم ہوا ہمکو قمری کی یہہ کوکو سے
تہا ذکر گلستان مین تیرے قد و قامت کا

بیتابی دل نے کیا راحت دہی پس از مردن
گہوارہ طفلان ہے گوشہ مری تربت کا

۴۲	شب گذری جوانی کی آئی سحرِ پیری ای اشک بس اب جو نکو موقع نہین غفلت کا	۱۷

کون کون اسکے تصدق مین نہین زر لے گیا
چرخ نے گہر بہر لیا اتنی نچہاور لے گیا

جانگر کشتہ مجہے سیمین تنون کا بعدِ مرگ
تا بلِ مین خاک بہر کر کیمیاگر لے گیا

جانگر دیوانہ پلکون کا مجہے فصاد بہی
فصد لینے کو تری مژگان کا نشتر لے گیا

یار کی زلف معنبر کا کسے سودا نہین
سیر گلشن کو جو آیا سنبلِ تر لے گیا

صورت و سیرت مین کسدن ڈہونڈہ نکلی حورِ خلد
لب دہن پر تیرے سبقت حوضِ کوثر لے گیا

وائے قسمت قتل کی مانع ہوئی حسرت مری
تا گلو سو مرتبہ جلاد خنجر لے گیا

کوچۂ گیسو سے کیونکر لایا دلِ پر اضطراب
پہر پہرا کر رنگ سا جسوقت مین گہر لے گیا

مین وہ میکش ہون مرے پر بہی لحد پر جا بجا سنگ
جو گیا جام و سبو مین پہول بہر کر لے گیا

کی فقیری تیرے در کی مینے جبسے اختیار
رشک مجھپر بادشاہِ ہفت کشور لے گیا

ناتوانی کی بدولت سیرِ گلشن کی ہوئی
جا بکر تنکا مجھے بلبل اُٹھا کر لے گیا

جوشِ سودا اِسکو کہتے ہین کہ جب آئی بہار
اِس زمین و آسمان سے مجکو باہر لے گیا

اِسقدر دوری مین اُس دلدار کے رویا ہون مین
رشک میرے دیدۂ تر پر سمندر لے گیا

رات بھر گیسو تو بنتے ہین غضب ہو جائیگا
ہو جو زلفِ یار گر کوئی فسونگر لے گیا

پہر قیامت مین بپا ہوگی قیامت دیکہنا
گر دلِ نالان مین اپنا روزِ محشر لے گیا

بغض مرنے پر بہی ہے لوگون کو میرے نام سے
قبر کا آخر چرا کر کوئی پتہر لے گیا

نارسا ایسا مقدر تو نہوگا اور کا
گر پڑا رستے مین جو نامہ کبوتر لے گیا

٤٣	ہمصفیران چمن کو رشک مین بہولا ہمین قبرِ بلبل پر بہی اک پہولون کی چادر لے گیا	١٩

نقشِ ابرو سے ضرر میرے گمانمین کچہہ نہتا
تیر اک دلپر لگا لیکن کمان مین کچہہ نہتا

بعد مرنے کے سگِ جانانسے شرمندہ ہوا
آتشِ غم کے سوا یہان استخوان مین کچہہ نہتا

ہاتہ سے صیاد و گلچین کے ہوا برباد سب
موسمِ گل مین سنا ہے گلستان مین کچہہ نہتا

تہا فقط جذبِ محبت کا زلیخا کے اثر
کام یوسف کا وگرنہ کاروان مین کچہہ نہتا

ناز و انداز و ملاحت پر لبہا کرتے تہے ہم
وہان صباحت کے سوا حورِ جنان مین کچہہ نہتا

حسرت و ارمان نہ نکلے دلکے جب مینے کہا
ہنسکے فرمایا کہ اُس اجڑے مکان مین کچہہ نہتا

تیرے آنے سے بدن مین آگئی تاب و توان
دو گہڑی آگے تو جسمِ ناتوان مین کچہہ نہتا

بند میخانہ رہا قاضی کے شر سے چند روز
میری جانب سے دلِ پیرِ مغان مین کچہہ نہتا

فصلِ گل مین مَی نہ دیتا کیا ہمین یہ پیرِ مغان
محتسب کا خوف ہے لیکن دکان مین کچہہ نہتا

[illegible] اپنے منہہ سے اب جو چاہے فرمائے
غیر کو سو بار دیکہا امتحان مین کچہہ نہتا

ایک مدت تک کھنچا غم سے ترا کہا یا کیا — یہاں تکلف میزبان و میہمان میں کچھ نتھا
ہاتھ ساقی سے زلال آیا نہ دورِ رفتہ میں — سیر چرخ قسمت کا ہی دورِ آسمان میں کچھ نتھا
خود دولت کر قیس کو لیلی دکہا دیتی جمال — پردۂ محمل تو دستِ ساربان میں کچھ نتھا
دل بسر بلبل کو ابھی پوری بھی نکلی تھی نہ آہ — جاکے لوگوں نے جو دیکھا باغبان میں کچھ نتھا
عاشق و معشوق میں پھر وصل کہتے ہیں کسے — فرق بھی پوچھو تو ایسا دو کمان میں کچھ نتھا
میکدہ پیسے لیگئے میخوار بھر بھر کر سبو — سیر سے جسکے کا خم پیر مغان میں کچھ نتھا
کیوں نہ ہوتا آسمانِ حسن کا ہو تا گمان — فرق اُسکی مانگ میں اور کہکشان میں کچھ نتھا
بلبلیں نغمہ سرا گلزار میں گل عطر بیز — موسمِ گل میں یہ سب کچھ تھا خزان میں کچھ نتھا

۱۸	کہتے ہیں باب اجابت تک پہنچتی ہے دعا اشک اب سمجھے اثر اپنی زبان میں کچھ نتھا	۴۴

دل کیا کرتا ہے جسے یہ مقدر کیسا — آج رہ رہ گیا ہے حلق پہ خنجر کیسا
داغ ہا دیکھ ذرا فصل بہاری کی ہوا — صورتِ برگِ خزان اُڑ گیا منبر کیسا
دیکھیے آہِ شرر بار کی اک دن تاثیر — موم کی طرح پگھلتا ہے پتھر کیسا
شب فرقت کوئی آکر مری حالت دیکھے — سو جزن رہتا ہے آنکھوں میں سمندر کیسا
چاک مشق کا ہے بنا پس اجرک کہسار — راتدن ہے مری تقدیر کا چکر کیسا
خط میں بیتابیِ دل لکھ کے جو میں دیتا ہوں — برق بنجاتا ہے اُس وقت کبوتر کیسا
اُس سہی قد کو چمن میں جو خراماں دیکھا — شرم سے رہ گیا خم ہو کے صنوبر کیسا
پائی خون اگ بھری تھی جو مری رگ رگ میں — جل گیا ہاتھ میں فصاد کے نشتر کیسا
بال کھولے ہوئے آئے تو قیامت میں وہ شوخ — رنگ لاتے ہیں سری بھی دمِ محشر کیسا
فصل گل آئی چلے وادیٔ وحشت کی طرف — اب بھلا راحت و آرام کہاں گھر کیسا

بحرِ غم میں مری کشتی کو جو دیکھا تھا تباہ
ٹوٹ کر بہہ گیا طوفان میں لنگر کیسا

گرمیِ شعلۂ عارض سے تری اے ساقی
اُڑ چلا تھا مَیِ گلرنگ کا ساغر کیسا

قدر کچھ ہوئی یہ ترے گیسوؤں کی خوشبو سے
مشک پھینکا گیا مٹی ہوا عنبر کیسا

نہیں ہم خاک نشینوں کو تکلف سے غرض
سو رہے نیند جہاں آگئی بستر کیسا

ناز کی چال خدا کے لئے موقوف کرو
تم نے دیکھا کہ بپا ہو گیا محشر کیسا

دیکھ کر یار ترے آئینۂ زانو کو
دل میں شرمندہ ہوا ہوگا سکندر کیسا

جی گئے ہم لبِ جاں بخش کے بوسے جو لئے
چشمۂ آبِ بقا ہونٹھ ہیں کوثر کیسا

۴۵ | غیر کا دیکھ کے منہ تو نہیں اُٹھا تھا میں آتش
آج روتے ہوئے گذرا ہے مجھے دن بھر کیسا | ۱۷

بہرِ گلگشتِ چمن وہ جو کبھی آ نکلا
ہاتھ بھر سرو سے بڑھ کر قدِ بالا نکلا

دلِ بیتاب ہے سمجھا کئے ہم عقدۂ دل
چھیڑ کر دیکھا جو پہلو کو تو پارا نکلا

میرے اک گھر کے سوا اور بھی کچھ بستے ہیں
منہ سے اپنے جو شبِ ہجر میں نالا نکلا

خیریت ملکِ عدم میں بھی نہیں ہے اے [illegible]
باغ میں داغ بدل دیکھئے لالہ نکلا

گرد ہے مجمعِ اطفال پئے سنگ زنی
تیرا سودائی بھی اک طرفہ تماشا نکلا

وحشت انگیز ہیں کس درجہ مغیلاں کے درخت
وادیِ نجد سے بڑھ کر مرا صحرا نکلا

تنگ ہے وادیِ وحشت سے عجب الجھن تھی
تنگیِ دنیا کے برابر مرا صحرا نکلا

دی مجھے وادیِ وحشت میں جنوں نے منزل
سر سے باہر بھی مرے خارِ کفِ پا نکلا

آمدِ فصلِ بہاری کی خبر جب آئی
دشت کو شہر سے لیکر مجھے سودا نکلا

اپنی قسمت کی برائی کسی صورت نہ گئی
اک نہ اک وصلتِ جاناں میں [illegible] نکلا

ردیف آتش نے بدلا ہے خدا خیر کرے
مصرعہ [illegible] باندھ کے [illegible] نکلا

ایسی خوشبو نہیں پائی نہ یہ پائے خم و پیچ
سنبل باغ پہ گیسو ترا طرہ نکلا

اٹکیا پیچ مین بگڑی کے جو گیسو اُن کا
سب نے جانا کہ ہے شمشاد مین طرہ نکلا

تابش مہر سے آنکھو مین چکا چوند ہوئی
داغ دل سے مرے جسدن کوئی پھاہا نکلا

جائے آسایش و آرام جسے سمجھے تھے
اب جو دیکھا تو وہ مٹی کا گھروندا نکلا

عشق گیسو مین ہوا اِس مرتبہ سودے کا فتور
خون جب نکلا مرے جسم سے کالا نکلا

۴۶

باغ عالم مین رہا روز خزان کا دھڑکا
اشناس مرنے پہ مرے ویسے یہ کھٹکا نکلا

۲۵

بالائے بام کل جو وہ بت بے نقاب تھا
گیندے کا پھول رنگ رخ آفتاب تھا

جن روزوں میں کم سنی تھی شروع شباب تھا
آشوب حسن یار سے عالم خراب تھا

دھوکا تھا جسکو سمجھے ہوئے مین شباب تھا
دو چار دنمین کھل گیا جتنا خضاب تھا

اک روز سرد آہ جو کھینچی تو ٹوٹ گیا
سمجھے ہوئے تھا دلمین جسے وہ حباب تھا

پھل پا گیا رقیب نے الفت کا یار کی
تھا مین تباہ حال تو وہ بھی خراب تھا

دیکھا کیا مین جلوۂ حال رخ صنم
تصویر آفتاب مین اک آفتاب تھا

پی گئے شراب ناب سے اُسنے جو کی طلب
بلبل کا دست شاہد گل مین کباب تھا

انکے خط عذار پہ وارفتہ ہو گیا
ایدل کتاب حسن کا پہلا یہ باب تھا

نکلی جو روح جسم سے اپنے تو یہ کھلا
اک آفتاب قید طلہ باب تھا

مثل حباب چند نفس کی نمود ہے
جو تھا وہ اپنے وقت کا افراسیاب تھا

آئے سفید بال نظر آنکھ جب کھلی
جھونکا نسیم صبح کا تھا یا شباب تھا

نقشا بنکے چاہی نہ مانی نے جسکی نمود
تصویر بولتے مین وہ حاضر جواب تھا

روشن چراغ تھے ساقی کی بزم مین
ہر غنچے کے ہاتھ مین جام شراب تھا

مژگانِ چشم دید کی مانع تہی ہر طرف — دو چلمنون کا بیچ مین اپنے حجاب تہا
اِک گل کی یاد مین جو مین رویا تہا رات بہر — پانی کی جا تمام چمن مین گلاب تہا
شاہد پرست جان گئے منکر و نکیر — انکا سوال کچہہ تو مرا کچہہ جواب تہا
خالی نہ پایا اُسکے تصور سے کوئی دل — موجود ہر جگہ بتِ خانہ خراب تہا
دِل کی تڑپ کا حال نہ فرقت مین پوچہئے — بجلی سے بہی بڑہا ہوا کچہہ اضطراب تہا
روشن تہا عکس ابرو و عارض سے آئینہ — پیشِ نظر قرآن مہ و آفتاب تہا
مرنے پہ بہی نہ دل سے گیا صدمۂ فراق — بیتابیان وہی تہین وہی اِضطراب تہا
آہون نے کیا فقط تہ و بالا تہا آسمان — مُردون کو بہی زمین کے تلے اضطراب تہا
بچ بچ گئے ہم اُس بت کافر کے ہاتہہ سے — مذہب مین جسکے قتل مسلمان ثواب تہا
مدت سے قتل عام کا شہرہ تہا ہر طرف — امن و امان کا بند مہینون سے باب تہا
سب کائنات دفترِ عالم کی دیکہہ لی — اِک فرد مین تمام جہان کا حساب تہا

۴۷	ای اشک وصل یار سے محروم ہی رہے انکو جو شرم تہی تو ہمین بہی حجاب تہا	۲۵

کسکا منہہ ہے جو صنم رخ کے مقابل ہوگا — آئینہ دیکہہ کے دعوئی ترا باطل ہوگا
غم سے صد چاک گلو نکا جگر و دل ہوگا — رخنہ سرخی یہ نہین خون عنادِل ہوگا
زیب و زینت پہ وہ سفاک جو مائل ہوگا — رقص بسمل کا تماشا سرِ محفل ہوگا
مر مٹے گا اُسی کوچے مین یہ دیوانہ عشق — نقش پائے بت مغرور سلاسل ہوگا
جانے دیتا ہون نشانہ کوئی خالی اُسکا — ترک جس عضو کو تاکیگا وہین دِل ہوگا
قصد کر کسب ہنر کا مہِ تابان کی طرح — داغ جب دل پہ اُٹہائیگا تو کامل ہوگا
دردِ سر مول لیا دیکے دل اک مہوش کو — مجہہ سے بڑہکر بہی جہان مین کوئی عاقل ہوگا

سنبل تر پہ ہوا گیسوئے لیلیٰ کا گمان	غنچۂ گل کو یہ سمجھا مین کہ محمل ہوگا
موسم گل تو ذرا اب کے برس آنے دے	عشق گیسو مری پاؤن کو سلاسل ہوگا
رنج و غم کے لئے ہوجائیگی گنجایش بھی	اُسکے ہر تیر کا پیکان مجھے اِک دل ہوگا
بجھہ گیا سب غم دوری مین تری گھل گھلکر	قطرۂ خون جسے سمجھا ہے مرا دل ہوگا
دیکھہ لیتا ہون جو سیماب کا کشتہ مین کہین	جی مین اپنے یہی کہتا ہون مرا دل ہوگا
سفر ملک عدم بھی ہر کوئی طرفہ طلسم	مرکے ہر ایک بشر داخل منزل ہوگا
بوریا تارکِ دنیا کے لئے کافی ہے	جن پکڑلے گا جو اِس نقش کا عامل ہوگا
غیر کب ہاتھہ سے سفاک کے جانبر ہونگے	دِق ہمین ہوگی تو اُنکو مرض سل ہوگا
زندگی بھر تری زلفون کا رہیگا سودا	سر سے یہ جن وہ اُتاریگا جو عامل ہوگا
اِک بت حسن کی فرقت مین جو مرجاؤن گا	مقبرہ اپنا حباب لب ساحل ہوگا
ناتوانی مین اگر ہوگا ہمین جوش جنون	عشق گیسو ترا پاؤن کو سلاسل ہوگا
ہاتھہ اُٹھا بیٹھین گے ہم مہر و محبت سے تری	شرط یہ ہے کہ جو قابو مین صنم دل ہوگا
جستجو نے تری دیوانہ بنایا ہے مجھے	گرد اُٹھے تو یہ سمجھا ترا محمل ہوگا
رخ سے جلاد دم ذبح جو اُلٹے گا نقاب	ساتھہ میرے ملک الموت بھی بسمل ہوگا
اِک دن خاک پہ چکر اُسکے گرے گا گردون	میری آہون کا کہان تک متحمل ہوگا
خوف کچھہ اہل توکل کو نہین دنیا مین	آپ کھلجائیگا جو عقدۂ مشکل ہوگا
گر پڑونگا جو کسی زہرہ جبین کے غم مین	وہ کنوان بھی مرے حق مین چہ بابل ہوگا

۴۰۸	ناتوانی یونہین کچھہ دن جو رہی اور امی **شک** بات کرنا بھی ضعف سے مشکل ہوگا	18

جھکا رہا تری چوکھٹ پہ سر زمانے کا	ہے سنگ کعبہ کوئی پتھر آستانے کا

وہ آئے بڑھ گیا رتبہ غریب خانے کا
پپیئے سجود ہے سر خم جو اک زمانے کا
ہمارے گھر مین ارادہ ہے شاید آئیگا
رہا سحاب کرم بن سر پہ رندون کے
کسی بلا مین ہو پرسان حال کوئی نہین
کہلین گے عشق کے اسرار شانہ ہین پہ تمام
ہوا سے اڑتے ہین گیسو تو کیا بگڑتا ہے
گرینگے اشک ندامت پہ سرد دوزخ کو
لگا دی فصل بہاری مین آگ گلچین نے
ہماری لاش بہی چور نگ کیجیئے پس قتل
ستایا جاے جہان تک ستائیے ہمکو
نظر جو شاخ پر آتا ہے کوئی غنچۂ گل
سکھایا کبک دری کو خرام ناز اُسنے
کچھ اُسنے وصل کے بارہ مین گفتگو کرتے
نہ کس طرح سے غنیمت ہو زیست مثل حباب
خدا نے دی ہی تمہین یار حسن کی دولت

ہر اک چومتا ہے پتہر آستانے کا
حرم مین سنگ ہے کس بت کے آستانے کا
پتا وہ پوچھ رہے ہین غریب خانے کا
دہوان سمٹ کے جو اُٹھا شراب خانے کا
لہو سفید کچھ ایسا ہوا زمانے کا
جو استخوان کوئی لیجائے میرے شانے کا
سمند ناز کو دہوکا ہے تازیانے کا
لگی ہوئی کوئی دل کی نہین بجھانے کا
کہین پتا نہین بلبل کے آشیانے کا
جو حوصلہ ابہی باقی ہو آزمانے کا
مزا ہے دیکھتے ہوئے دل آہ کو دکھانے کا
گمان ہوتا ہے بلبل کے آشیانے کا
اڑایا غنچون نے انداز مسکرانے کا
نہوتا خوف اگر آبرو کے جانے کا
کہ یہان جا کے بھروسا نہین پھر آنیگا
یہ رخ پہ خال نہین قفل ہے خزانے کا

٤٩	ہماری قبر نہ کہدوا کے پھینکدے اب اشک کہ شوق ہے اُسے نام و نشان مٹانے کا	٢٠

…یکھتے ہی دل اسیر دام گیسو ہو گیا …ان ہائی آخر مری چشم سیاہ یار نے	ہم جبھی سمجھے کہ اب بیکار پہلو ہو گیا شیشہ کے مانند مردم خوار آہو ہو گیا

بات کی جس سے نگر کر دم فنا اُسکا ہوا ‏ / معجزہ سمجھے تھے ہم جسکو وہ جادو ہو گیا

کاٹ کھاتا ہے مرے تلوؤں میں جب جاتا ہوں میں / نقش پائے غیر میرے حق میں بچھو ہو گیا

گیسوئے پیچاں کی تاثیر محبت دیکھنا / گھلتے گھلتے جسم سارا مشک کی بو ہو گیا

اسقدر دلمیں محبت سلسلہ جنباں ہوئی / رفتہ رفتہ عرش کی زنجیر گیسو ہو گیا

اس سے کیا بڑھکر عیاں ہوگا بھلا اعجاز حسن / خال کا نقطہ دیا کاغذ پہ جگنو ہو گیا

خفتگان خاک چونکے ناز سے جب وہ چلے / صور اسرافیل کیا چھاگل کا گھونگرو ہو گیا

آب و دانہ فرقتِ جاناں میں ہے مجھپر حرام / حلق میں اٹکی غذا پانی سے اُچھو ہو گیا

چلنے ئے اغیار جب دیکھا زوالِ حسن یار / افعیٔ مردہ ہر اک کے حق میں گیسو ہو گیا

اُنکے بالوں کی محبت دن پہ دن بڑھتی گئی / چار ہی دن میں گلے کا ہار گیسو ہو گیا

اِسطرف دِل اُسطرف اُس ترک کا پیکان تیر / دوسرا ہی اب مرا آباد پہلو ہو گیا

جھرِّیاں پیری کے باعث سے نہیں یہ جسم میں / خوشنمائی کے لئے جامے پر اُتّو ہو گیا

ہو گئی پوری شہادت کی جو حسرت دلمیں تھی / تیر سینے میں مرے آکر ترازو ہو گیا

ہے اِشاروں میں یہاں بیتابی دل کا بیاں / دُرِّ غلطاں آنکھ سے گرتے ہی آنسو ہو گیا

حُسن کیسا جب دِکھائی کچھ کرامت عشق نے / بچۂ زنگی بھی نظروں میں پری رو ہو گیا

وہ حسین تجکو بنایا ہے خدا نے اے صنم / خضرِ صحرا گرد نی دیکھا تو لٹو ہو گیا

اے صنم کیا عطر آگیں ہے ترا سارا بدن / چھو لیا جس پھول کو تونے وہ خوشبو ہو گیا

بعد مردن بھی ترقی پر رہی سیل سرشک / گنبدِ مدفن نظر میں سب کے ٹاپو ہو گیا

کاٹ کر اپنا انگشت آپ ہی مر جائیں گے / بر سر پر خاتش گر ہم سے پری رو ہو گیا

حسرتیں دل کی نکلیں دیدۂ تر سے اچھلا / نوح کا طوفان اپنے ساتھ مر کر لے چلا

قتل کرنے کو جفا جو گھر سے باہر لیچلا
خلد سے مجکو جہنم مین مقدر لے چلا

کوچۂ گیسوے پیچان مین لئے جاتا ہے دل
کھینچکر ظلمات مین مجکو سکندر لیچلا

بال کنگہی کے لپیٹے اُسنے گردن مین مری
افعیِ مردہ گلے مین ڈال کر گھر لے چلا

لکھتے لکھتے مر گیا مین یار کا مکتوبِ شوق
داغِ تازہ ساتھ نامے کے کبوتر لیچلا

کوے قاتل کی زمین میری پکڑ لیتی ہے پاؤن
جب بغل مین مار کر اپنا بستر لیچلا

لاش پر ہے کیا سگان کوے جانان کا ہجوم
کھینچکر دھڑ لے گیا کوئی کوئی سر لیچلا

ٹکڑونسے آسمان مین در نمایان ہوگئے
کیا جنون ارض و سما سے مجکو باہر لیچلا

قامتِ جانانہ کا مر کر بھی رہا دل مین خیال
ساتھ اپنے باغ عالم سے صنوبر لے چلا

یاد مین افعی گیسو کے ہوا بےچین دل
سانپ اُٹھا کر سامنے سے جب فسونگر لیچلا

نارسائی اپنی قسمت کی ذرا دیکھے کوئی
باز نے گھیرا اگر نامہ کبوتر لے چلا

کس مصیبت سے دیا ہے چرخ نے دو گز کفن
عالمِ اسباب سے کیا خاک پتھر لیچلا

دید کے قابل ہے بیرحمی ستم ایجاد کی
ذبح کرنے کو مرے بے آب خنجر لیچلا

بہرِ گلگشتِ چمن آیا جو وہ رنگین ادا
زر لئے مٹھی مین ہر غنچہ نچھاور لیچلا

روشنی کی کنج مرقد مین اُسے حاجت نہین
دل مین جو داغِ غمِ سبطِ پیمبر لے چلا

فصلِ گل مین لٹ رہی ہین خانقاہ و مسجدین
کوئی سجادہ کوئی واعظ کا منبر لے چلا

اِس دلِ بیتاب کے ہاتھون نہین بچنے کی جان
آج دم دیکر مجھے جلاد کے گھر لے چلا

ابرِ رحمت نے کیا محشر مین سایہ فرق پر
رکھکے سر پر مین جو نعلینِ پیمبر لیچلا

کیون نہو شاہ و گدا کا بعدِ مردن ایک حال
جز کفن کیا خاک دنیا سے تونگر لیچلا

چلتے چلتے زلف عنبر بو سنگھا دی یار نے
ساتھ اپنے مجکو دیوانہ بنا کر لیچلا

راستے مین دیکھ لین گے اشک جی بھر کے اسے

۵۱ | ساتھ ہمکو بھی اگر وہ روزِ محشر لیے چلا | ۱۶

ہجر مین غم کا پہاڑ اک تو مری سر پر گرا
اُسپہ چار آنسو اگر رویا تو صد ہا گھر گرا

یون تو رونے سے گری دیوار یا اک در گرا
آج تو او دیدۂ تر مجھپہ سارا گھر گرا

اہلِ دولت کی ہوس مرنے پہ بھی جاتی نہین
غنچۂ گل شاخ سے مٹھی مین لیکر زر گرا

مشک و عنبر کی مہک آنے لگی اُس خاک پر
جس زمین پر سایۂ گیسوئے پیغمبر گرا

طور کا جلوہ دکھا دے تو بھی اہلِ بزم کو
آج برقِ حسن واعظ پر سرِ منبر گرا

کیا برابر عشق نے دونون طرف تاثیر کی
بام پر بیہوش وہ غش کھا کے مین باہر گرا

شاق اسقدر جو ہر اِس کان ملاحت کا فراق
دُرِ غلطان بنگیا جو کان سے گوہر گرا

ہجرِ جانان مین کسے بھاتی ہر گلگشتِ چمن
برگِ گل کو بھی مین سمجھا سر پر اک پتھر گرا

آئینہ رو یونکی فرقت مین جنون زور و نپہ ہے
جی یہ کہتا ہے کہ چل کر سدِ اسکندر گرا

ہوش اُڑین طاؤس کے دیکھے جو وہ رفتارِ ناز
ہر جگہ کبکِ دری ٹھوکرین کھا کر گرا

راہ چلنے مین ہر میرے ناتوانی سدِ راہ
راستے مین سو جگہ کھا کھا کے مین ٹھوکر گرا

دل نہ قابو مین رہا میرا تڑپنا دیکھکر
آپ بھی جلاد غش کھا کر مع خنجر گرا

بن گئی ہین آگ کی چنگاریان نجمِ فلک
خرمنِ دہقان مین اپنی آہ کا اخگر گرا

وصل مین تکرار اک بوسہ پر اُنسے بڑھ گئی
شیشۂ دِل ٹوٹ کر میرا لبِ کوثر گرا

دست و پا کیا بھولتے ہین میری وحشت دیکھکر
ہاتھ سے فصاد کے سو مرتبہ نشتر گرا

۵۲ | جسم کی تاب و توان جاتی رہی فرقت مین اشک
خونِ دل آنکھون سے میری اشک بن بنکر گرا | ۱۳

روز اک تازہ بکھیڑا ہاتھِ افلاک ہوا
قصۂ گبر و مسلمان نہ کبھی پاک ہوا

جب لیا نام کسینے وہ غضبناک ہوا
دشمنِ جان مرا ایسا بتِ بیباک ہوا

ظلم کچہہ لیلی و شیرین ہی کے حصے مین ہتا
ذی شرف کب ہوا پیدا کوئی تجہسا محبوب
بعد مرنے کے بہی سودا نہ گیا مدت تک
سبزۂ خط کی محبت مین ہوا ہون کشتہ
یہ بہی رحمت ہی کہ عصیان کی کثافت کہو دی
نرہا ئے گل و گلزار وہ دیوانہ ہون
ہے یہ نیرنگئی حسنِ صنمِ سیم بدن
مَی بہی تقدیر مین میخانۂ عالم کی نہتی
دیکہے دل اک بتِ کافر کو مصیبت مین پڑا
حال سوزِ دلِ بیتاب لکہا تہا خط مین

جو حسین خلق مین پیدا ہوا سفاک ہوا
کون دنیا مین حسین صاحبِ لولاک ہوا
جب بہار آئی گریبانِ کفن چاک ہوا
اِسی بوٹی سے ہر اک عضوِ بدن خاک ہوا
جب جلایا گیا دو زخمین تو مین پاک ہوا
لے گئی باد صبا جسگہڑی مین خاک ہوا
تار سونے کا ہر اک ریشۂ مسواک ہوا
ابر ہر آیا مین کہ خالی حشمِ افلاک ہوا
اِسی باعث سے خدا مجہہ پہ غضبناک ہوا
آگ لگ اُٹہی لفافہ جو وہان چاک ہوا

۵۳	جورِ صیاد سے گلچین کے ستم سے بچتا اشک گلشن کا نہ کیون مین خس و خاشاک ہوا	۱۸

رقیبونکو نہ بت پہلو مین جا دیتا تو اچہا تہا
موئے پر جب گدا و بادشہ کا حال یکسان ہے
کیا ہی ناک مین دم کا وشِ مژگانِ جانان نے
محبت دل مین پیدا کر چکا تہا سبزہ رویون کی
کراہت ہی ازل سی مجکو مکروہات دنیا سے
جدائی مین بت کافر کی ہی ہونٹون پہ جان اپنی
لحد کو پیٹ کو لگتی ہماری بعد مرنے کے
نقاہت سے کمر خم ہو گئی ہے پیر گردون کی

خداوند تعالی عزّ اسمہٗ

اسے توفیق اتنی گر خدا دیتا تو اچہا تہا
بجائے تخت ہمکو بوریا دیتا تو اچہا تہا
ہمین سولی جو وہ نا آشنا دیتا تو اچہا تہا
خدا تہوڑا سا جذب کہربا دیتا تو اچہا تہا
عوض انسان کے پتہر بنا دیتا تو اچہا تہا
اگر لا تقنطوا کی وہ صدا دیتا تو اچہا تہا
جو مٹی ہاتہ سے وہ دلربا دیتا تو اچہا تہا
مین اپنی آہ کا اسکو عصا دیتا تو اچہا تہا

ترے جور و ستم سہ راتدن کیے جان بچ جاتی
بت مہرو کوئی تجھسا خدا دیتا تو اچھا تھا

امیدِ وصل پر ہم زندگانی مدتون کرتے
کبھی ہمکو بہان وہ بے وفا دیتا تو اچھا تھا

نہین کہاتے سگان کوئے جانان ایسی نفرت ہے
مین اپنی ہڈیان تجھکو ہما دیتا تو اچھا تھا

تعلق سے تنفر چاہیئے فصل بہاری مین
یہ کپڑے آگ مین رکہکر جلا دیتا تو اچھا تھا

نہین قابو مین دست و پا پڑا ہو ناتوانی کا
یہ بارِ غم کوئی سر پر اٹھا دیتا تو اچھا تھا

لبون پر جان ہے اسدم ترے بیمار فرقت کی
اُسے اتنا کوئی جاکر سنا دیتا تو اچھا تھا

عزیزونکو نہ ہین تکلیف دونگا بعد مرنے کے
کوئی میت مری لیکر جلا دیتا تو اچھا تھا

یہ پیچکش دیکہکر عمامہ زاہد کو کہتے ہین
تبرک کچھہ یہ پیرِ پارسا دیتا تو اچھا تھا

مے عشرت کبھی پیتے نہین یہ دل جلے تیرے
کباب سوختہ ہے کچھہ مزا دیتا تو اچھا تھا

٥٤
اُسی کوچے مین بعد از مرگ ہم اے اشک گڑ جاتے
برابر قبر وہ تہوڑی سی جا دیتا تو اچھا تھا
١٧

عمر بہر مین وادیِ وحشت کے چکر مین رہا
مدتون اُس زلف کا سودا مرے سر مین رہا

دِل لگا کر ان پریزادون سے کیا حاصل ہوا
راتدن رونا فقط میرے مقدر مین رہا

اُس قدِ دلجو کی الفت مین بسر کی زندگی
عمر بہر مین سایۂ نخلِ صنوبر مین رہا

اِسقدر رویا کہ پہنچی تا گلو سیلِ سرشک
دِل یہ جلتا ہی رہا گو مین سمندر مین رہا

کچھہ اذیت زلف چہونے سے نہ پہنچیگی مجھے
سانپ رہتی ہے اگر دست فسونگر مین رہا

بارہا دیکھا ہے ہمنے نیک و بد مین اتفاق
لعل کو دیکھو شرر کے ساتہ پتھر مین رہا

کیا ترا وحشی بہلا سیر و تماشا دیکھتا
تجکو دِل ڈہونڈہا کیا جبتک کہ محشر مین رہا

بے گنہ کے قتل کا محشر مین کہلجائیگا حال
خون کا دہبا گواہی کو ہی خنجر مین رہا

دور ہی دور ہم وگمان سے گو مکانِ دلربا
جا ہی پہنچیگا اگر کچھہ دم کبوتر مین رہا

دل کی بیتابی نہ رونے سے کسیدن کم ہوئی
ماہی بے آب کی صورت سمندر میں رہا

سچ یہ ہے مر مر کے کاٹے مینے ایام فراق
ایک مدت نالہ و شیون مری گھر میں رہا

ٹھوکریں کھایا کیے ہیں سب طریق عشق میں
خضر بیچارہ ہمیشہ فکر رہبر میں رہا

یار کا چاہ ذقن ہے چشمۂ آب حیات
وہ کنواں ہے یہ جو گم عہد سکندر میں رہا

حسن کا جلوہ ترا اے یار کس شی میں نہیں
باغ عالم میں تو بو بنکر گل تر میں رہا

داغ دل سے شمع فانوسی کا تھا سبکو گمان
پیرہن جبدن ہمارے جسم لاغر میں رہا

عشق مژگان میں بسر کی مینے اپنی زندگی
عمر بھر میں تو نہیں تیرون کے لشکر میں رہا

۵۵	جور گردون سے موے پر **اشک** چھٹکارا ہوا قبر میں گویا کہ میں آغوش مادر میں رہا	۱۸

دیکھتے دم لے گیا دل وہ ستم آرا کیسا
باتوں باتوں میں مجھے دے گیا دھوکا کیسا

دل ہی میں ہمنے اُسے ڈھونڈھ نکالا کیسا
کعبہ کہتے ہیں کسے دیر و کلیسا کیسا

مر کے مینے ہی دیا ہے اُسے صدمہ کیسا
رنگیا دیکھ کے منھ رشک مسیحا کیسا

کارگر ہو گیا مرنے کا بہانہ کیسا
رنگ میں بھی تو شب ہجر میں لایا کیسا

جائے عبرت ہو کس طرح سے مرگ انسان
دم نکلتے ہی بگڑ جاتا ہے نقشا کیسا

سیکڑون ہیں یا دل بیتاب میں داغ غم ہجر
دیکھیے آگ پہ ٹھیرا ہے یہ پارا کیسا

لوگ آسیب زدہ مجھکو سمجھتے ہونگے
اک پری کا ہے جو پیچھے مجھے سایہ کیسا

کیا بگاڑا تری الفت میں کسیکا مینے
دشمن جان ہوا ہے اپنا پرایا کیسا

آج جو شہر بسایا گیا وہ کل اجڑا
روز بنتا ہے بگڑتا ہے گھروندا کیسا

جاکے اندھوں کی طرح سے جو کنوئیں میں گرا
سبزۂ چاہ ذقن نے دیا دھوکا کیسا

بے حجابانہ اُسے دیکھ رہے ہیں پس مرگ
بند آنکھیں ہوئیں جب اٹھ گیا پردا کیسا

آفت تازہ کوئی ہمپہ ہے آنے والی
آج رہ رہکے دہڑکتا ہے کلیجا کیسا

ہاتہ تو نے تو صفائی سے لگایا قاتل
پہر یہ گردن مین مری رہگیا تسمہ کیسا

دیکہہ لی آج مری آہ کی تو نے تاثیر
اڑ اڑا کر ہی گرا گنبدِ خضرا کیسا

وحشت انگیز و جنون خیز ہے وادی اپنا
جاکے دیکہین تو کہ ہے نجد کا صحرا کیسا

حکم سے عاشق جانباز کے کٹتے ہین گلے
دور سے دیکہہ رہا ہے وہ تماشا کیسا

یون لکہی تہی مری قسمت مین شہادت ہونی
چل گیا جہپہ ستمگر کا تپنچہ کیسا

۵۶	جان دی مینے جب اے اشک سنا نام فراق میرے مرنے کا ہوا سب کو اچنبہا کیسا	۱۸

رو رو کے شوق وصلتِ جانان مین رہگیا
ناسور ہو کے دیدۂ گریان مین رہگیا

قسمت کی ہی تیرگی نہ گئی بعد مرگ بہی
بجہہ کر چراغ گورِ غریبان مین رہگیا

مرنے کے بعد بہی رہا صحرا نورد مین
ریگِ روان کی طرح بیابان مین رہگیا

خنجر جو میرے حلق پہ پہیرا نہ ترک نے
صدمے سے مر کے گنج شہیدان مین رہگیا

کرتے ہین یاد بعد فنا ہمنشین مجہے
افسانۂ جنون مرا زندان مین رہگیا

رنگین لبون کو دیکہہ کے کیا کیا جلا ہی گل
لالہ کا پہول ہو کے گلستان مین رہگیا

عشق مژہ سے ہو دل سمر و داغ مضمحل
ضیغم شکار ہو کے نیستان مین رہگیا

اچہا ہوا جو وحشتِ دل اور بڑہ گئی
کیون جاکے اسکی زلف پریشان مین رہگیا

فتنہ اٹہا تہا حسن پر آشوب یار سے
ہو کر فساد گبر و مسلمان مین رہگیا

دریائے غم سے پار نہ بیڑا ہوا مرا
سو بار ڈوب ڈوب کے طوفان مین رہگیا

ہجرِ صنم مین بڑہ گیا اسدرجہ ضعف دل
آنسو نکل سکے آنکہہ سے مژگان مین رہگیا

چہوڑا نہ اپنی جذب محبت نے دیکہنا
دل چہد کے اسکی ناوکِ مژگان مین رہگیا

رسوا ہے خلق ہو نہ کہین وہ یہ خوف ہے
لاشہ اُٹھا دیا نہ سنے یہ مردم مین شور تھا
خالی رہا بتون کے تصور سے کب یہ دل
تا زندگی نہ وحشتِ دل اپنی کم ہوئی
مرکر بھی ہم مکان سے نہ اُٹھینگا دیکھنا

دہبا لہو کا ترک کے دامان مین رہگیا
زخمی جو ہوکے دل صفِ مژگان مین رہگیا
کوئی نہ کوئی خانۂ ویران مین رہگیا
مرنے کے بعد ہاتھ گریبان مین رہگیا
جسنے وزن جاکے کوچۂ جانان مین رہگیا

۵۷

کیا کیا خجل مین دیکھہ کے دل مین ہوا ہون اشک
مضمون کوئی جو غیر کا دیوان مین رہگیا

۱۸

دکھا دیتے ہین برقع سے جو روئے لاجواب آدہا
دوپٹا رہگیا سونے مین چہرہ سے جو کچھہ اسکا
لبِ گل بو چشمِ مست ساقی کا ہون دیوانہ
کیا ہے امتحان ہمنے ہزارون بار فرقت مین
حیا سے منہہ دکھاتے تھے نہ آگے وصل تو کیسا
جو ململ کا دوپٹہ خواب مین ماتھے سے کچھہ سرکا
نکل کر رہگئی سوتے مین کچھہ آہِ شرر افشان
کدہر تیغ بسمل چھوڑکر او ترک جاتا ہے
عبث مغرور ہے اے یار تو حسنِ جوانی پر
مجھے تو جان دینا ہے یہانتک اب مین راضی ہون
نمودِ خط ہے رخسارونپر اگلا سا کہان جوبن
نہین جب جانون کہ ہو راحت کی صورت دفن ہونے پر
جلا ہے دل ہر صورت سے یادِ چشم و گیسو مین

تو رہجاتا ہے کہ جگر اپنے دل کا اضطراب آدہا
نکلکر رہگیا مشرق سے گویا آفتاب آدہا
ہے اپنے شیشۂ دلمین شراب آدہی گلاب آدہا
نہ برسا چشمِ گریان کے مقابل مین سحاب آدہا
بہ نسبت اُن دنونکے رہگیا ہے اب حجاب آدہا
نمایان ہوگیا ابرِ تنک سے ماہتاب آدہا
کہ جلکر رہگیا ہے شب کو اپنا رختِ خواب آدہا
گلا خنجر سے کٹ کر رہگیا خانہ خراب آدہا
مثالِ ماہِ کامل رہگیا ہے اب شباب آدہا
بلا سے بانٹ لے قاتل شہادت کا ثواب آدہا
مرے نزدیک ہے زلفونکا بھی پیچ و تاب آدہا
موئے پہ تو نظر آتا ہے دل کا اضطراب آدہا
ادہر ہے نرگسی اُس سمت کو شامی کباب آدہا

نہو پتا لگا ہر دو نو طرف یون اُسکے سینے پر — کہ موج آب مین جیسے نظر آئے حباب آدہا
نہو گا مجھسا کم قسمت کوئی می کش زمانے مین — ہمیشہ مجھکو ساقی نے دیا جام شراب آدہا
برابر تہا وہ ساری اہل محشر کے گناہون سے — کہلا جو دفتر عصیان مرا روز حساب آدہا
اگر ہین حجت کہا تک یار سے وصلت کے بارے مین — وہ اُنکی بار ہی چپ ہو گئے دیکر جواب آدہا

۵۸	زمین ابر اشک ناہموار ہو تو کیا کرے شاعر نہیں منصف ہو کوئی کیا کہے اب انقلاب آدہا	۱۳

غم بڑا یہ مرتے دم قلب حزین مین رہگیا — خون کا دہبا دہبا آستین مین رہگیا
زبح ہونے پر بہی تہا قاتل کی غیرت کا الم — خون الفت سے لپٹ کر آستین مین رہگیا
اُسکی پیشانی پہ یہ سیندور کا ٹیکا نہین — پس کر دل شاید مرا چین جبین مین رہگیا
قابل نشو و نما کب دن ہوا نخل مراد — تخم الفت ہمنے جب بویا زمین مین رہگیا
یاد چشم مست ساقی نے رولایا بعد مرگ — جام مئے لبریز دست حور عین مین رہگیا
آسمان نے بہی کئی کیا کیا حسین پیوند خاک — اک مرقع تہا کہ وہ دب کر زمین مین رہگیا
قتل ہونے کی تمنا میری دل مین رہ گئی — کہینچ کر خنجر بھی دست نازنین مین رہگیا
اب سکندر کا نشان قبر تک باقی نہین — نام بہی حرف غلط ہو کر نگین مین رہگیا
زلف و عارض کی محبت مین گنوایا نقد دل — کچہہ حلب مین رہگیا کچہہ ملک چین مین رہگیا
خنجر و بسمل کا نقشا پہر گیا آنکہون مین آج — لال ڈورا سا جو چشم سرمگین مین رہگیا
دیکہکر جلوہ جو غش آتا مین کچہہ موسیٰ نہ تہا — اُنکا نقشا کہینچ کر چشم دوربین مین رہگیا
کوئی کیا جانے بہلا تل کی سیاہی کا سبب — خال جلکر اُسکے روئے آتشین مین رہگیا

اشک ہر گز ہی بجھا نیگا غم دوری یار
داغ کیا ناسور اک قلب حزین مین رہگیا

تڑپ سے دل کی لحد مین قرار ہو نہ سکا
کسی جگہ جو نشانِ مزار ہو نہ سکا

اثر دکھایا موئے پر بھی ناتوانی نے
زمین سے کبھی اونچا غبار ہو نہ سکا

ہم اپنا گلا کاٹ کر موے شب ہجر
اجل کے آنے کا بھی انتظار ہو نہ سکا

بتون کے ظلم کا محشر مین دادخواہ ہوئین
وہان کچھہ اسے مرے پروردگار ہو نہ سکا

لگائے تیر بھی قاصد پہ باز بھی چھوٹے
وہ تیز پر تھا کبوتر شکار ہو نہ سکا

برائیون کا کسیکی علاج کیا کرتے
جب اپنے دل ہی پہ کچھہ اختیار ہو نہ سکا

ہوا بند ہی تہی جو نالون کی میری بعد فنا
زمین سے خوف کے مارے فشار ہو نہ سکا

جنو مین ضعف نے جانے دیا نہ صحرا کو
ہزار بار بھی آئی بہار ہو نہ سکا

اُتر کے چار کے کاندہے سے لی عدم کی راہ
پیادہ ہو کے مسافر سوار ہو نہ سکا

جگانے آئے مجھے خواب مرگ سے احباب
ہلا کے شانہ تھکے ہوشیار ہو نہ سکا

بچھوڑا ساتھ موے پر بھی تیرہ بختی نے
چراغِ ماہ بھی شمعِ مزار ہو نہ سکا

لیئے پھری مجھے وحشت تمام عالم مین
کہین مقیم غریب الدیار ہو نہ سکا

ہین کم سخن تو وہ نازک مزاج حد سے سوا
سوالِ وصل کرون بار بار ہو نہ سکا

جنون مین بالون کی سیلی اُتار کر پھینکی
گلے کا افعی مردہ یہ ہار ہو نہ سکا

اثر دعا نے نہ منصور کی کیا اتنا
مثالِ سرو کے سرسبزِ دار ہو نہ سکا

کھُلا جو حشر مین اپنے گناہ کا دفتر
محاسبانِ ازل سے شمار ہو نہ سکا

کسیکے ہاتہ کے چھلو نکے اِتنے گل کہائے
کہ ہمسر آج کوئی لالہ زار ہو نہ سکا

ہم اپنے دل مین سمجھتے تہے سہل کام جسے
وہ بے مشیتِ پروردگار ہو نہ سکا

خدا سے روزِ قیامت بیان کیا کرتے
بتون کے ظلم و ستم کا شمار ہو نہ سکا

خدا نے چاہا جسے وہ عزیزِ خلق ہوا
بلند مرتبہ ہر خاکسار ہو نہ سکا

بنا تہا کیا مرا دل کوئی شیشۂ ساعت | کہ دور بعد فنا بہی غبار ہو نہ سکا

٦٠ | غم فراق مین رو رو کے جان دی اے اشک
کچہہ اور ہم سے جب انجام کار ہو نہ سکا | ١٦

محو آرایش تہے وہ خلوت کی جا تہی مین نہتا | پاس انکے آئینہ تہا یا حنا تہی مین نہتا
آمد فصل بہاری تہی فضا تہی مین نہتا | باغ تہا ساقی تہا اور ٹہنڈہی ہوا تہی مین نہتا
ہجر مین اپنی جلا کر مار ڈالا ہے مجہے | اب کہین گے آپ تقدیر خدا تہی مین نہتا
پردۂ محمل الٹکر دیکہہ لون جی بہر کے آج | وہ اگر بگڑے تو کہدونگا ہوا تہی مین نہتا
کس سے مانگے کسکے آگے ہاتہ پہیلائے فقیر | رزق بے منت کر لایق آسیا تہی مین نہتا
جب بہار آئی بیابان کو یہ وحشت لے گئی | لایق سیر گلستان کیا صبا تہی مین نہتا
کسنی پہانسی دیکے پہر وحشت زدونکی جان لی | آپ کہتے ہین کہ وہ زلف رسا تہی مین نہتا
رات کو تیری گلی مین آکے جو نالان ہوا | وہ کسی آفت رسیدہ کی صدا تہی مین نہتا
کب ترے کوچہ مین اکر شب کو مین نالان ہوا | جہنجہلا ہو گا وہ آوازِ گدا تہی مین نہتا
جب گلہ کرتا ہون انکی ظلم کا کہتے ہین وہ | درپیٔ خونریزی عاشق ادا تہی مین نہتا
جب نہ آنے کی شکایت کی تو یہ کہنے لگے | خلف وعدہ کا سبب شرم وحیا تہی مین نہتا
عاشقو پہر تیز خنجر بہر خونریزی ہا | ناز کہتا ہے کہ چشم سرمہ سا تہی مین نہتا
وادی وحشت سے پہر کر کوی قاتل کو گیا | فکر مین میری کمر دلنے قضا تہی مین نہتا
حق کو رغبت کی نظر سے آجتک دیکہا نہین | دختر رز ہی فقط کیا پارسا تہی مین نہتا
اب مری آنکہو مین ویرانی سی بد تر ہے جہان | جن دنون آباد یہ مہمان سرا تہی مین نہتا

٦١ | بعد میرے اشک کتنون کی شہادت ہو گئی
سہرے مین کوے قاتل کربلا تہی مین نہتا | ١٣

خط نہیں عارضِ گلرنگ پر آغاز ہوا — طائرِ حسن کا پیدا پر پرواز ہوا
آشکارا تری الفت کا صنم راز ہوا — آنکھ جب بند ہوئی خلد کا در باز ہوا
کبھی احوالِ دلِ زار بیان ہو نہ سکا — پاس آدابِ صنم سر بہ آواز ہوا
لب ہلے کشتہ چشمانِ سیہ جی اُٹھے — مبطل السحر ترے ہونٹون کا اعجاز ہوا
بخت برگشتہ سے اپنے ہمین امید نہ تھی — آج وصل اُس بت کافر کا خدا ساز ہوا
زہر سا پھیل گیا یہان رگ و پی مین آئے — سبزہ وہان عارضِ گلرنگ پر آغاز ہوا
کوچۂ یار مین دو روز بھی رہنے نہ دیا — آسمان عیش مین میری خلل انداز ہوا
موم ہو جاتا ہر پتھر کا بھی دل سُنتے سے — تو تو داؤد سے بھی بڑھکے خوش آواز ہوا
چھوٹ کر الفت صیاد مین دی جان اپنی — مجھکو خنجر کے برابر پر پرواز ہوا
مشکلین عشق کی پیچ ہر کہ بلائے جان ہین — گرہ مین سو پڑ گئین عقدہ جو کوئی باز ہوا
خاکساری سے ہوئی ایسی صفائے باطن — آئینہ ہو گیا دل مین جو نہان راز ہوا
مجھکو پیغامِ اجل یار کا تھا حسن شباب — زہر پھیلا یہان سبزہ وہان آغاز ہوا

۶۲ | فاتحہ کو بھی لحد پر کبھی آیا نہ وہ اشک
مجھ سے بیزار کچھ ایسا بتِ طناز ہوا | ۲۵

آ گئے پیری کے دن عہد جوانی ہو گیا — شب کا عالم صبح ہوتے ہی کہانی ہو گیا
گرد باد اُٹھنے لگی نایاب پانی ہو گیا — خشک دو دن مین محیط زندگانی ہو گیا
قصۂ ہجران بیان اک شب مین ہو ممکن نہین — حال اپنا الف لیلیٰ کی کہانی ہو گیا
سنتے ہی راز و نیاز عشق کنجاتے ہین غیر — قصۂ الفت مرا شمشیر خانی ہو گیا
دیکھنا قشقہ جبین پر اُس بت مغرور کی — مصحفِ رخسار کی گویا نشانی ہو گیا
لکھدئے ہمنے جو اُنمین قصہ ہائے حسن عشق — دفترِ اشعار سارا زعفرانی ہو گیا

یوسفِ کنعان سے بہتر فروں کہیں وہ حسن میں — نقشِ اول سے بھی بہتر نقشِ ثانی ہو گیا

چلتے چلتے رک گیا قاتل کا خنجر وقتِ ذبح — میری حسرت پر دلِ فولاد پانی ہو گیا

بیخطر ہیں حادثاتِ دہر سے اہلِ عدم — میں گرفتارِ بلائے زندگانی ہو گیا

آسیا کی طرح مجکو پیستی ہے بعد مرگ — کیا زمین کا بھی مزاج اب آسمانی ہو گیا

قاصدِ دلدار پر دھوکا فرشتے کا ہوا — خط مجھے اُسکا کتابِ آسمانی ہو گیا

عمر بھر ہمنے نہ کی دیدارِ جاناں کی ہوس — سرمہ آوازِ شورِ لن ترانی ہو گیا

بحرِ غم میں اُٹھ رہی ہیں آہ سوزاں کی دھوئیں — اب جہازِ زندگانی بھی دخانی ہو گیا

رنگ گرمی میں گٹا ایسا نزاکت کے سبب — منہہ پہ ہر قطرہ عرق کا ارغوانی ہو گیا

ناز و انداز و ادائے یار پر مرتے تھے ہم — عشقِ گیسو تو بلائے ناگہانی ہو گیا

مدحِ حیدرؑ میں سنے جو زمزمے اکثر مرے — بلبلِ سدرہ کو عذرِ بے زبانی ہو گیا

مٹ گیا نام و نشانِ رستم و افراسیاب — چار دن عیش و نشاط و حکمرانی ہو گیا

آج غیروں کو مٹا دیتے ہیں ہم جو ہو سو ہو — ہے مثل مشہور اونچا سر سے پانی ہو گیا

کیوں نظر آئے نہ تحت و فوق کا عالم سیاہ — گنبدِ افلاک آہوں سے دخانی ہو گیا

مل گیا پاپوش کو پائے صنم سے یہ شرف — ہر ستارہ رشکِ نجمِ آسمانی ہو گیا

افسری فوجِ الم کی ہاتھ آئی عشق میں — دودِ آہ اپنا درفشِ کاویانی ہو گیا

خطِ سبزِ یار پر دی جان ہمنے ہے یہ وجہ — رنگ جو پھیرا مری تربت پہ دھانی ہو گیا

یہ بھی ہے ہنسنے کی جا آیا جو وہ رنگین ادا — شرم سے سارا گلستان زعفرانی ہو گیا

پڑ گیا جو عکس اس بت کے طلائی رنگ کا — جامدانی کا دوپٹہ کامدانی ہو گیا

ہو گئے پیری میں اپنے موئے سر سارے سفید — کیا خزاں اے اشک گلزارِ جوانی ہو گیا

داغ غمِ فراقِ بتان دل مین رہ گیا
جلتا ہوا چراغ یہ منزل مین رہ گیا

خونِ حسرتون کا ہو کے مری دلمین رہ گیا
لٹ کر یہ قافلہ اسی منزل مین رہ گیا

افشا ہو رازِ عشقِ حسینان محال ہے
نکلا نہ منہہ سے اپنے جو کچھہ دل مین رہ گیا

اُنکے بہی اپنی شومیِ قسمت سے بچ گیا
جلا دسونخ سونخ کے کچھہ دل مین رہ گیا

تہے اُنکے حق مین دام کے پہندے بہی پہانسیان
گہٹ گہٹ کے دم گلوئے عنا دل مین رہ گیا

ظاہر ہوا کسی پہ نہ راز و نیازِ عشق
پروانہ جل کے شمع سے محفل مین رہ گیا

ممکن نہین ہے اب تو مسیحا سے بہی علاج
ناسور ہو کے داغِ الم دل مین رہ گیا

پہنچے عدم کو نجد سے دیوانگانِ عشق
مین انتظارِ ناقہ و محمل مین رہ گیا

پابندِ عشقِ زہرہ جبینان رہا یہ دل
چہوٹا جو زلف سے چہ بابل مین رہ گیا

بیڑا محیطِ غم مین ہمارا ہوا تباہ
ٹکڑا جو کہائی ٹوٹ کے ساحل مین رہ گیا

شعبے صدائے یار مین نشتر سے کم نہین
ہاتون سے دل مین تہام کے محفل مین رہ گیا

اُسوقت خود بخود کششِ شوق کم ہوئی
پیکانِ تیر ٹوٹ کے جب دل مین رہ گیا

لکہا ہوا تہا صفحۂ دل پر جو نقشِ حب
تعویذ بنکے اُسکی حمائل مین رہ گیا

گلبرگِ تر سمجھہ کے ہوئین جمع بلبلین
دہبا جو میرے خونکا سلاسل مین رہ گیا

باہر نہ جذبِ شوق نے جانے دیا خدنگ
نکلا جگر کو توڑ کے تو دل مین رہ گیا

کیا جانین کس کا کاسۂ سر بعدِ مرگ کے
پہرنے کو دربدر کفِ سایل مین رہ گیا

مہمان اپنا اپنا ہر اک کو عزیز ہے
کوئی جگر مین تیر کوئی دل مین رہ گیا

خالی سمجھہ کے لیگئے زندان سے بیڑیان
وہ زار تہا لپٹ کے سلاسل مین رہ گیا

وزدیدہ اوس نگہ کے اُبہرنے لگے جو زخم
کہتے ہین لوگ چور کوئی دل مین رہ گیا

شب سے نہین مرے دلِ بیتاب کا پتا
سمجہا تہا مین کہ یار کی محفل مین رہ گیا

پوری نہ اُسکے عکس کی تصویر کہیچ سکی
کچہہ نقشۂ جبین مہِ کامل مین رہگیا

حسرت یہ ہے کہ ہاتہ سے تو اپنے ذبح کر
تہوڑا سا دم بہی ہے ترے بسمل مین رہگیا

بہول آیا جاکے اک یمِ خوبی کے در پہ دل
لنگر مرے جہاز کا ساحل مین رہگیا

٣ آنکہین ملین گے لوگ سمجہکر قدم رسول
قاصد کا اُن کے نقشِ قدم سل مین رہگیا

٢٧	ملتا نہ ملتا یار سے بوسہ تو مانگتے ارمان بڑا اشک مرے دل مین رہگیا	٦٤

ہے یقین دل کو فراق جسم و جان ہو جائیگا
ایکدن یوسف سے خالی کاروان ہو جائیگا

گل سا چہرہ زرد اِکدن جان جان ہو جائیگا
کہیت یہ لالے کا کشتِ زعفران ہو جائیگا

بعدِ مردن بہی وہی الفت رہیگی دیکہنا
جان کے ہمراہ کیا دل بہی روان ہو جائیگا

کام آئیگا محیطِ غم مین اپنا دودِ آہ
کشتیِ عمرِ روان کا بادبان ہو جائیگا

خانۂ دلمین جگہ غم کو نہ دی اِس خوف سے
آج جو مہمان ہے کل وہ میزبان ہو جائیگا

طور کچہہ بے طور زاہد کے نظر آتے ہین اب
یہ بہی اِکدن دیکہنا پیرِ مغان ہو جائیگا

باغ مین صیاد لگاتا ہے بلبل کا قفس
تہی کسے امید دشمن مہربان ہو جائیگا

جو صفا باطن ہین پوشیدہ نہوگا افسے عشق
لاکہ ہم دلمین چہپائین گے عیان ہو جائیگا

کیون بناتے اِس گلستان مین ہم اپنا آشیان
کیا خبر تہی دشمنِ جان باغبان ہو جائیگا

پہنک رہے ہین دل جگر کیونکر نہ نکلی دودِ آہ
خاک جب ہو جائین گے خود کم دہوان ہو جائیگا

سوزشِ دل گر ترقی پر یونہین چند رہی
آتش حل کردہ مغزِ استخوان ہو جائیگا

ایکدن چشم و لبِ شیرین پہ دینگے جان ہم
نقلِ بادام اپنا ہر اک استخوان ہو جائیگا

دور ہی آواز سنکر بہاگ جائیگا رقیب
نالۂ دل اُسکے گہر کا پاسبان ہو جائیگا

وصل مین کانو پہ رکہکر ہاتہ کہتا ہے وہ شوخ
راز کہلجائیگا بوسون کا نشان ہو جائیگا

ہے صفائی میں ہتھیلی انکی رشکِ آئینہ
دِل جو مٹھی میں چھپائیں گے عیاں ہو جائیگا

ڈر کے اُف کرتے نہیں آفت زدہ اِس خوف سے
اور دودِ آہ کا اِک آسمان ہو جائیگا

دیکھکر شکل و شمائل تاڑ لیتے ہیں بشر
عشق کیا دلمیں چھپانے سے نہان ہو جائیگا

راہ میں اِتنا نہ تن تنکر چلو اے غافلو
جُھک کے پیری میں قدِ موزون کمان ہو جائیگا

کیا چھپائے سے چھپیں گے حشر میں اپنے گناہ
دیکھنا ہر عضو دشمن کی زبان ہو جائیگا

دِلمیں گھر صیاد کے کر لیں گے وہ بلبل ہیں ہم
شاخِ طوبیٰ پر ہمارا آشیان ہو جائیگا

دیجیئے میرے دِلِ بیتاب کو اِسمیں نہ جا
گیسوئے مشکیں الجھکر گتھیان ہو جائیگا

گر پڑا جسدن زنخدان میں دِلِ داغی مرا
چاہِ نخشب کی طرح روشن کنوان ہو جائیگا

گیسوئے پیچان کسیدن رنگ لائیگا ضرور
یا بنے طوقِ گلو یا زیان ہو جائیگا

ملکِ ہستی سے عدم کو جائیں کیا آفت نصیب
درپئے ایذا وہاں بھی آسمان ہو جائیگا

موسمِ گل تک اگر زندہ رہے تو دیکھنا
دامنِ صحرائے وحشت دہجیان ہو جائیگا

کوئی تولے گر ملا کر سارے عالم کے گناہ
میرے ہی اعمال کا پلہ گران ہو جائیگا

۶۵	آبرو رہجائے کسکو جان کی پروا ہے اشک عید ہوگی مجھکو جسدن اِمتحان ہو جائیگا	۳۰

باعثِ بربادیٔ دِل پھر میری جان کون تھا
آپ ہی کہیئے یہ گھر کسکا تھا مہمان کون تھا

راتدن گریاں سرِ گورِ غریبان کون تھا
اپنے غمخواروں میں اب جز یاسِ حرمان کون تھا

عشق میں میری طرح مانندِ زلفِ مہوشاں
ایک مدت خانہ بردوش و پریشان کون تھا

وحشتِ دِل نے دکھائی عالمِ امکان کی سیر
میں نہیں جسمیں پھرا ایسا بیابان کون تھا

کب دِلِ پر داغ صاحب نے کیا میرے عزیز
خیر ہے کچھ باغ سیرِ گلستان کون تھا

زیرِ خنجر کسکی گردن تھی چلی ہے کسپہ تیر
جز مری وارفتۂ ابرو و مژگان کون تھا

حُسن کی دولت سے ہر عالم ترے زیرِ نگین
عہدِ طفلی میں سوا میری تہا کوئی رقیب
عاشقوں کے دم سے تہی سب گرم بازاری عشق
کر دیا بے چین اُنکو آہ و زاری نے مری
سبزۂ خط سے دلِ مجروح کو الفت رہی
جل رہا تہا داغِ حسرت سے سراپا بزم میں
حسنِ روز افزون سے پرآشوب تہا سارا جہان
بحرِ غم میں ڈوب کر سو بار کشتی رہ گئی
رہبرون سے نقدِ جان و دل بچا کر لیگئے
منہ پر آنچل ڈال کر بیٹھے تہے بزمِ غیر میں
خاک اُڑانے سے جنون میں پردہ پوشی ہو گئی
ہین تجاہل سے یہ معنی دیکھکر میت مری
قتل سے عاشق کے ہے انکار او ناوک فگن
پھرتے مہر سے وُہی جور و ستم ہونے لگے
فرقتِ جانان میں اپنی زندگی سے تہے بہ تنگ
جان دی فرہاد نے کیون قیس دیوانہ ہوا
حکم پہانسی کا ہوا ہے ایک قیدی کے لئے
رنگ لائیگی کسیدن دیکہنا دل کی لگی
طالبِ دیدار کی آنکھیں نکلواتے تہے روز
دوڑ سے صحرا میں دیکہا جسنے دیوانہ ہوا

بعد اُنکے صاحبِ مُہرِ سلیمانؑ کون تہا
یاد ہے تمکو کہ گُل چینِ گلستان کون تہا
باعثِ جلوہ نمائی حسینان کون تہا
صبح کو کہتے ہیں مجھسے شب کو گریان کون تہا
جسنے خالی کر دیا سارا نمکدان کون تہا
آپ سمجھے تہے جسے سروِ چراغان کون تہا
کافرِ عشقِ صنم تہے سب مسلمان کون تہا
اپنے بیڑے کا سوا تیری نگہبان کون تہا
ورنہ غربت میں مسافر کا نگہبان کون تہا
جلوہ گر مثلِ چراغِ زیرِ دامان کون تہا
گرد آلودہ رہا سب جسمِ عریان کون تہا
پوچھتے ہیں سب سے یہ قیدیِ زندان کون تہا
خون بہری تیر و تنکی دہوئی جسنے پیکان کون تہا
قتلِ عاشق سے رہی ظالم پشیمان کون تہا
ملتجی اے خضر بہرِ آبِ حیوان کون تہا
کس سے پوچھین ہم کہ دانا اور نادان کون تہا
جز ہمارے وہان اسیرِ زلفِ پیچان کون تہا
چاک یوسفؑ کا کیا جسنے گریبان کون تہا
کیا کہین اب درپئے صیدِ غزالان کون تہا
کی نہ تاثیر اپنی وحشت نے وہ حیوان کون تہا

دلمین کس محبوب ہرجائیکا آیا تہا خیال
صبح سے گہر مین مرے یارب خرامان کون تہا

فرقت جانا مین طفل اشک کی تہین شوخیان
مین یہی کہتا ہون تہ داماں مژگان کون تہا

الفت مژگان مین کس نے جان دی ہے اسطرح
یون تو سب کہنے کو تہے شیر نیستان کون تہا

٦٦	شعر گوئی ترک کرنیکا نیا حیلہ ہے **اشک** کس کے آگے پہوڑتے سر ہم سخندان کون تہا	٢٥

کبہی اُس شوخ پریوش کا گذر ہوتا گیا
مین بناتا جو کہین گہر تو وہ گہر ہوتا گیا

دل غمدیدہ مین شادیکا گذر ہوتا گیا
لٹ کے اکبار پہر آباد یہ گہر ہوتا گیا

ڈوب کر دل ہی مین ہر مرتبہ رہجاتا ہے
پار سینے سے ترا تیر نظر ہوتا گیا

بے نیازی سے تری چہوٹ گیا جی سبکا
تیرا شیدا کوئی دنیا مین بشر ہوتا گیا

سر پہ لیجاتے نہ ہم رکھہ کے مثال قارون
جمع کر لیتے اگر مانگ کے زر ہوتا گیا

جنس اعلی کو کوئی دیتا ہے ادنیٰ سے مثال
تیری دانتون کے مقابل مین گہر ہوتا گیا

اپنی آہون نے کسیدن نہ دکہائی تاثیر
دل حسینونکا تو پتہر ہے اثر ہوتا گیا

دیکہکر سبزۂ رخسار صنم جیتے ہین
زہر جسکی ہو دوا اُسکو ضرر ہوتا گیا

جو حسین ہے اُسے اللہ ہی رکہتا ہے عزیز
رہتا قرآن مین نہ طاؤس کا پر ہوتا گیا

منزل گور تک آیا نہ کوئی پہنچانے
پہر دو بارہ مراد نیا سے سفر ہوتا گیا

اشک بہتے ہین کہ پانی کے ہین سوتین جاری
بند رکہتا جو مین یہ دیدۂ تر ہوتا گیا

پہیر دی اُسنے جو گردن پہ چہری خوب ہوا
آخر کار یہ سودا زدہ سر ہوتا گیا

سخت جانونسے تجہے ترک پڑا تہا پالا
ملک الموت کا مقتل مین گذر ہوتا گیا

صدمۂ درد جدائی ہے لبون پر دم ہے
حال اب اِس سے سوا نوع دگر ہوتا گیا

نکتہ بینونکو نہ اُسنے بہی دکہائی دیتی
عقدہ بنجاتی جو بل کہا کے کمر ہوتا گیا

رخ روشن سے ہٹا دیا جو اے یار نقاب
زاہدوں کا نہ ترے پانو پہ سر ہوتا گیا

کوچۂ یار سے اٹھوا دیا مجھ وحشی کو
ٹکروں سے مری دیوار مین در ہوتا گیا

ان حسینوں کے ہین دل شور زمین سے بدتر
تخم الفت کہین بوتے تو شجر ہوتا گیا

ہاتھ خالی ہی چلے ملک عدم کے سفری
جمع دو روز مین سامان سفر ہوتا گیا

امتحان ہو جو کسی روز تو احوال کھلے
غیر بھی میری طرح سینہ سپر ہوتا گیا

شام سے دم پہ بنی تھی جو نہ آتا وہ صنم
نہین معلوم کہ ہنگام سحر ہوتا گیا

لاکھ بار آتی اگر گلشن عالم مین بہار
نخل امید مین عاشق کے ثمر ہوتا گیا

رات بھر جلتا ہے جیسے کسی مفلس کا چراغ
کبھی ٹھنڈا یہ مرا داغ جگر ہوتا گیا

گھر جانان مین لحد دیکھ کے مین کہتا ہون
خلد مین اس سے بھی بہتر کوئی گھر ہوتا گیا

٢٠	فائدہ کچھ نہین دنیا مین جو بد قسمت ہین ہم اشک ہوتے ہی جو ہم اہل ہنر ہوتا گیا	٦٧

کسکا دنیا مین دلا تا بعدم ساتھ رہا
گور تک منعمون کا جاہ و حشم ساتھ رہا

برسون اک حال پہ ایسا کوئی کم ساتھ رہا
گھر مین شادی نہ کسی دن ہوئی غم ساتھ رہا

ان بلاؤن سے کسی طرح نہ پیچھا چھوٹا
جان دینے پہ بھی فرقت کا الم ساتھ رہا

میرے رزاق نے بھوکا نہ کسی جا رکھا
روز نعمت سے بھرا خوان کرم ساتھ رہا

عمر بھر تجکو نکالون گا نہ اے حسرت دل
اب مرا اور ترا تا بعدم ساتھ رہا

آفتین ساری زمانے کی مین سہجاؤنگا
خوف کیا جبکہ ترا لطف و کرم ساتھ رہا

مٹ گئین سیکڑون دنیا مین حبابون کی طرح
مین بھی ان ہم نفسون کے کوئی دم ساتھ رہا

یاد آیا نہ کبھی زلف کے سودے مین مجھے
مدتون افعی کا پیا ہوا سم ساتھ رہا

گھر مین قارون کا خزانہ ہو تو بے مصرف ہے
دیدیا جسکو وہ دینار و درم ساتھ رہا

شوق اس درجہ تھا پامال مجھے ہونے کا
کہ ہمیشہ صفتِ نقشِ قدم ساتھ رہا

جو کمایا تھا یہین چھوڑ گئے بعدِ فنا
مالِ دنیا سے نہ بہت اور نہ کم ساتھ رہا

بحرِ مواج نظر آئیگا سارا عالم
اور کچھہ روز اگر دیدۂ نم ساتھ رہا

داغ کھاکے جو اک حورِ بہشتی پہ موئے
اپنے دوزخ مین بہی گلزارِ ارم ساتھ رہا

مرکے بہی اُسکا تصور نہ گیا دل سے مرے
کس برے وقت مین اپنے وہ صنم ساتھ رہا

عشق مین ہم حق و باطل کو جدا کر نہ سکے
دہیان اک بت کا دمِ طوفِ حرم ساتھ رہا

آہین کرنا نہ چھپا وحشتِ جنون مین اپنا
لشکرِ غم کی نمایش کو علم ساتھ رہا

محفلِ غیر مین پہچانا مجھے زار کو کون
سایہ سان مین بہی تری سر کی قسم ساتھ رہا

میری قسمت مین ہوا رنج کے کچھہ اور نہ تہا
شادی و غم کا زمانے مین بہم ساتھ رہا

وحشتِ دل نے جو کعبے سے نکالا ہمکو
دور تک غولِ غزالانِ حرم ساتھ رہا

۲۸	فرصت اک دم نہ ملی **اشک** جو ہمین رونے سے جب تک آنکھین رہین آنکھون کے ورم ساتھ رہا	۱۳

دستِ وحشت مرا ہر حال مین چالاک رہا
بعدِ مردن بہی گریبانِ کفن چاک رہا

ہجر مین اک بتِ مہوش کے غمناک رہا
چین سے دورِ خرابات مین مین خاک رہا

حال رونے کا لکھا تہا کبہی جس کاغذ پر
مدتون آگ دکہانے پہ بہی نمناک رہا

کون کہتا ہے نہین بہولتے پہلے ظالم
گو ستارون سے بہری آجتک افلاک رہا

رہا مین قیدِ تعلق سے ہمیشہ آزاد
دامن آلایشِ دنیا سے مرا پاک رہا

مدتون معبدِ عشاق رہا ہے وہ مکان
ایک شب جاکے جہان وہ بتِ بیباک رہا

فیض پاتا نہین دنیا مین بخیلون سے کوئی
مے سے خالی ہی ہمیشہ خمِ افلاک رہا

غمکدہ سمجھے اُسے سارے محلے والے
گھر مین شادی ہی کہ اگر جاکے مین غمناک رہا

رہنما اُنکا ہون جو ہین رہ گم کردۂ عشق
شمع سان سر پہ مری شعلۂ ادراک رہا

نہ تو رندون مین نہ مردون مین شمار اپنا ہے
باغ عالم مین مثالِ خس و خاشاک رہا

عشق خال و خطِ جانان مین گئی جان اپنی
زہر کے ساتھ مجھے نشۂ تریاک رہا

چین اِس دہر خرابات مین ہمکو نہ ملا
مفسدہ روز نیا اِک تہِ افلاک رہا

۶۹ گردشین دیکھے کیا چرخ نے برباد اے اشک
میری مٹی کا سلامت نہ کوئی چاک رہا ۲۹

مدت ہوئی دل آتشِ حسرت سے جلگیا
سینے مین کچھ دھوان سا بھرا تھا نکل گیا

جوبن زوالِ حسن کے ہوتے ہی ڈھل گیا
کس بل سب ابرون کا تمہاری نکل گیا

آنسو کوئی جو دیدۂ تر سے نکل گیا
پر آب چاہ ہو گئے دریا اُبل گیا

انسان تو کیا ہے دیوِ فلک بھی دہل گیا
نالہ جو اضطراب مین منھ سے نکل گیا

تا زندگی جنون نکا نہ سر سے خلل گیا
آئی جہان بہار مین گھر سے نکل گیا

چنگاریون کا ہوتا ہے دھوکا نجوم پر
سینہ فلک کا آہِ یتیمان سے جل گیا

پانوون کے بدلے پڑگئے تالو مین آبلے
مین کوئی عشق مین جو گیا سر کے بھل گیا

جا بیٹھا ایک روز جو واعظ کی بزم مین
حاصل کچھ اور تو نہوا جی بہل گیا

اِس درجہ غم سے گھل کے ہوا زار و ناتوان
سایہ کسیکا پڑگیا تو دم نکل گیا

پیری مین کم ہوئے نہ جوانی کے ولولے
جسدن کسیکو دیکھ لیا دم نکل گیا

مجھ سا بھی شور بخت نہ ہوگا کہ بعدِ مرگ
مرقد پہ جو درخت لگایا وہ جل گیا

کردے کوئی خبر مرے مرنے کی غیر کو
اب گھر مین سوئے چین سے کانٹا نکل گیا

میت کو میری دیکھ کے کہتا ہے وہ مسیح
سب سمجھے تھے ہم مریضِ محبت سنبھل گیا

مرجانے کے بعد جسمِ مثالی ملا ہمین
اِتنا تو انقلاب ہوا گھر بدل گیا

کچھ کارگر ہوا نہ کسیکا فسونِ عشق | وارفتگانِ زلف کو اژدر نگل گیا
اللہ رے سوزشِ غمِ فرقت کہ وقتِ ذبح | گرمی سے میرے خون کی خنجر پگھل گیا
بے چین ہو گیا مین شہادت کے شوق مین | خنجر کبھی جو اُنکی کمر سے ادگل گیا
بارِ غمِ فراق نہ مجھ زار سے اُٹھا | جب یہ پہاڑ آکے گرا مین کچل گیا
جانبر کوئی ہوا نہ محبت مین یار کی | پروانہ شمع پر جو گرا آکے جل گیا
دِل موم کر دیا مرا گرمی نے عشق کی | دو چار دن مین کچھ نہ رہا سب پگھل گیا
کہتا ہے دیکھکر مری آہِ شرر فشان | کیا جانے کس غریب کا گھر آج جل گیا
تقدیر سے مِلا ہمین معشوق شعلہ رو | گالون کو چھو لیا جو کبھی ہاتھ جل گیا
صیاد بلبلون کے جلانے کے واسطے | کچی کلی گلاب کی ہاتھون سے مَل گیا
پچھتا رہا ہون دِل مین پہنکر لباسِ نو | کپڑے ہی پہٹے بدلنے سے مین خود بدل گیا
گھونٹا گلے کو اک بتِ ترسا کی یاد نے | پھانسی سی پڑ گئی جو فرنگی محل گیا
لوٹا ہوا ہے نرگسی آنکھون پہ طفلِ دِل | دیکھے جو پتلیون کے تماشے مچل گیا
بعد از فنا بھی حسرتِ دیدارِ یار مین | سو بار مین تڑپ کے لحد سے نکل گیا
ملکِ عدم کے دید کا اللہ رے اشتیاق | مین قافلے کو چھوڑ کے آگے نِکل گیا

۷۰	دیدارِ یار کا تو میسّر ہوا نہ اشک اُنس کا خرامِ نازہ مرا دِل مَسَل گیا	۳۰

جب قصدِ وصفِ زلفِ شکن در شکن ہوا | بَل کھا کے خامہ شاخِ غزالِ ختن ہوا
دیوانگی مین بھی نہ مین عریان بدن ہوا | گرد و غبارِ دشتِ جنون پیرہن ہوا
ایسا سفید دیکھ سکے اُنکو چمن ہوا | جو سرخ پھول تھا وہ گُلِ یاسمن ہوا
بالون مین کسنے عارضِ روشن چھپا لیا | ہندو پکارتے ہین کہ سورج گہن ہوا

حلقہ گلے مین پڑ گیا جس وقت چھو لیا / گیسو تمہارا پہانسی گرونکی رسن ہوا

کیا دل جلون کو بحر حوادث سی خوف ہو / ہر شمع کو جہاز دخانی لگن ہوا

قاتل نے اوچھے زخم لگا کر کیا شہید / گلبرگ تر کا ہمکو میسر کفن ہوا

باعث ملال کا ہوی کم مایگی میری / راضی نہ مجکو لوٹ کے بہی راہزن ہوا

قسمت نے لا کے دام بلا مین پہنسا دیا / دیوانہ ہاتہ دیکہہ کے خود برہمن ہوا

اس درجہ کہائی یار کے چہلونکے تن پہ گل / تیار فصل گل مین نیا اک چمن ہوا

پامال ناز ہوتے ہین عشاق راہ مین / یہ کب نصیب کبک دری کو چلن ہوا

تقدیر نے کہا کہ یہی جوئے شیر ہے / جاری جو رخنہ خون سر کوہکن ہوا

منظور تہا فلک کو کہ عریان ہی دفن ہون / گرد و غبار راہ ہمارا کفن ہوا

دو دن ہی آشیانہ بنا کر نہ مین رہا / برباد آندہیون کی بدولت چمن ہوا

قسمت سے سلطنت کے عوض ہو گیا جنون / سر پر ہمارے زلف جو سایہ فگن ہوا

بیگانہ ہو گیا ہین زمانے سے عشق مین / دیکہا جہان مجہے سگ جانان ہرن ہوا

منہہ پہیر پہیر کر جو ادا سے وہ بت ہنسا / دانتونکا عکس بادۂ پر نور تن ہوا

بہاگین نہ مجکو دیکہہ کے کس طرح جانور / دیوانہ میری سائے سے صد ہا ہرن ہوا

ہین آمد بہار کی گلشن مین شادیان / ہر گل لباس سرخ پہنکر دولہن ہوا

آباد بہٹیان ہوئین ویران مسجدین / کیا موسم بہار یہ توبہ شکن ہوا

ہم وحشیونکا مسکن و ماوا نہ پوچہیے / گر شہر چہٹ گیا تو بیابان وطن ہوا

وہ ناتوان ہین نقطۂ پرکار کیطرح / جا بیٹہے جس جگہ وہی اپنا وطن ہوا

زلفونکی بو سونگہا کیا غش مین وہ نازنین / عقدہ جو دل کا نافۂ مشک ختن ہوا

آنکہین سفید ہو گئین رو رو کر ہجر مین / نرگس کا تہا جو پہول گل یاسمن ہوا

بلبل کی آہ نے اثر اپنا دکھا دیا
گلچین تباہ ہوگیا ویران چمن ہوا

دھوکا نہ کھائے سبزۂ خط دیکھکر کوئی
چشمپوش اب تو یار کا چاہِ ذقن ہوا

کیا آسمان کا ہنسے کیا تھا جو بعدِ مرگ
دو گز زمین ملی نہ میسر کفن ہوا

کوہِ غمِ فراق اٹھاتا تو جانتے
کانٹا پہاڑ کون جو کوہکن ہوا

زہرِ فراق کا مری آہو مین ہے اثر
شاید اسی سے چرخ کا نیلا بدن ہوا

۷۱ وحشت کا سلسلہ نہ گیا **اشک** مر کے بھی
تازہ بہار آتے ہی داغِ کہن ہوا ۲۰

مرقع کھینچتے ہین انکی آنکھونکے اشارونکا
طبیعت نے سکھایا ہو ہنر جادو نگارونکا

موئے پر بھی تڑپتا ہو دہی فرقت کے مارونکا
ستم ایجاد یہ خالی نہین ملنا مزارونکا

ہوئی ہو قلب ماہیت یہ چوٹی مین لپٹنے سے
کہ نافہ بنگیا ہو پھول انکے باسی ہارونکا

موئے پر غم زدونکو آسمان برباد کرتا ہے
غبار اڑ کر چلا جاتا ہے صحرا کو مزارونکا

ہزارون ڈوب کر جو مر گئے بحرِ محبت مین
حباب اٹھہ اٹھہ کے دیتے ہین پتا انکے مزارونکا

یقین ہو آسمانکو چار چاند اسوقت لگجاتے
جو پاتا عقدِ پروین نور تیری گوشوارونکا

نہ ٹھیرائی کبھی سیکھا یہ مجھہ سودائی کی ضد سے
نہین منظور انہین کاندہا بدلنا بھی کہارونکا

زوالِ حسن ہو زلفونمین کنگھی کر رہے ہین وہ
گمان ٹوٹے ہوئی بالونپہ ہو چاندی کے تارونکا

ابھی تک ستنکے چھٹتے پھرتے ہین زلفونکے سودائی
کوئی بھی پیچ چھٹنے والا نہین آفت کے مارونکا

ہمنشین گل پیرہن کیونکر نہ اپنی اشک ریزی ہو
چمن کو تازہ کر دیتا ہو پانی آبشارونکا

چلی جائین گی روحین چھوڑکر اجسامِ خاکی کو
پیادے ساتھ دے سکتے نہین ہرگز سوارونکا

گئی زیرِ زمین اتر دل بتِ رنگین ادا کیا کیا
فلک نے خاک مین جوبن ملایا گلعذارونکا

مری جسمے مین آئی ہو یہ وحشت عہدِ طفلی سے
پلایا شیر مجکو میری دایہ نے چکارونکا

نہانے مین پڑا جو عکس اُنکی چشم و ابرو کا
نظر آتا ہے دریا مین مرقع چاند تارونکا

بہارِ حسن ہے نام خدا جوبن پر آئے ہین
لہو کی بوند سے رنگ آجکل اُنکے عذارونکا

شرر جھڑتے ہین آہون سے ہمارے دیکھیے کیا ہو
سنا ہے ٹوٹنا منحوس ہوتا ہے ستارونکا

کچھ اُلٹا دور اُنکے بزم مین ساقی کے چلتا ہے
ستارہ آجکل گردش مین ہے ہم بادہ خوارونکا

ہوا ہے قرب حاصل عشق مین برباد ہونے سے
غبار اُڑ اُڑ کے پہنچا عرش پر ہم خاکسارونکا

محبت مین ہزارون دشمن جان ہوگئے پیدا
گلستان جہان جنگل نظر آتا ہے خارونکا

کیا ہے قتل تو صورت ذرا اپنی دکھا جا
بحل ہوجائیگا خون رونمائی مین ہزارونکا

۷۲	نہ پوچھی بات بھی اگر کسینے بعد مرنے کے بھروسا تھا ہمین اے اشک کیا کیا اپنے یارونکا	۳۲

شرم نے رنگ قیامت کا بدلنے نہ دیا
دو قدم ناز سے اُس شوخ کو چلنے نہ دیا

شعلۂ رخ سے کبھی منھہ ہمین ملنے نہ دیا
شمع پر آب نے پروانے کو جلنے نہ دیا

شمع کو قبر پہ ناشاد کی جلنے نہ دیا
یہ بھی ارمان مقدر نے نکلنے نہ دیا

لیگئے دوش پہ احباب جنازہ پس مرگ
پاس آداب سے پیدل مجھے چلنے دیا

ہوس گل مین بھی زندان سے رہائی نہوئی
پاؤن پکڑے رہی زنجیر نے نکلنے نہ دیا

شادی وصل نہ قسمت نے دکھائی افسوس
بیل منڈہے نہ چڑہی پھولنے پھلنے نہ دیا

مژۂ یار کا اِس مرتبہ دیوانہ ہون
ٹوٹ کر رہگیا نشتر تو نکلنے نہ دیا

رو کے ٹھنڈا کیا دل سوزِ غم فرقت مین
مین ہی چوکا کہ اِسے خوب سا جلنے نہ دیا

کچھ تو چاہت کی سزا چاہیئے تھی اے محسن
دِل بتاسے کی طرح غم سے پگھلنے نہ دیا

لاش اُٹھانے کی درِ یار سے تاکید ہوئی
دم بھی قاتل نے مرے تن سے نکلنے نہ دیا

مدتون ایڑیان رگڑا کیے پاپڑ بیلے
کبھی بیماری فرقت نے سنبھلنے نہ دیا

عمر بھر قیدیِ زندان مصیبت رہے ہم
پانون زنجیر سے وحشت نے نکلنے ندیا

کبھی بھولے سے جو گھبرا کے اُدھر جا نکلے
دِل گلستان کی اُداسی نے بہلنے ندیا

جب کوئی چال چلے عشق مین منھہ کی کھائے
رنگ پانسے کا مقدر نے بدلنے ندیا

ایک جا صورت تصویر رہے ضعف سے ہم
گھر سے باہر ہی مقدر نے نکلنے ندیا

باغ مین نازو ادا سے وہ خرامان جو ہوئے
کبک وطاؤس کو بڑھکر کبھی چلنے ندیا

منھہ دکھا کر مجھے کیون ڈال لی ظالم نے نقاب
آتش رشک سے دشمن ہی کو جلنے ندیا

زہر کھانیکا ارادہ تو کیا ہے دِل مین
روز فرقت ہمین دھوکا جو اجل نے ندیا

گالیان ہمکو جو دین رشک سے مانع ہوئے غیر
اور تھوڑا سا انہین زہر اُگلنے نہ دیا

عمر بھر کاوش مژگان سے رہے ہم بےچین
دِل سے اُس پھانس کو ظالم نے نکلنے ندیا

نیم بسمل مجھے کیون چھوڑ دیا او قاتل
اور خنجر کو ذرا حلق پہ چلنے نہ دیا

سرمگین چشم دکھا کر ہمین مارا ہوتا
یہ تو چلتا ہوا جادو تھا جو چلنے ندیا

اُسکی رحمت نے جہنم سے بچایا ہمکو
خلد کے در پہ کھڑا کر دیا جلنے نہ دیا

آسمان بھی ہر کوئی گنبد گردان طلسم
اِس مین جو آگیا پھر اُسکو نکلنے ندیا

چاہیئے تھوڑی قناعت بھی فقیری کیلیئے
اپنی گدڑی کو دوشالے سے بدلنے ندیا

عشق گیسو بھی دِل زار کو جنجال ہوا
ایسی کچھ گتھیان ڈالین کہ نکلنے ندیا

مہندی ملنے کو انہین کسلیئے مانع ہوئی غیر
دونون ہاتھون سے مری دلکو مسلنے ندیا

طفل دِل کو مری بہلا ہی لیا ظالم نے
افعیٔ لف کی دہشت نے مچلنے نہ دیا

ہجر کا روز بھی کیا روز قیامت ٹھیرا
آفتاب آگیا جب سر پہ تو ڈھلنے نہ دیا

مرگئے ہم شب فرقت نہ گذرنے پائی
بے لیئے جان اجل کو کہین ٹلنے ندیا

جان دی غم سے مگر آہ نہ فرہاد نے کی
موم کی طرح پہاڑونکو پگھلنے ندیا

۷۳	خاک پر سو رہے جا جا کے وہی لوگ اے اشک عطر مٹی کا بھی جنکو کبھی ملنے نہ دیا	19

آپ سے باہر ہوے عالم مین رسوا کر دیا
چشم افسون ساز نے کیا جانئے کیا کر دیا

راز عشق قامت دلدار افشا کر دیا
اے دل بیتاب تو نے حشر برپا کر دیا

جلوۂ روی صنم کی یاد مین آہین جو کین
سنگ مرمر کو لحد کے سنگ موسیٰ کر دیا

بعد شہید ناز کو احباب جب دفنا چکے
ابر رحمت نے لحد پر آکے سایہ کر دیا

بدگمانی سے نہ اُلٹی رخ سے جب اسنے نقاب
میری لاشے کی طرف لوگون نے پردا کر دیا

ان بتون کو خانۂ دل مین نہ دینا تھا جگہ
ہمنے کعبے کو محبت مین کلیسا کر دیا

ہجر مین ہم پر گذرتے کسطرح سے ماہ و سال
ایک دو دن کی جدائی نے تو مردہ کر دیا

سر پر آرے بھی اگر چل جائین تو پروا نہین
سختیون نے ہجر کی پتھر کلیجا کر دیا

ہوگئے مشہور عالم مین دوا اے درد عشق
ہمنے اے جان جہان تمکو مسیحا کر دیا

کسطرح بہلائین دل کنج لحد مین اے اجل
کیا چھڑا کر تو نے یارون سے اکیلا کر دیا

میرے چہرے مین کہان سے آگئی گرد ملال
چار دن مین جامۂ ہستی کو میلا کر دیا

کوئی انسان اسکی قدرت کا بیان کیا کر سکے
ایک قطرے کو اگر چاہا تو دریا کر دیا

دیکھنا اک دن اگلنا ہوگا تجھکو اے زمین
گور کے منہ کا اجل نے تو نوالا کر دیا

عارض گلرنگ کی خط سے ہوئی دونی بہار
دونون رخسارون پہ گویا سبز مینا کر دیا

کیا زمین پا گئے خداداد جیسے ہم بھی مانند مسیح
استخوان کو پیکر ظالم نے سرما کر دیا

نے نوازی کا ہوا شوق اُس برہمن زاد کو
حسن روز افزون نے آخر کو کنہیا کر دیا

دام گیسو سے صدا نالون کی اب آتی نہین
لیکے دل مجھسے مرا کیا جانئے کیا کر دیا

دی ہے میرے اشک ندامت کو خدا نے آبرو
یہ بڑھایا ایک قطرے کو کہ دریا کر دیا

۷۴	حال درزدان کفن سن سنکر خوف آتا ہی اشک جو مسافر یل گیا رستے مین ننگا کر دیا ہی	۱۱

ہمارا دل تری چوٹی کے بار میں نکلا	نیا شگوفہ یہ فصل بہار مین نکلا
حسین نہ ایک بھی تجھسا ہزار مین نکلا	عجیب گل چمن روزگار مین نکلا
کچھ اور تو نہ ہماری مزار مین نکلا	اٹا ہوا دل غمگین غبار مین نکلا
کیا لحاظ نہ صیاد کا وہ بلبل ہون	قفس کو توڑ کے فصل بہار مین نکلا
خدا برا کرے اس اپنی سخت جانی کا	نہ دم بدن سے شب انتظار مین نکلا
بہت دنون سے تمنا ہی خلد تھی ہمکو	ہزار شکر کہ دم کوے یار مین نکلا
فلک نے پیس کے کچھہ مضمحل کیا تہا ہمین	جو دم رگون مین تہا باقی فشار مین نکلا
پہنچکے گور کی منزل مین ہمپہ حال کہلا	یہ راستہ ہی عدم کے دیار مین نکلا
رہا خراب مین فرہاد و قیس کی خاطر	ملا یہ دشت مین وہ کوہسار مین نکلا
تلاش اُسنے جو کی دل کی بعد مدت کے	ملا دلا ہوا کوٹے کے بار مین نکلا

۷۵	جو دلسے آہ بھی جل کر نہ نکلی اے اشک تو ایک لخت جگر ہی شرار مین نکلا	۲۲۰

شاق ہوتا ہی انہین چہوڑ کے جانا دل کا	ہی یہی خلوت کدہ ایسا ہی سُہانا دل کا
سیکھہ لے اِنسے کوئی دام مین لانا دلکا	خوب آتا ہی حسینون کو لبہانا دل کا
بہگیا فرقت جانان مین جگر خون ہوکر	رہگیا تہا یہی اک دوست پُرانا دل کا
خالی جاتا ہی نہین اُس ستم ایجاد کا تیر	تاک لیتا ہے وہ پہلے ہی نشانا دِلکا
اُسکی تصویر کے خاکے پہ ہوسے وارفتہ	یون ہی دیکہا کیئے کہین آنا دِلکا
بحر الفت مین ہوی غرق اُسنے دیکہہ کے ہم	موج گویا کہ سمندر کی ہے آنا دِل کا

صورت ماہی بے آب وہ بےچین رہے
نیند آنے کو بیان ہو جو فسانا دل کا

سامنے ترک کے ہم جا کے کہڑے ہوتے ہین
دیکہین کسطرح اوڑاتا ہے نشانا دلکا

ایک تو دیکہا اب اور طلب ہوتا ہی
کیا عجب مجہے مل گیا ہے کوئی خزانہ دل کا

کب طلب مجہہ سی کیا تہا کہ جو بینے ندیا
چہیڑ منظور تہی اُسکو ہی بہانا دل کا

ترک ہم مہر و محبت جو کہین کر بیٹہین
ہوی دشوار اُنہین پہر نظر آنا دِل کا

ایسی افتاد نہ دشمن کو بہی اللہ دکہائے
قہر ہے جان جہان دل سے گرانا دل کا

نہین معلوم کہ ظالم نے کہان پہینکدیا
کچہہ بتاتا ہی نہین ہمکو ٹہکانا دل کا

آہ مظلوم کی کہتے ہین بُری ہوتی ہے
دیکہو اچہا نہین ای جان ستانا دلکا

عمر بہر رنج و مصیبت مین گرفتار رہے
راس آیا نہ کبہی ہمکو لگانا دل کا

بار الفت مین غم و رنج نے اب ڈالا
مجکو اب ہو گیا دشوار اُٹہانا دل کا

ناہین رنج و غم ہجر سے پانی ہوکر
اب جگر کا نہ پتا ہے نہ ٹہکانا دِل کا

نگہ ناز سے جب دیکہہ لیا تیر لگا
چوکتا ہی نہین سفاک نشانا دِلکا

قبر پر فاتحہ خنجر شہیدون کی پڑہین
قافلہ ہو گیا جنت کو روانہ دل کا

کر دیا تیز نگاہون نے تمہاری مجروح
کیجئے گیسوئے پرپیچ مین شانا دل کا

پانون سے ملکے خدا جانے کہان پہینک دیا
خاک مین تہا اُنہین منظور ملانا دِل کا

۷۶	باتون ہی باتو تمہین وہ چٹکیان لیتے ہین اشک ہے جو منظور نظر اونکو ستانا دِل کا	۹
	ردیف بائے موحدہ	

خم سے اُبل اُبل کے بہی چار سو شراب
خود میکشونکی کرنے لگی جست وجو شراب

دونون جہان مین رکہتی ہے یہ آبرو شراب
زاہد بہی مانگتا ہے برائے وضو شراب

لیتا نہین مین نام بہی فصلِ بہار مین
فرقت مین مجکو خون کی دیتی ہی بو شراب

نیت بہری کبہی نہ ہماری وہ رند ہین
شیشون کی طرح ہچکو رہی تا گلو شراب

ساقی تمام فصلِ بہاری گذر گئی
اک روز بہی ندی ہمین بہر کر سبو شراب

ساقی کی یاد خون رولاتی ہے آجکل
ہوجائے کیا عجب جو کشش سے لہو شراب

پہلو لیے ہوئے ہین ادب کا بہی مے پرست
پیتے ہین روز بیٹہہ کے جو قبلہ رو شراب

پی لونگا آنکہہ بند مین کرکے بہار مین
منہ سے کی بہی جو لائے کوئی روبرو شراب

۷۷	دِل کو مے مودّتِ قربیٰ کا شوق ہے پیتے نہین ہم اشک کبہی بے وضو شراب	۷۵

ردیف تاے فوقانی

ہو کسیطرح محبت مین بسر کی صورت
فائدہ اِس مین ہوا پا کہ ضرر کی صورت

حور کی ہی نہ پری کی نہ بشر کی صورت
شانِ خالق ہے بت رشکِ قمر کی صورت

کہینچ لائی کششِ دل مری تربت پہ انہین
نظر آئی مجہے اِتنی تو اثر کی صورت

مانعِ دید رہی شرم و حیا وائے نصیب
مر گئے ہم مگر اُسنے نہ ادہر کی صورت

بات بہی راز کی منصور سے پرچہپ نہ سکی
اُڑ گئی سارے زمانے مین خبر کی صورت

آج وصلِ بتِ مینوش نہتا قسمت مین
جام ٹوٹی تو صدا آئی گجر کی صورت

ہنسکے دیکہا نگہ ناز سے جب تیر لگا
بدہ گئی قلب و جگر دونون گہر کی صورت

ابر و باران کا کہان لطف شبِ ہجر صنم
اُڑکے جگنو بہی دکہاتے ہین شرر کی صورت

دشمنِ وصل ہو مین آپ ہی وحشت کے سبب
ہے یہان چاک گریبانِ سحر کی صورت

آگ بھڑکی ہوئی ہے قلب و جگر میں شب ہجر
اشک آنکھوں سے نکلتے ہیں شرر کی صورت

ہجر میں دل کی تسلی کو جو پھینکی ہے کمند
جا پڑی بام حقیقت پہ نظر کی صورت

قابل سنگ جنون میں نہ رہا جسم نحیف
اب اڑایا کریں لڑکے ہمیں پر کی صورت

جان کھوئی ہیں غم دوری سے رہا کرتے ہیں
راہزن بنکے بگڑتی ہے سفر کی صورت

یہ ہی قسمت کہ بگڑ جاتی ہے تم ہو نہ ہو کر
کھینچی تصویر میں جب دیدۂ تر کی صورت

دھیان اس عارض روشن کا جو آجائے کبھی
دل کی آئینے میں بنجائے قمر کی صورت

گرم آہیں جو کروں حور و شونکے غم میں
ہر شرارے میں نظر آئے سقر کی صورت

نخل الفت کہیں بوئیں تو وہ بد قسمت میں
شکل گل کا نظر آئے نہ ثمر کی صورت

آبرو کھو نہ بچے دولت دنیا غافل
رکھ حفاظت سے اسے آب گہر کی صورت

پڑ گیا دل میں تری زلف کا سودا ایسا
اب جلائیں تو یہ ہو دیگا اگر کی صورت

چرخ مرنے پہ مٹا دیگا نشان مرقد
ہو لجائیں گے احبا مرے گھر کی صورت

پڑ گئی کاوش مژگاں سے ہزاروں ناسور
ہوگئی اور ہی کچھ زخم جگر کی صورت

خار تلوؤں میں ہیں سودے سے ہر ناوک داغ
شکل یہ پاؤں کی ہے اور یہ سر کی صورت

جلوۂ حسن سے موسیٰ کو تو وہاں غش آیا
ہوئی معلوم نہ پردے کی ادھر کی صورت

کس بت حسن کی صورت کا یہ دیوانہ ہے
رات دن جس کو چکر ہے بھنور کی صورت

٧٨	سیر بازار محبت کی بھی کر لو اے اشک وہ کرو کام نہ ہو جس میں ضرر کی صورت	٢٦

وہی الم ہے وہی اضطراب کی صورت
نہ پوچھیے دل خانہ خراب کی صورت

زوال حسن میں بھی ہے شباب کی صورت
ہلال دونوں ہوئیں آفتاب کی صورت

خیال ساقی مے نوش آگیا جس دم
برس پڑیں مری آنکھیں سحاب کی صورت

پسینہ آیا جو گرمی مین گل سے گالون پر
ٹپک کے دینے لگا بو گلاب کی صورت

گمان پری کا ہوا ہمکو شیشۂ مے پر
دِکھائی دِی جو کسیدن شراب کی صورت

موے پہ بھی نہین آرام ہجر عالم مین
مٹے ہین گنبدِ مدفن حباب کی صورت

کہان ہے راحت و آرام ہجرِ جانا نمین
خیال مین بھی نہین اب تو خواب کی صورت

مہک ہو عطر کی کیونکر نہ اشک گلگون مین
کشش لہو کی ہے ہر دم گلاب کی صورت

نہ اپنی زیست پہ نازان ہو اسقدر غافل
یہ ہست و بود ہے نقش بر آب کی صورت

جلائی آتش حسرت یہ بزمِ جانان مین
دِل و جگر مین ہو پیدا کباب کی صورت

ہم ایک حال پہ دنیا مین تا بہ زیست رہے
ہزار بار ہوئی انقلاب کی صورت

خیال عارضِ تابان کا دِل مین رہتا ہے
اِس آئینے مین ہے نقش آفتاب کی صورت

دوپٹہ اُوڑھا جو اُس گل نے جامدانی کا
ہر ایک ہے خوشتر گلاب کی صورت

زوال حسن مین بھی عشق یار کم نہ ہوا
نظر مین ہے وہی اُنکے شباب کیصورت

خجل ہین اپنے گناہونسے بعد مرگ جو ہم
ہے منہہ پر اشکون کی چادر نقاب کیصورت

وفور حسن ہے چوٹی کے چاند سورج پر
چمک رہے ہین مہ و آفتاب کی صورت

ہوا و حرص سے خالی دماغ کر غافل
بگڑ نہ جائے کسیدن حباب کی صورت

لحد سے کوچۂ جانان مین راہ کر لونگا
یہی رہی جو مری اضطراب کی صورت

نظر سے اپنے جو گذرا مرقع عالم
ہزار ہا مین تری انتخاب کی صورت

وہ دیکھکر مری تصویر ہنس کے کہتا ہے
کہ یہ تو ہے اُسی خانہ خراب کی صورت

بدن کا اُسکی نزاکت سے رنگ کٹتا ہے
ٹپک رہا ہے پسینہ شہاب کی صورت

جلایا ہے کسی میکش کے دل کو ساقی نے
شراب دِیتی ہے جو بو کباب کی صورت

لگاؤ آتشِ رنگِ حنا سے ہجر مین آگ
کہ پھپھولون مین ہو پیدا کباب کی صورت

یہ چند روز جوانی کے بھی غنیمت ہین — دوبارہ پھر نہین ممکن شباب کی صورت
نہ لائے شیشۂ می کوئی ہجر ساقی ہین — کہ زہر لگتی ہی مجھکو شراب کی صورت

۷۹	لحد کو رنج والم **اشک** دور ہون دلسے دکھائی دے جو ہمین بو تراب کی صورت	۹

ردیف ثائے مثلثہ

کیا کیا نہ ہوسے مفسدہ اغیار کے باعث — دربار ہوا بند اِنہین دو چار کے باعث
مشہور زمانے مین ہوا یوسف ثانی — عاشق ہین تری گرمی بازار کے باعث
انجام کا موسی کو ذرا دھیان نہ آیا — آفت مین پڑے حسرت دیدار کے باعث
گلچین نے عداوت سے نشیمن کو اُجاڑا — بربادئ بلبل ہوئی گلزار کے باعث
کاہے کو یہ بیماریٔ فرقت سے مجھے ہوتی — خود میرے مسیحا ہوئے آزار کے باعث
یہ ہنی ہے بناکر ترے بالونکی یہ سیلی — کافر ہوئے دو تار کی زنار کے باعث
عیسیٰ نہ خبر لے نہ دوا ہو نہ غذا ہو — مرنے کے یہی ہوتے ہین بیمار کے باعث
تم ناز کی یہ چال نہ موقوف کروگے — ہوتی ہے قیامت اِسی رفتار کے باعث

۸۰	رونا غم شبیر مین کام آیا بہت **اشک** بخشے گئے ہم سید ابرار کے باعث	۱۴

ردیف جیم عربی

کیونکر نہو عشاق کی جانون کا ضرر آج — بجلی کی طرح گرتی ہے رہ رہ کے نظر آج
جھگڑا ہی مٹا دیتے ہین او بانی شر آج — خود کاٹ کے رکھدینگے ترے پانو پہ سر آج

ہے قتل کسی عاشق ناشاد کا منظور
گہر سے جو کمر باندہ کے وہ تیغ و سپر آج

کچہہ صبح قیامت سے بہی بڑہکے شب ہجر
نے توپ کی آواز نہ بجتا ہے گجر آج

بستر پہ تڑپتا ہون پڑا صورت بسمل
اُٹہنے نہین دیتا ہے مجہے درد جگر آج

ہم پہلے ہی کہتے تہے کہ زلفین نہ بڑہاؤ
بل کہا رہی ہے دیکہو لچکنے مین کمر آج

کہتا ہون یہی دیکہہ کے اشکون کی روانی
مجہکو نہ ڈبو دین کہین یہ دیدۂ تر آج

ہے صبح سے دل مین بت مہرو کا تصور
اُجڑا ہوا آباد ہوا اپنا یہ گہر آج

کیا داغ غم ہجر سے جلتا ہے کلیجا
باتون کے عوض منہہ سے نکلتے ہین شرر آج

اُن گیسوؤنکی یاد دلاتا ہے یہ ہمکو
رہ رہکے جو دیتا ہے دہوان داغ جگر آج

فرقت تہین غیرونکی گوارا ہوئی کیونکر
حیرت ہے مجہے بہول پڑے آپ کدہر آج

رویا کیا اُن گیسوؤنکی یاد مین شب بہر
گذرے اسی آفت مین مجہے چار پہر آج

اے بلبلو ہو کنج قفس تم کو مبارک
صیاد کے آنے کی ہر گلشن مین خبر آج

٨١
جان آگئی کچہہ قالب بیجان مین جو اے اشک
مرقد پہ ہوا کیا مرے عیسیٰ کا گذر آج
٣٠

ردیف حاے حطی

نحیف غم سے جو گہل کر ہوئی نظر کی طرح
دکہائی دین لگے نہ ہم ہی ترے کمر کی طرح

موئے سبزہ ہے رخسار پر کہان کا حسن
روانہ ہو گیا خط دیکے نامہ بر کی طرح

بعید کیا جو نچہاور کرین یہ گل تجہپر
لئے ہوئے تو ہین کچہہ مٹہیون مین زر کی طرح

اُبہار جب سے ہے سینے پر انکے پستان کا
حیا سے رہتے ہین خم نخل بار ور کی طرح

یہ انتظار مین پتہرا گئے ہین دیدۂ شوق
نکل کے آنکہہ سے آنسو اُڑے شرر کی طرح

اُٹھایا کوچے سے اُسکے رقیب شیطان نے
ریاضِ دہر مین نابود و بود ہی یکسان
وہ شب کو صورتِ خورشید کب نظر آئی
محیطِ دہر مین با آبرو رہے تو کیا
غضب کیا شبِ وصلت ہی دم لگی ڈہرکنے
شبِ فراق سہی ہین جیتے جی عذاب مین ہو لئے
نہ ایک بار یہ پہنچی درِ اجابت تک
جو اُسکے کانمین چپکے سے بہی کہی کوئی بات
عدوی وصل بہت سے ہین او بت کافر
بلائے جان ہوئی عاشق کو یاد مژگان بہی
کیسے نہین ہی ترے دام زلف سے وحشت
فلک سے بہی ہو زیادہ جو بامِ یار بلند
ہوئی ہین زار یہ گہل گہل کے تیری سودائی
پس از فنا مرے کام آیا زلف کا سودا
ہنسی مین برق سے چمکے کبہی جو دانت اُسکے
اجل پسند ہی ہمکو ہی کنج تنہائی
شبِ وصال ہنسا چرخ نے دیا دہوکا
فراقِ یار مین گر آب آتشین پی لین
اثر ہے مجہہ مین جو شیرین و شوخی الفت کا
خدا نے بہیجدی تا ایک آدہ حور خدمت کو

جنان سے مجکو نکالا ابو البشر کی طرح
پڑے ہے شجر کی طرح گر پڑے ثمر کیطرح
جو دن کو آنکھون سے غایب ہی قمر کیطرح
نہ رخ سے گردِ یتیمی گئی گہر کیطرح
صدائین کان مین آئین مرے گجر کیطرح
دہک رہا ہے یہ اک داغ دل سقر کیطرح
کمی دعا نے بہی کی آہ بے اثر کی طرح
تمام شہر مین اڑتی پہری خبر کی طرح
بجے نہ پانون کی پایل تری گجر کیطرح
دلِ و جگر مین چہبی جا کے نیشتر کی طرح
چمن سے اڑ گئی کل ساری جانور کیطرح
کمند شوق پہنچ جائیگی نظر کیطرح
ہولے اُٹہتے ہیر سے چار سمت پر کیطرح
کہ جل رہا ہے ہر اک استخوان اگر کی طرح
برس پڑین ہری آنکھین بہی ابر تر کیطرح
رہین گے چین سے مرقد مین اپنی گہر کیطرح
تمام پہیل گئی روشنی سحر کی طرح
پڑین نہ بان مین چہالے دلِ و جگر کی طرح
مو کمر پہ چونٹیان کہا جائین گی شکر کیطرح
لکہدین چین ہمین بلا کے اپنے گہر کی طرح

محیطِ غم سے ہوا پار کب مرا بیڑا
ہمیشہ ناؤ کو جکڑ رہا بھنور کی طرح

کھلیں نہ کاہے کو ہمپر غیب کے اسرار
دہن کا بھی نہیں ملتا پتا کمر کیطرح

سمجھ گیا میں جو دیکھا چمن میں لالے کو
اڑائی اِسنے بھی داغ دِل و جگر کی طرح

جو بال اُس شہِ خوبان نے اپنے کھولدئے
ہوا سے اڑنے لگے فرق پر چنور کی طرح

٨٢ بھلا ہوا نہ کیا ہمنے شوق کسبِ کمال
ہے قدر بی ہنری **اشک** اب ہنر کی طرح ۴۰

بیخود ہونے لگے عشق میں مخمور کی طرح
جوش کھانے لگا خون بادۂ انگور کی طرح

سب حسینوں سے ہے پیاری بتِ مغرور کیطرح
غش نہ موسیٰ کو پھر آجائے کہیں طور کیطرح

نیش زن اُسکی مژہ رہتی ہے زنبور کیطرح
زخم دل بند نہ ہونگے کبھی ناسور کیطرح

آنکھیں فرقت میں رہیں دیدۂ بے نور کیطرح
اب کئی دن سے رِسا کرتی ہیں ناسور کیطرح

بت کافر کی تو مژگان سے بہی ہمکو نہیں راہ
کون پھر نیش زنی کرتا ہے زنبور کی طرح

تیرہ بختی سے ہماری نہیں اسکا بھی عجب
چاندنی رات سیہ ہو شبِ دیجور کی طرح

موسم گل میں بگڑ جائے جو ساقی ہم سے
اشک خون آنکھوں سے ٹپکیں مئی انگور کی طرح

دِل میں جو راز ہو باہر سے نظر آتا ہے
ہر مصفا بدن اُس حور کا بلّور کی طرح

مشتعل آتشِ غم دل میں ہر اک مدت سے
سرد ہوتا ہی نہیں یہ کبھی تنور کی طرح

غیر کو تھیں جو شکستیں مرے دل کی مطلوب
خود وہ مردود ہوا بلعم باعور کی طرح

کام آئی مری آخر کو شکستہ پائی
عیش و عشرت میں بسر ہوگئی تیمور کیطرح

مژہ یار سے کیونکر راہ نکالی ہم نے
دل میں سوراخ پڑے خانۂ زنبور کی طرح

روپ کیا زلف نے بدلا کہ مری موت آئی
حسن جاتے ہی جھٹکنے لگی کافور کی طرح

غرفہ میں وہ جو بیٹھکر رہتے ہیں مانند کلیم
بام ہے جلوہ گہِ نازِ صنم طور کی طرح

سبزۂ خط کی محبت نے کیا دل بے چین
چونٹیان نیش زنی سیکھی ہین زنبور کیطرح

کر کے مین خواہش دیدار بہت پچھتایا
کوئلہ ہو گیا دِل جل کے مرا طور کی طرح

آسمان بہی تہ و بالا ہو ہنڈولے کی مثال
کوئی نالہ جو کسی روز کرون صور کی طرح

اُسنے اگر نہ کسی روز مسیحائی کی
دردِ فرقت سے کراہا کیا رنجور کیطرح

منہ پہ جلاد کے چڑہنا ہی ہنسی کہیل نہین
جرأت اِسوقت تو کی دل نے مرے سور کیطرح

ماہ تابان کی چمک ہی جو رخ روشن مین
گیسوؤن مین ہی سیاہی شبِ دیجور کی طرح

صوفیانہ شب فرقت مین رہا کرتا ہی وجد
جب صدا تارِ نفس دیتی ہین تنبور کیطرح

برہمن مانگتے ہین چاند گہن کی خیرات
رخ پہ پہیلی ہین جو زلفین شبِ دیجور کیطرح

سلطنت کا تجہے حاصل ہو فقیری مین مزا
توڑ کر پانون ذرا بیٹہہ تو تیمور کی طرح

جو کہے حق اُسے سُولی پہ چڑہاتے ہین دِلا
بول اُٹہنا نہ خدا کے لئے منصورؒ کی طرح

ناتوانی سے ہوئین خشک یہہ رگہائے بدن
چہیڑیے گر تو صدا دیتی ہین تنبور کی طرح

عنبرین زلف صنم سے جو ملا کر رکہا
نافۂ مشک اڑی شرم سے کافور کی طرح

نیش اور نوش سے خالی نہین عشقِ جانان
سم بہی ہی شہد بہی ہی خانۂ زنبور کی طرح

شیشۂ مے لئے جاؤنگا لحد مین پس مرگ
اِک پری بہی رہی پہلو مین مرے حور کیطرح

کسقدر رنگ مین سرخی ہے بت کافر کے
لال چندن کا ہی ٹیکا ہوا سیندور کی طرح

راتدن گوشۂ عزلت مین پڑے رہتے ہین
بار غم لے کے کہان جائیے مزدور کیطرح

برق حسنِ بت خودبین سے جلا نخل امید
بنگیا سروِ چراغان شجرِ طور کیطرح

کرنے تقلید گرانی تو ہمکو کار دن کیا
باتین کرنا ہی بُرا ہوتا ہے مغرور کیطرح

ہجر مین روتے ہین خون اک بت مخمور کے ہم
روز اشکون کی کشش ہے مے انگور کیطرح

خاکساری کی بدولت دیہ جلا پائی ہے
آئینۂ دل کا صفا رہتا ہے بلّور کی طرح

مردے قبروں سے نکل آئے مرے دفن کے بعد	غمِ دوری سے میں نالاں جو ہوا صور کی طرح
دِنکو فرقت میں نہیں سوجھتا کچھ آنکھوں سے	گھر میں پھیلی ہے سیاہی شبِ دیجور کیطرح
کوئی کیا جانے کلاہِ فقرا کا رتبہ	تھی بعینہٖ یہی تاج سرِ فغفور کیطرح
دیکھکر زلفِ معنبر کو اُڑا رنگ ایسا	پھر سفیدی نہ گئی مشک سے کافور کیطرح
مثلِ موسیٰ ہو اگر طالبِ دیدار کوئے	پھونکدے شعلۂ رخسارِ صنم طور کیطرح

	اشک لی مفت کی یہ عشقِ بتاں میں بیگار بارِ غم سر پہ لئے پھرتے ہیں مزدور کیطرح	
۸۳	ردیف خائے منقوطہ	۸

وحشی ہرن وہ آنکھیں ہیں گیسو ہرن کی شاخ	پھر عاشقوں میں کیوں نہو دیوانے پن کی شاخ
آنکھوں میں دی جو سرمہ و نبالہ دار یار	کیونکر کہیں نہ لوگ غزالِ ختن کی شاخ
سرسبز ہوگئی ہے یہ فیضِ بہار سے	میں بھی حرمدمن کو سمجھا کفن کی شاخ
ٹھڈی کے نیچے ہاتھ ذرا رکھکے بیٹھئے	پیدا کسی طرح سے ہو سیبِ ذقن کی شاخ
سوزِ دروں سے آگ لگی جسمِ زار میں	جلتی ہے جسطرح سے چنارِ کہن کی شاخ
اِن سرکشوں سے جھک کے ملیں تب کچھ حصول	پر کیا کریں لگی ہوئی ہر بانکپن کی شاخ
تھک کر مرینگے وادیِ غربت میں ایکدن	سرسبز اب نہوگی نہالِ وطن کی شاخ

۸۴	نازک خیالیوں پہ تمہیں بھی تھا ناز اشک لیکن کہیں غزل میں نہیں انجمن کی شاخ	۱۲
	ردیف دال مہملہ	

حسن جاتا رہا گل سے ہوے رخسار سفید ‌ ‌ صاف گیسو نظر آنے لگے دو مار سفید

ڈھلتے جوبن مین بھی اُس بت پہ عجب عالم ہے ‌ ‌ تار گیسو ہین وہ یا دوش پہ زنار سفید

خون رہجائیگا محشر مین گواہی کے لئے ‌ ‌ کبھی دھوبی سے نہوگی تری تلوار سفید

اُسکی فرقت مین بھرونگا مین اگر سرد آہین ‌ ‌ برف برسے گی نظر آئیگا گلزار سفید

بے نقاب آکے وہ اب بیٹھتے ہین پاس مرے ‌ ‌ روتے روتے ہوے جب دیدۂ خونبار سفید

پا برہنہ مجھے گردش مین رکھا جوش جنون ‌ ‌ رہ نجائے کہین صحرا مین کوئی خار سفید

میکدے ہوتے ہین آراستہ فصل گل مین ‌ ‌ ہوگئے ہین کئی دن سے در و دیوار سفید

عکس اُسکے دُر دندان کا پڑا ہے شاید ‌ ‌ نظر آتا ہے ہر اک جوہری بازار سفید

نور اُسکے رخ روشن کا جو پھیلا گھر مین ‌ ‌ نظر آنے لگے سارے در و دیوار سفید

ڈر سے فرقت کے لہو خشک ہوا جاتا ہے ‌ ‌ تندرستی مین ہون مین صورت بیمار سفید

دیکھنا کب مری الفت نے دکھائی تاثیر ‌ ‌ سن کے مرنے کی خبر ہوگیا دلدار سفید

سرخرو رہتے ہین دنیا مین ہمیشہ ظالم
اشک تیرونکی نہ دیکھی کبھی سوفار سفید

ردیف ذال معجمه

اُس پری کو جو لکھا تھا شب ہجران کاغذ ‌ ‌ آگے خود لیگیا وہ مرغ سلیمان کاغذ

وصل قسمت مین نہین کیا جو لکھا نامۂ شوق ‌ ‌ نہ لپیٹا گیا جیسے کسی عنوان کاغذ

نامہ اُس شوخ کو شنجرف سے ہم لکھتے ہین ‌ ‌ کیون نہ بنجائے دل رشک گلستان کاغذ

خط مین لکھتے ہین ہم اک رشک چمن کی تعریف ‌ ‌ لالہ و گل سے بھرے آج تو دامان کاغذ

خط مین لکھون جو شب ہجر کا مین سوز و گداز ‌ ‌ نامہ جھٹ پھول بنے ہو شرر افشان کاغذ

پہینک پہینک آئی ہین لکھہ لکھکر جو ہم شوق وصال
ہاتہ سوا اب کبھی چہوتا نہین جانان کاغذ

بعد مرنے کے مرا خط جو اُنہین پہنچا ہے
رکھہ کے روتے ہین سر گور غریبان کاغذ

خوف رسوائی کا اِس درجہ ہی اُسکو ای اشک
چاک کرنے پہ بہی کرتا ہے پریشان کاغذ

۸۶	ردیف رای مہملہ	15

رہگیا جذب محبت مین اثر ہو ہو کر
جل گئے باغ تمنا مین شجر ہو ہو کر

غم دوری سے جو راتون کو مین سر ٹکرایا
رہگئی سیکڑون دیوار مین در ہو ہو کر

خار غم کی کسی صورت سے مٹی گی نہ خلش
جان لیگا مری یہ درد جگر ہو ہو کر

قیس و فرہاد نے بہی جان اسی مین کہوئی
رہگئی سب سے مہم عشق کی سر ہو ہو کر

آنکہین بیمار رہا کرتی ہین نرگس کیطرح
ہر کسیکی تمہین ای جان نظر ہو ہو کر

جای عبرت دل عشاق کی بربادی ہے
کیسی ویران ہوے آباد یہ گہر ہو ہو کر

رخ پر نور سے ہی وادی ایمن کوچہ
شب کو ذرے بہی چمکتے ہین قمر ہو ہو کر

زلف کیونکر نہ حسینونکو وبال جان ہو
نازکی بڑہ گئی بار نک کمر ہو ہو کر

بارہا وصل مین دیکہا ہی کہ دامن شب
چاک ہوتا ہے گریبان سحر ہو ہو کر

سنتے ہین لوگ اُدہر کے ہوے سب دیوانے
بو تری زلف کی پہنچی ہی جدہر ہو ہو کر

اُس کو امید تہی جینے کی شب ہجر صنم
رہگیا حال مرا نوع دگر ہو ہو کر

کشتے آنکے لب شیرین کے جو ذقا لے گئے
طعمۂ مور ہوے جسم شکر ہو ہو کر

شوق پرواز چمن فصل بہاری مین کہان
نُچ گئے ہاتہ سے صیاد کے پر ہو ہو کر

قدر دان کوئی کسیکو نہ ملا دنیا مین
داغ یہ لے گئے سب اہل ہنر ہو ہو کر

اشک — لکھوں دل بیتاب کی کیا کیفیت
کان تک اُسکے پہنچتی ہے خبر ہو ہو کر

آیا جو فاتحہ کو وہ دلبر مزار پر | ہوگا خرام ناز سے محشر مزار پر
ہنگامہ بلبلوں کا ہر دن بھر مزار پر | کس نے چڑھائی پھولوں کی چادر مزار پر
کس کے شہید ناز کا یہ آج عرس تھا | پریوں کے جمگھٹے رہے دن بھر مزار پر
جانیں تو لوگ عاشق ابرو کی قبر ہے | رکھ دو کمر سے کھینچ کے خنجر مزار پر
عاشق کا اتنا پاس کیا بعد مرگ کے | رو کر اُتارنے لگے زیور مزار پر
روئیگی خلق گور غریبان کو دیکھکر | نے روشنی نہ پھولوں کی چادر مزار پر
ہم وحشیوں کو چین نہیں بعد مرگ بھی | افلاک سر برستے ہیں پتھر مزار پر
مر جائیں گے جو آئینہ رویوں کے عشق میں | روئیگی آکے روح سکندر مزار پر
رندوں کو ہوگا غم مرے مرنے کا دیکھنا | ٹوٹیں گے کتنے شیشہ و ساغر مزار پر
ہم تو جواب خط کی تمنا میں مر گئے | اب آکے کیا کریگا کبوتر مزار پر
مرنے کے بعد قدر ہوئی واہ رے نصیب | ٹکرا رہے ہیں غم میں مرے سر مزار پر
بعد از فنا بھی چین نہیں اُسکے ہاتھ سے | رکھ دیں نکال کر دل مضطر مزار پر
دشمن بھی آکے کشتہ حسرت کو رو گئے | اشکوں کی بہگئی ہیں سمندر مزار پر
وحشت نے ہاتھ پاؤں نکالے پس از فنا | کھولی جو اُس نے زلف معنبر مزار پر
مرنے کے بعد جذب محبت تو دیکھنا | آ بیٹھے اپنا چھوڑ کے وہ گھر مزار پر
جاتی نہیں ہوس یہ بھی عاشق سے چھیڑ چھاڑ | بجلی گرائی یار نے ہنسکر مزار پر
اللہ رے داغ دل کی حرارت پس از فنا | انگارے بن گئے ہیں گل تر مزار پر
خوش ہو چکے کہ آپ کا دیوانہ مر گیا | لڑکوں کو آکے بانٹیے شکر مزار پر

دیکھا اگر چراغ تو ضد سے بجھا دیا
آیا جو رات کو وہ ستمگر مزار پر

٨٨

مارا ہے آپ کے غم دوری نے **اشک** کو
شاہا بلاؤ پھر ہمیں ہمیشہ مزار پر

١٧

کس نے یہ کوہ یار سے پھینکا اکھاڑ کر
میت کو چار دن بھی ہوئی تھے نہ گاڑ کر

دل کو اڑایا گیسوے طرار یار نے
کچھ بس چلا نہ بیٹھ رہے ہاتھ جھاڑ کر

گلچین پہ برق آہ کرے گھر ہی جل گیا
کیا خوش تھا بلبلوں کے نشیمن اجاڑ کر

ہم وحشیوں کا مرکے بھی سودا نہ جائیگا
رکھدینگے مرقدوں میں کفن پھاڑ پھاڑ کر

انجام کیا ہو یار کی الفت کا دیکھیے
میرے گلے پڑے ہیں بہت گھر اجاڑ کر

ہے پاس بیٹھنا یہ مرا ناگوار طبع
پہلو سے اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کر

کوڑی بھی خدا کی راہ میں دیتے نہیں بخیل
رکھ جاتے ہیں زمین میں خزانوں کو گاڑ کر

ساقی سے رنج آگیا فصل بہار میں
جام وسبو کو پھینکدیا توڑ تاڑ کر

وصلت کے باب میں جو کہا کچھ کنایتہ
رکھدیں گے وہ گڑے ہوئے مردے اکھاڑ کر

سن لی خبر جو فصل بہاری کی یکبیک
نکلے جنوں میں گھر سے گریبان کو پھاڑ کر

دولت جو ہے بخیل کی اوروں کا مال ہے
لیجائیں گے زمین سے خزانے اکھاڑ کر

قاضی کے ہاتھ سے نہیں اے میکشو مفر
سیدھا تو محتسب کو کیا مار دہاڑ کر

اب سرکشی کو بھولا ہوا ہے یہ نفس بد
رستم کو ہمنے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

اے آسمان قہر الہی سے ڈر ذرا
اتنی نہ ہمپہ ہجر کی اینٹیں پہاڑ کر

صنعت میں کس کو صانع قدرت کی دخل ہے
کیا جانیں کیا بنائیگا ہمکو بگاڑ کر

انکار دہریوں کو عبث ہے معاد کا
کیا ہمکو وہ بنا نہیں سکتا بگاڑ کر

اے **اشک** بھولجائیگا ساری کہانیاں

۸۹ | واعظ کو مین نے رکہدیا جس دن چہٹار کر | ۲۰

عبث جاتا ہی فکر صید مین ناوک فگن بڑہکر
خود آ جائین گے تیری تیر کی زد پر ہرن بڑہکر

ادا و ناز مین لیلی سے ہے وہ گلبدن بڑہکر
نہو کسطرح مجنون سے مرا دیوانہ پن بڑہکر

سوی پر بہی نہ کوتاہی کی اپنی دست وحشت نے
کہ پہنچا پانوٗن تک چاکِ گریبان کفن بڑہکر

اسیر عشق کو مد نظر تہی بعد مردن بہی
لپیٹتا ہی مرے پانوٗنکو ہر تار کفن بڑہکر

تبر سے کاٹ کر پہکوادیا گلزار سے باہر
ذرا نکلا جو قدِ یار سے سروِ چمن بڑہکر

بچے گی جان کیونکر رہروانِ کوئی جانان کی
بنی جب افعی رہزن وہ زلفِ پرشکن بڑہکر

یہ نہین دیدارِ جانان ایک تو کم تہا مقدر مین
کیا اندہیر تونے او رای شمع لگن بڑہکر

کہا دل نے مزا ہے معرکے مین سر کٹانیکا
جو ہمت ہو تو لے دامان ترک تیغزن بڑہکر

حسینون مین تجہے سرتاج سب کا کیون نہ سمجہین ہم
ترا انداز بڑہکر چال بڑہکر بانکپن بڑہکر

۴ نہ کیون وارفتہ گفتار ہون مین صورت موسی
کہ سب سے دلبرین مین ہے ترا طرزِ سخن بڑہکر

ترے ہونٹون سے ان دونون مین نسبت ہم کسے دیتے
نہ ہی یاقوت ہی اچہا نہ کچہہ لعلِ یمن بڑہکر

لگی ہی آگ سر سے تا قدم قلب و جگر کیسا
جہنم کا نمونہ ہوگیا داغِ کہن بڑہکر

جو گلگشتِ چمن مین میکشی کا اسکو دہیان آئے
گلستان میکدہ ہون جام گلہای چمن بڑہکر

ترے گیسوی عطر آگین کے آگے یار خوشبو مین
نہ عنبر ہی زیادہ ہی نہ ہی مشکِ ختن بڑہکر

بہلا کاہیکو آفت کوہکن کی جان پر آتی
اگر ہوتا نہ شیرین سے فریبِ پیرزن بڑہکر

خوش آئی ہی مجہے آب و ہوا یہ دشتِ غربت کی
کہ رہ رہجاتی ہین پانوٗن مری سوی وطن بڑہکر

تمنا ہی دلی نکلیگی کیا ان اوچہے زخمون سے
لگا اک ہاتہ گردن پر مرے او تیغزن بڑہکر

مسلمان دین و ایمان جانتے ہین وہ حسین ہے تو
گذر گردیر مین ہو تو قدم لین برہمن بڑہکر

سنا ہی معرکہ مین عشق کے دونون برابر تہے
نہ مجنون ہی زیادہ تہا نہ کچہہ تہا کوہکن بڑہکر

٩٠	گلہ نا آشنا کا کیا کرین اے **اشک** غربت مین ستاتے ہین ہمین اورون سے کچھہ اہل وطن بڑھکر	۲۴

چلی حسرت ہین تن سے اپنی جانِ ناتوان باہر
نکل آیا جو گھر سے وہ مرا ابرو کمان باہر

بنایا ہے مقرر ہمکو رنگِ زردِ عاشق نے
کہین دیکھہ آیئے جا کر آج کشتِ زعفران باہر

اِدھر آنے تو دو اِک دن سگان کوے جانان کو
لحد سے خود نکل آئین گے اپنی استخوان باہر

کیا کس کسکو زخمی راہ مین کتنون کو مار آئے
یہ کیسا ہو رہا ہے آج شورِ الامان باہر

عبث نام آوری پر اہل دنیا جان دیتے ہین
لحد مین کچھہ نہین باقی ہین قبرونکے نشان باہر

پلا دے آبِ خنجر تشنہ کامانِ شہادت کو
نکل آئی ہے ماری پیاس کے منھہ سے زبان باہر

ہماری قید کی تدبیر گھر مین اُنکے ہوتی ہے
جنون ہوتا چلا ہے آچلی ہین بیڑیان باہر

جو آیا ہے کبھی بن ٹھن کے محفل مین وہ پری پیکر
فدا ہونے کو سو سو بار نکلی تن سے جان باہر

تماشا ہو کہ روزِ حشر واعظ کے جلانے کو
رہین فردوس مین ہم لوگ ہو مے کی دکان باہر

ترا کوچہ ہو یا گھر ہو مجھے دونون برابر ہین
مرے نزدیک تو فردوس اندر ہے جہان باہر

غضب کوچہ ترا رنگین ہے خونِ شہیدان سے
تماشا دیکھہ تو آکر ہے تازہ گلستان باہر

سر اپنا پھوڑ لیتا ہین بھی شوقِ جبہہ سائی مین
نہو تا گر تمہارا بار سنگِ آستان باہر

نگاہِ ناز نے قاتل کے آخر جان لی اپنی
جگر کو توڑ کر میرے نکل آئے سنان باہر

اُڑا ہی منقار مین لیکے بلبل گل کے دھوکے سے
جو مینخانہ سے پھینکی محتسب نے کلچکان باہر

ہوئی کیا فصلِ گل مین بلبلونکی خانہ بربادی
چمن سے نوچکر گلچین نے پھینکے آشیان باہر

ہزارون دل پڑے ہین عاشقون کے اسکے کوچہ مین
مین سمجھا مصر سے یوسف کا نکلا کاروان باہر

حرارت عشق کی دل سے ہوئی پر بھی نہین جاتی
ہماری قبر سے اب تک نکلتا ہے دھوان باہر

خوشی غیرون کو ہے عاشق پریشان حال پھرتے ہین
بہار اُس گلبدن کے گھر مین رہتی ہے خزان باہر

چمن کی سیر کا مانع ہی تو ہم بہی سمجہہ لین گے
گلستان سے ذرا نکلے کسیدن باغبان باہر

نہین سودا کسے اے یار تیری زلف پیچان کا
نظر آتا ہے ہمکو آپ سے سارا جہان باہر

پہنسے ہین کس بلا مین اس دل بیتاب کر ہاتون
ستائین غیر گہر مین جان کہائین پاسبان باہر

پئے عاشق نئے جور و ستم تجویز ہوتی ہین
تری قابو سے کسدن ہونگے ہم اے آسمان باہر

عداوت تیرے کوچے کی ہے لڑکون کو جنون کیسا
لگے پتہر برسنے گہر سے ہم نکلے جہان باہر

٩١

کہے اے اشک کون اُنسے کہ اگر قتل کرجائین
پہر لیتا ہے گردن سے تمہارا نیمجان باہر

١٤

مقتل مین ہے جو خونِ شہیدان اِدہر اُدہر
ہے سیر بوستان و گلستان اِدہر اُدہر

بکہری ہے رخپہ زلف پریشان اِدہر اُدہر
ہے صبح عید شام غریبان اِدہر اُدہر

قسمت ہی ہو بری تو کوئی اُسکو کیا کرے
ہوتے ہین روز وصل کے سامان اِدہر اُدہر

دیر و حرم کو جاتے ہین کس کی تلاش مین
کیا ڈہونڈتے ہین گبر و مسلمان اِدہر اُدہر

کوچے سے یار کے گذرا اپنا محال ہے
پہرتے ہین شب کو اُسکے نگہبان اِدہر اُدہر

کچہہ دیکہتے ہی دِل مرا بے چین ہوگیا
سینے پہ کیا ہے یار نمایان اِدہر اُدہر

قاصد برا ہے کوچہ قاتل کا ہے پتا
ہین کچہہ شکستہ گورِ غریبان اِدہر اُدہر

بالون مین اُنکے سیکڑون الجہے ہوئے ہین دل
گیسو مین دونون یا کہ ہین زندان اِدہر اُدہر

کہویا گیا ہے آج مقرر ہمارا دِل
کچہہ پہر رہا ہے یار ہراسان اِدہر اُدہر

عالم جنون کا فصل بہاری مین دیکہنا
اُڑتے پہرین گے تارِ گریبان اِدہر اُدہر

بستر پر ایک دم کسی پہلو نہین قرار
لیتے ہین کروٹین شبِ ہجران اِدہر اُدہر

پلکون کا جب سے یار کی سودا ہوا ہمین
رہتے ہین ڈہیر خارِ مغیلان اِدہر اُدہر

مدفن نہ پوچہو اپنے مژہ کے شہید کا
دریا کا ہے کچہار نیستان اِدہر اُدہر

۹۲	سودا ہے جب سے یار کی زلفون کا ہمکو اشک جنگل مین پھر رہے ہین پریشان ادھر اودھر	۱۴

تا کمر آ گئی وہ زلف چلیپا بڑھکر کیون مری لاش کو اب دیکھتا ہے حسرت سے پسلیان چور تڑپنے سے ہوئی جاتی ہین کس کا درمان کرے انسان کرے کسکا علاج مرگیا پھوڑکے سر اپنا غم شیرین مین وہان بیہوشی کا آیا جو چمن مین اسکو خط بھی پڑتا نہین گردن پہ نزاکت کے سبب زاہدا جلوہ گہ ناز بتان ہے کہ نہین وہان بھولے سے جو آیا وہ ہوا دیوانہ دشت پرخار ہے جنت ترے دیوانونکو کوئی اس وحشت دل کو نہ مری کم سمجھے غم ہجرت کا تو سے یہ تنگ آیا ہون ایسا ہین خوش ہوا وصلت کی خبر سننے سے	۴	ڈر یہی ہے کہ نہ فتنے کرے برپا بڑھکر کہین ٹھوکر نہ لگا بیٹھے مسیحا بڑھکر دل جیتا ہے سے ہی برق نہ پارا بڑھکر دل ہر زخمی نظر آتا ہے کلیجا بڑھکر رنگ فرہاد تو کچھ قیس ہی لایا بڑھکر بنگیا ساغر دل ہر گل لالہ بڑھکر تیغ کا ہاتھ لگاتا ہے وہ کتنا بڑھکر تیری مسجد سے شرف مین ہے کلیسا بڑھکر جن سے کہ بہی ہے تری دیوار کا سایا بڑھکر نخل طوبیٰ سے بھو لوگا ہے سایا بڑھکر ہوگا سودا یہی لڑکون کا تماشا بڑھکر زندگانی سے ہے مرنے کی تمنا بڑھکر رنگیا سینے مین وہ ہاتھ کلیجا بڑھکر

۹۳	حسن جانان جو ترقی پہ یہی ہے اے اشک کیا عجب ماہ بنے خال کف پا بڑھکر	۲۲

پڑرہی ہین کس بلا مین عاشق حسن بتان ہوکر	۵	زمین بھی ہو گئی ہے بعد مردن آسمان ہوکر
تو انکو دلمین کیون دیتی جگہ ہم شادمان ہوکر		کسے معلوم تھا گر ہمین لینگے میہمان ہوکر
بتلاش یوسف گم گشتہ مین ہم ایک مدت تک	۵	پھرے ہین وادی کنعان مین گرد کاروان ہوکر

۲
بتوں کا عشق بھی رکھتا ہے کیا خاصیت عنقا
کہ مشہور خلایق ہوگیا دلمین نہان ہوکر

نہ کیونکر ہو گمان جنت کا اے بت روے رنگین پر
سمائی ہین تری آنکھون مین حورین پتلیان ہوکر

ترے کشتون مین عالم ہے جو دیکھو رقص بسمل کا
دکھائینگی تماشا شب کو روحین پتلیان ہوکر

پئے سیر چمن جاتے ہین وہ ہمراہ غیرون کے
بہار آئی گلستان مین نصیب دشمنان ہوکر

ارادہ ذبح کا مجھ سخت جان کے ہو جو قاتل کو
دکھائین سختیان رگہائے گردن استخوان ہوکر

یہی گر جذبۂ الفت ہے دل بیتاب کا اپنے
دہان زخم مین خنجر نہ رہجائے زبان ہوکر

ملا جاتا ہے غازہ آج پھر رخسار جانان پر
دکھائین رنگ ہمین صورت بہار بوستان ہوکر

سنبھلتے ہی نہین گیسوئے پرخم لاکہ سلجھائین
پریشان اور کرتی ہین ہمین یہ گتھیان ہوکر

شب فرقت مین ایسی ناتوانی نے ترقی کی
مری آہ جگر رہ رہ گئی آتش فشان ہوکر

۴
تمہاری گیسوئے پیچان کا عالم گیر ہے سودا
سمایا ہے رگ و پے مین ہر اک انسانکے جان ہوکر

دکھائینگے وہ اک طرفہ تماشا اہل محفل کو
اڑینگے مشک نافے زلف کی بوسے دھوان ہوکر

تجسس مین پرستارونکو سارا دن گذرتا ہے
ہوا ہے زار ایسا جسم اپنا ناتوان ہوکر

زوال حسن مین گر ہو وصال یار کی صورت
دکھائیگا بہار تازہ پھر گلشن خزان ہوکر

پئے تسکین یہ لوگون نے خبر مشہور کردی ہے
ہماری گھر نہ آئے شادی و غم توامان ہوکر

سنائی ہے صدا بلبل تمنائے اسیری مین
کبھی صیاد جو گذرا قریب آشیان ہوکر

ہرا کیونکر نہ سوجھے رند ہی ساون کے اندھے ہین
نظر آتی ہے ہر شی ڈالیون مین گلچکان ہوکر

خدا ہی اب چھڑالے قید سے ہمکو تو چھوٹین ہم
پڑی ہے پانوٴن مین وہ زلف پیچان بیڑیان ہوکر

بھرے گرداب غم مین پھنس گئے ہے غرق ہوجاتے
ہماری آہ نے کشتے نکالے بادبان ہوکر

کھڑے در پر دعائین مانگتے ہین اشتیاق دلمین ہم
الٰہی گھر مین وہ اپنے بلالے مہربان ہوکر

ہوا حاصل یہ عشق گیسوی عنبر فشان ہو کر
بدن سے اپنے جان ناتوان نکلی دہوان ہوکر

ہوا جسروز سے ہمکو تری دیوار کا سایا
بلائین گہر مین شب بہر ناچتی ہین پتلیان ہوکر

بتون کی بزم مین کیونکر نہ وجد صوفیا نہ ہو
کرین جب رقص یہ جادو کی پتلی پتلیان ہوکر

بہلا دس بیس تو نشتر ہماری ہاتہ پر ٹوٹین
رگ سودا یہ رہجای الٰہی استخوان ہوکر

در و دیوار سے فرقت مین سر ٹکراتے پہرتے ہین
اندہیرا رات دن رہتا ہے آہونکا دہوان ہوکر

حسینان پری رخسار کی فرقت مین مرتا ہون
اجل آئیگی بالین پر مری حور جنان ہوکر

پس از مردن ہماری داغ حسرت رنگ لائی ہین
شگفتہ ہوتے جاتے ہین چمن مین گل خزان ہوکر

بدلواتا ہماری کون کپڑی دشت وحشت مین
بدن سے پیرہن آخر کو اترا دہجیان ہوکر

ہوس دل نے نہ کی دنیا کو ومین گہر بنانے کی
رہے ہم اس چمن مین طائر بے آشیان ہوکر

رہی ہر لت ہمیشہ سے جو ہمکو دشت گردی کی
ہوئی پر بہی زمانے مین پہری ریگ روان ہوکر

یہی چاہت رہی تو یوسف دل کا خدا حافظ
ڈبوویگا زنخدان صنم اکدن کنوان ہوکر

نقاہت کے سبب نکلے کبہی گہر سے نہ باہر ہم
رہی پانون مین اپنے ناتوانی بیڑیان ہوکر

فراق یار مین بزم طرب بہی بزم ماتم ہے
مغنی کی صدا کانون مین آتی ہے فغان ہوکر

کہڑی ہین عاشق بیدل جو اپنی جان پر کہیلے
نگاہین بہی چلی آتی ہین تیر بی امان ہوکر

کیا جو زرد مجکو عشق نے ممنون احسان ہون
ہنسایا تو اسی غصے مین کشت زعفران ہوکر

غضب جلوی دکہاتے ہین مری گلرنگ کے شیشے
انہین پریون نے دیوانہ کیا زیب دکان ہوکر

عنادل کو ہوا صیاد کے گلدام کا دہوکا
جو کہولے زلف وہ گذری قریب آشیان ہوکر

عداوت دیکہا جس شب وہ میری راہ مین بیٹہا ہے
سناتا ہے رقیب آواز اپنی پاسبان ہوکر

شہادت پائی ان لوگون نے جنکے بخت یاور تہے
ہمہی اک رہ گئی ہین قتلگہ مین نیم جان ہوکر

ہماری عشق کا چرچا تو ہے اے رشک عالم مین

۹۵	رہے دنیا مین عنقا کی طرح گو بی نشان ہوکر	١٩

دوستی خرچ کرے زلف نہ دشمن ہوکر
کاٹ کھائیگی کسیدن یہی ناگن ہوکر

خال ہندو کو جگہہ مصحف عارض پہ نہ دی
ہاتہ قرآن کو لگاتا ہے برہمن ہوکر

رات دن خوف یہی ہی نہ گرے برق کہین
جان کو روگ لیا صاحب خرمن ہوکر

آتش غم مین شب ہجر جو رونا آیا
آگ بھڑکائی مری اشکون نے روغن ہوکر

آبرو کیون نہ ہوا دنی کی جو اعلی سے ملے
گرد رہ ماتھے پر اُنکے رہی چندن ہوکر

عقد پروین کو تمنا ہے یہ اے رشک قمر
بازوؤن پر تری خنجر رہی جوشن ہوکر

یہی حسرت ہی کہ اکدن تری تلوار اوپر کہ
برق کی طرح سے نکلے تہ گردن ہوکر

قتل عشاق کے سامان نظر آتے ہین
حسن سینے سے اُبھرنے لگا جوبن ہوکر

نالے کرتا ہے مری داغ جگر دیکھہ کے دل
زمزمے کیون نہ کرے بلبل گلشن ہوکر

تیرہ بختی نے اثر اپنا دکھایا پس مرگ
شمع تربت مری بجھہ بجھکے بھی روشن ہوکر

اثر جذب محبت جو دکھاؤن اپنا
بت پکارین مجھے ناقوس برہمن ہوکر

تن مین جان آگئی یہان پانؤن کی آہٹ سنکر
وہ مسیحا جو ہین گذرا تہ مدفن ہوکر

قتل کرنے کو مرے یار نے مسّی جو ملی
رنگ پر پھول سے وہ لب گل سوسن ہوکر

سر سے پا تک ہی مرا شیشۂ دل چکنا چور
نگہ یار پڑی سنگ فلاخن ہوکر

ناتوانی سے جو وحشت مین الجھی ہین قدم
اڑگیا ٹھوکرون سے دھجیان دامن ہوکر

دشت گردی مین جو سر کا یہی ٹکراتا ہے
آسمان مین کہین رہجاؤن نہ روزن ہوکر

رخ پر نور کا جلوہ نظر آیا نہ کبھی
کوچۂ یار مین مدت ہوئی مسکن ہوکر

جو مقدر مین لکھا ہے وہ نہین مٹنے کا
کیا کرے گا یہ زمانہ مرا دشمن ہوکر

ہجر جانان مین نہ جیتے ہین نہ مرتے ہین ہم اشک

٩٦	گھر مین سو مرتبہ رہجاتا ہے شیون ہوکر	١٥

وارفتہ دل ہوئے ذقن رشک ماہ پر
کیا قافلہ تباہ ہوا آکے چاہ پر

مجمع دلون کا ہے ذقن رشک ماہ پر
پیاسا کہین سے قافلہ آیا ہے چاہ پر

جوبن بھی ڈھل چکا ہر بدلتی ہر رنگ زلف
ہوتی چلی سفید پری کی سیاہ پر

مہلت نہ دی اجل نے دن آئے جو وصل کے
مدت کے بعد چرخ اب آیا تھا راہ پر

کچھہ حال کشتگان محبت نہ پوچھیے
یہ بھی کھلا نہ قتل ہوئے کس گناہ پر

قیمت سمجھہ گئے دل کی جو دینا ہو دیجیے
یہہ جنس بیچتے ہین تمہاری نگاہ پر

محفل مین گا رہے ہین وہ ناز و ادا کے ساتھہ
یہان جل رہا ہون غیر کی مین واہ واہ پر

موت آگئی ہمین شب فرقت بھلا ہوا
شبخون گرا ہے رنج والم کی سپاہ پر

کہایا ہر زہر کیا خط عارض پہ یار کے
سبزی تمام دوڑ گئی ہے گیاہ پر

دیکھا جو شب کو جلوۂ حسن جمال یار
بنکر چکور چپ نہ گرا رشک ماہ پر

دنیا مین مین وہ بے سروسامان غریب ہون
روتے ہین راہزن مری حال تباہ پر

مجھپر بلا جو آئی تھی دشمن پہ ٹل گئی
مارا گیا رقیب مرے اشتباہ پر

مستغنی المزاج ہین اس در کے خاکسار
ہے فخر ہر گدا کو ترے بادشاہ پر

عاشق کا کیون نہ مارگزیدہ کا حال ہو
لہرا رہا ہے دل تری زلف سیاہ پر

٩٧	ہے تر بتر کفن عرق انفعال سے نادم ہین ایسے اشک ہم اپنے گناہ پر	٣٢

طرفہ عالم ہے اب اُس مہر کے رخسارون پر
خط شبرنگ دھوان بنگیا انگارون پر

خاتمہ حسن صفا کا ہوا دلدارون پر
جڑ دیئے ہین جلی آئینے رخسارون پر

شبہ گلگون کا ہوا اُس مہر کے رخسارون پر
کبک کی طرح گرین تلملاتین انگارون پر

ظلم اب ہوتے ہین زلفون کے گرفتارون پر
روز اک تازہ بلا آتی ہے بیچارون پر

اب قدم بہی کوئی رکہتا نہین ہو اسی وان
قینچیان رہتی تہین جس باغ کی دیوارون پر

کبہی گذری جو مری حال کے پرچے انکو
قمچیان پڑ گئین اخبار کے ہرکارون پر

ہاتہہ اُٹہاکر جو کسی روز دعائین مانگین
آگیا ابر کرم جہوم کے مے خوارون پر

مجہہ سیہ بخت کا احوال خطو مین ہے رقم
کہین شبخون نہ گرا ہو شتر اسوارون پر

بلبلو آتش گل کے نہ سمجہنا انہین داغ
مہرین ہین مہر و محبت کی یہ منقارون پر

عشق ابرو تو صنم کہیل ہر جانبازون کا
نہ یقین ہو تو پہرا لو ہمین تلوارون پر

رنگ زرد دیکہہ کے منہہ حشر کے دن زاہد شک
رحمت آندہی کی طرح آئی گنہگارون پر

کسینے ایجان نظر بہر کے تجہے دیکہہ لیا
پڑ گئے نیل کے دہبے تری رخسارون پر

مر گئے منہہ سی لہو ڈال کے سب عاشق چشم
کردیا سحر کسینے ترے بیمارون پر

جوشش فصل بہاری سے نہین اسکا عجب
بیل انگورون کی ہو باغ کی دیوارون پر

روئین دل کہو لکے اک گل کی جدائی مین جو ہم
ناؤ گلچین کی چلے باغ کی دیوارون پر

مرتبہ الفت مژگان مین ہمیشہ سر کا ملا
عاشقون کو ترے معراج ہوئی دارون پر

کردیا باغ کا در بند اگر گلچین نے
عشق پیچان کی طرح چڑہ گئے دیوارون پر

بلبلو مرگ مبارک ہو وہ صیاد آتا ہے
ہار پہولون کے لپیٹے ہوئی دستارون پر

کب حسینو نکو ملے عارض رنگین ایسے
پہول دو رکہہ دیئے ہین توڑ کے رخسارون پر

کچہہ تعجب نہین گر ہون رگ جان عشاق
انگلیان اُسکی ستاریکی نہین تارون پر

سخت جان دینگے تمہاری صف مژگان کو شکست
منہزم فوج ہو حرف آئیگا سردارون پر

پہاڑ سی کہتا تہی مجہے فرقت جانان مین پلنگ
کوڑیالون کا گمان ہو نہ لگے ہارون پر

سادہ اگہر ہوگیا عارض کی صفا سے روشن
نور کی ہو گئی قلعی تری دیوارون پر

رشک ہوتا ہے محبت پہ گل و بلبل کے
غنچے رکھدیتے ہین مونھ پیار سے منقارون پر

قتل پھر ہونے لگے سبزۂ خط کے عاشق
پھر چھری تیز ہوئی اُنکے نمکخوارون پر

دیکے دین و دل و جان مول لیا ہے اُسکو
ہم شرف لے گئے یوسفؑ کے خریدارون پر

دم سے تھی یوسف کنعان کے فقط آبادی
اب وہ رونق نہ رہی مصر کے بازارون پر

دل جگر آتش فرقت سے پھکے جاتے ہین
کوہ غم ٹوٹ پڑا ہے مرے غمخوارون پر

ابرؤون پر کیا اُس ماہ لقا نے وسمہ
لو سیہ تاب ہوا مغربی تلوارون پر

یار جس روز سے دیکھا ہے ترا حسن و جمال
انگلیان اُٹھتی ہین یوسفؑ کے خریدارون پر

سُنکے نغمے مرے چپ ہو گئے ایسے گویا
مُہرین مرغان گلستان کی ہین منقارون پر

جوشش فصل بہار ایسی مہکتا ہے چمن
دوڑتی پھرتی ہے بو باغ کی دیوارون پر

شب غم مجکو ڈراتی ہے بلا نبکر **اشک**
دیدۂ غول کا ہوتا ہے گمان تارون پر

۹۸	ردیف زاے منقوطہ	۶

اس درجہ ہے خستہ ترے رنجور کی آواز
جس طرح سے آجاے کبھی دور کی آواز

دیوانہ ہو سنکر بت مغرور کی آواز
نقش جو پری کا ہو تو ہے حور کی آواز

کیا دور تھا مرجاتے جو موسیٰؑ بھی کُرل کر
سن لیتے اگر صاعقۂ طور کی آواز

ڈرتا ہون شب ہجر قیامت نہو برپا
نالے مرے رکھتے ہین صنم صور کی آواز

آفت ہے مری جانکو اُس بت کی جدائی
ناقوس سے آتی ہے مجھے صور کی آواز

چپ **اشک** جو ہون بار محبت کو اُٹھاکر
تھکنے سے نکلتی نہین مزدور کی آواز

۱۵	ردیف سین مہملہ	۹۹

ہے زمین پر سایۂ زلف معنبر آس پاس
یار گنج حسن ہے پھرتے ہین اژدر آس پاس

آہ کرتا ہون جو مین گرتے ہین اخگر آس پاس
رہ گیا جل جل کے آخر سارا بستر آس پاس

ہجر جانان مین روان ہی چشم سے سیل سرشک
موج زن ہی رات دن گویا سمندر آس پاس

اِسقدر لڑکون نے پہینکے ہین تری وحشی پہ سنگ
ہین پہاڑون کے برابر ڈہیر پتہر آس پاس

کعبۂ مقصود ہے عشاق کو بیت الصنم
حج اکبر جانکر پہرتے ہین دن بہر آس پاس

اپنے بخت نارسا کا کیجیے کس سے گلہ
دور ہون عاشق رقیبونکے ہین گہر آس پاس

اِک جہان شاکی ہی میری آہ آتشبار کا
جس محلے مین رہا ہین جل گئی گہر آس پاس

فصل گل ہو ساقیِ مہوش ہو بزم شراب
بادۂ گلگون سی ہون لبریز ساغر آس پاس

ذبح عاشق ہو رہی ہین آج قتل عام ہے
دِل مین کیا خوش ہوگا قاتل دیکہکر سر آس پاس

یہ بہلایا خانۂ صیاد قسمت نے مِری
تاو ہی کرتا ہے اُسی گہر کی کبوتر آس پاس

جسم صاف اُسکا ہی یا ہی قد آدم آئینہ
کیون نہ حیرت سے پہری روح سکندر آس پاس

لخت دِل گرتے ہین آنکہون سے مِری اشکونکی جا
جانتے ہین سب پڑی ہین یہ گل تر آس پاس

عشق مین اک روز ہوتی ہی مرے دلکی شکست
ہے بلاؤنکی چڑہائی غم کا لشکر آس پاس

ابروی قاتل کا رہتا ہی جو دہیان آٹھون پہر
سیکڑون مجکو نظر آتے ہین خنجر آس پاس

اُس قدِ موزون کی الفت مین مُوا ہون اشک مین
پہنچ ہین تربت ہوا در نخلِ صنوبر آس پاس

ردیف شین منقوطہ

بدلے پھولوں کے ہو ہر نخل چمن میں آتش
جا لگی آج تو گلچین کے بدن میں آتش

بات کرنے میں دھوان منھ سے نکل آتا ہے
آہِ سوزان نے لگا دی ہے دہن میں آتش

ڈھیر پروانوں کے جل جلکے ہوئے شمع کے گرد
مین یہی سمجھا کہ بھر دی ہر لگن میں آتش

سبزۂ خط جو نہیں پھر یہ دھوان سا کیا ہے
آب کی جا ہے ترے چاہِ ذقن میں آتش

دشتِ غربت سے کبھی رخ بھی ادھر کا نہ کیا
جب سے آیا ہوں لگا کر میں وطن میں آتش

داغِ دل اپنے پس از مرگ بھی ٹھنڈے نہ ہوے
جلکے جب اُف کروں لگ جائے کفن میں آتش

بید مجنون کے سنا ہے کہ ہزاروں ہیں درخت
نہ بجھے گی جو لگی نجد کے بن میں آتش

دل جلوں کو نہ ستایا کرو اے گلچیں تو
ہم ابھی چاہیں تو برسا دیں چمن میں آتش

خال پہ شمع کے کیا ہنستے ہیں اہلِ محفل
کیوں نہ رو دے وہ لگے جسکے بدن میں آتش

گرم آہوں سے جو گھر ہو نہ دیا کیا بگڑا
لطف جب ہے کہ لگے چرخِ کہن میں آتش

گرم اشعار جو پڑھتا ہوں تو جلتے ہیں عدو
اشک میں رکھتا ہوں پوشیدہ سخن میں آتش

۱۰۱	ردیف صاد مہملہ	۸

مضطرب ہوتا ہوں جب کرتا ہے وہ گلفام رقص
میری بیتابی کا رکھا ہے سبھوں نے نام رقص

زلفوں میں جال کے پھندوں میں پھنس پھنسکر گلا
دیکھنے کے قابل عنادل کا ہے زیرِ دام رقص

ہر ادا پر صورتِ بسمل پھڑکتا ہوں میں
دے رہا ہے آج مجھکو موت کا پیغام رقص

غم نہیں محفل میں بھی اپنی نہ آنے دے مجھے
دور سے دیکھا کرینگے یہ تری ناکام رقص

عاشقان بت نظر آتے ہیں زاہد بھی ہمیش
صوفیانہ رہتا ہے مسجد میں صبح و شام رقص

دیکھکر تابوت میرا دل میں خوش ہونگے رقیب
وجد میں آ کر کریگا چرخِ نیلی فام رقص

ساقی عیسیٰ نفس شاید لگا دیتا ہے منھ	گردش پیمانہ ہے یا کر رہا ہے جام رقص

١٠٢	اشک پری کو کہاں ناز و ادا ایسی نصیب دیکھکر زاہد بہلنا میں ہے اسکا نام رقص	٨

ہنسکے کہتا ہوں اسے کہتے ہیں کیا مستانہ رقص	جانتا ہے مری بیتابی کو وہ جانانہ رقص
ناز سے اٹھلا کے چلنا اِسطرف اور اسطرف	ہم اِسیکو جانتے ہیں یار معشوقانہ رقص
میکدے میں رات کو جاکر تماشا دیکھیے	بزم ساقی میں کرینگے شیشہ و پیمانہ رقص
موسم گل میں عروسان چمن کے سامنے	بیحجابانہ کیا کرتا ہے ہر دیوانہ رقص
تھرتھراتے ہیں یہ رعشے کے سبب سے دست و پا	یا سکھا دیتا ہے آکر عالم پیرانہ رقص
وصلتِ معشوق میں ہو جاتی ہے خود رفتگی	دیکھتے ہی شمع کو کرنے لگا پروانہ رقص
مے وہ شے ہے رازِ دل کرتی ہے سب کا آشکار	کرتے ہیں زاہد پہنکر دلق سالوسانہ رقص

قصر شاہانہ تو ہے اے اشک عبرت کا مقام
خاک اب اُڑتی ہے رہتا تھا جہاں روزانہ رقص

١٠٣	ردیفِ ضادِ معجمہ	١٧

رنج سہنے کو دلِ سخت ہے پتھر کے عوض	چشم تر دی مجھے خالق نے سمندر کے عوض
حور خالق نے عطا کی بتِ خودسر کے عوض	قصر فردوس ملا اُجڑے ہوئے گھر کے عوض
کام گلزار سے رکھتا نہیں دیوانہ عشق	لختِ دل ہیں مرے دامن میں گلِ تر کے عوض
غم نہیں روح سے گر قالب خاکی چھوٹے	دوسرا دیگا خدا اگر مجھے اِس گھر کے عوض
پاس اتنا تو پس از مرگ کیا لوگوں نے	پھول مرقد پہ چڑھانے لگے پتھر کے عوض
ہوگا وصل اُس بت کافر سے کہا تھا اُسنے	نقدِ دل دینگے برہمن کو نچھاور کے عوض

چشم فتّانِ پریوش کا مین دیوانہ ہون
فصد کو موی مژہ چاہیے نشتر کے عوض

بدلے ہونٹون کے لِے بوسۂ خط عارض
زہر ہی دے وہ بلا سے مجھے شکر کے عوض

بھیجنا خط ہمین منظور ہو گر اُس بُت کو
طائر قبلہ نما چاہیے کبوتر کے عوض

ای صنم ترکِ رہ و رسم محبت نہین خوب
آدمی آیا کرے تیرا پیمبر کے عوض

رات بھر خوب جلایا تبِ فرقت نے ہمین
سوئے انگارون پہ ہم پہولونکی چادر کے عوض

رو گیا آ کے مری قبر پہ اِک معدنِ حسن
ڈھیر ہین موتیونکے پہولونکی چادر کے عوض

آجکل عطر لبھانے کے لئے سب عطّار
مو تری زلف کے لیجاتے ہین عنبر کے عوض

لب لعلین کے تصور مین ٹپکتے ہین جو اشک
دانے یاقوت کے بنجاتے ہین گوہر کے عوض

قبر مجنون پہ اگر لے گئی وحشت مجھکو
لختِ دِل لیکے چڑھاؤنگا گلِ تر کے عوض

ساقیا دور سے آتے ہین ترے در کے فقیر
بھر دے کشکول مین مَی آج تو ساغر کے عوض

پانو مین وادی وحشت کے ہین چھالے ای اشک
چاہیے خارِ مغیلان ہمین نشتر کے عوض

١٠٤	ردیف طای مہملہ	٦

کوئی پہنچا دے مسیحا کو یہ بیمار کا خط
اِتنا کہدے کہ ہر اِک طالبِ دیدار کا خط

قتل جب اُسکی نزاکت ہی مجھے کرنے دے
نہ پڑا جسم پہ میرے کبھی تلوار کا خط

قاصدِ یار پہ ہو مجکو پیمبر کا گمان
وحی سمجھون اُسے دے لاکے جو دلدار کا خط

حاشیہ لکھا ہے کیا جوہری نے قرآن پر
خط یاقوت ہے سارا ترے رخسار کا خط

پھر گئی موت کی تصویر مری آنکھون مین
لے کے جلاد جو آیا ہے مرے یار کا خط

نامہ بے نام و نشان ہمنے جو بھیجا ای اشک

ہنس کے کہنے لگے ہے یہ اُسی مکار کا خط

١٠۵	ردیف ظائے معجمہ	٩

اُڑاتا پھرتا ہے جو خاک چارسو واعظ / شراب کی تو نہ کرنا ہو جستجو واعظ

بتون کا نام جو لیتا ہے منہہ سے تو واعظ / اُترکے پہلے تو منبر سے کر وضو واعظ

بڑھا کے وصف نہ کر حورِ خلد کا ظالم / نہ جھوٹ بول کے کھو اپنی آبرو واعظ

بہار کوے بتان کی بھی دیکھلے چل کر / اگر تو خلد کی رکھتا ہے آرزو واعظ

نہ تھا شباب مین شوق شراب وصلِ بتان / نہ سچ کہے تو پیئے تو مرا لہو واعظ

بتون سے حسن زیادہ ہی حورِ جنت کا / قسم تو کعبہ کی کھا ہو کے قبلہ رو واعظ

بدل کے بھیس کسی روز آ تو بیٹھے پر / چھپا کے لادون تجھے مے کا اِک سبو واعظ

عجب نہین کہ جو ساقی پہ لوٹ ہو جائے / صراحی دار اگر دیکھ لے گلو واعظ

کسیکا ہمنے بگاڑا ہے کیا کہو اے اشک / ہوا ہے رندونکا کیون اِسقدر عدو واعظ

١٠٦	ردیف عین مہملہ	١٠

گور پر حسرت زدونکی رہتی ہی پروانہ شمع / ضد سے آکر بجھا جاتا ہے وہ جانانہ شمع

چپکے چپکے آنسوؤنسے رو رہی ہے بزم مین / گوشِ دل سے سنتی ہی پروانون کا افسانہ شمع

دشتِ وحشت مین اندھیرا ہو تو کچھ پروا نہین / ہے برائے روشنی داغِ دلِ دیوانہ شمع

مغتنم ہو دو گھڑی کی یہ بھی صحبت پھر کہان / بیٹھ کر رُو لے قریبِ لاشۂ پروانہ شمع

پڑ گیا ہو عکس کس کے روے آتشناک کا / جل اُٹھی مے بنگیا ہو بزم مین پیمانہ شمع

مرتے ہین جل جلکر پروانے اُسے کچھ غم نہین
آپ سے سیکھی ہوئی شاید طرزِ معشوقانہ شمع

دوڑکر اُس شعلہ رو کے پانونپر گرتا ہون مین
پھر کہین رکھتا ہے جسدم دیکھ لے پروانہ شمع

داغِ دل کا میرے سنکر ذکر فرماتے ہین وہ
مرگیا کیا نیکے پھرتا تھا جو اک دیوانہ شمع

پردۂ فانوس مین ہوگی نہ کیا عاشق کشی
پہنے زاہد کی طرح گر دلق سالوسانہ شمع

رات اندھیری ہجر کی کیونکر کٹے گی مجھسے اشک
آتے آتے بہولجاتی ہے مرا کاشانہ شمع

۱۰۷ — ردیف غین معجمہ — ۱۱

مس رہی آنکھین بھی تیری وہ روشن ہین چراغ
ہے صفِ مژگان و یار کہہ ہین چلمن مین چراغ

برقِ ہجر مینے بچایا اسپہ یہ آفت پڑی
رکھدیا لاکر کسی نے میرے خرمن مین چراغ

اِس لئے اُس بت نے چھینا ہے دلِ داغی مرا
جاکے رکھدیگا کسی دیرِ برہمن مین چراغ

اِسطرح سے عارضِ پرنور وہ زیرِ نقاب
جیسے فانوسِ خیالی کے ہو دامن مین چراغ

داغِ دل سے روشنی بڑہکر کسی شئے مین نہین
کھیت لالے کا ہے یا جلتے ہین گلشن مین چراغ

دیر مین راتونکو کرتا ہے کسیکی جستجو
دیکھتا ہون روز مین دستِ برہمن مین چراغ

مین بہلے کو ساتھ لایا تھا نہونگا داغِ عشق
ورنہ راتونکو کہانسے آتا مدفن مین چراغ

غنچۂ گل دیکھکر کہتا ہے جلکر باغبان
رکھہ گیا یہ کون بلبل کے نشیمن مین چراغ

مین یہ سمجھا معجزہ موسیٰ کا ہاتھ آیا اُسے
چور مہندی کا ہے دستِ شوخِ پرفن مین چراغ

دستِ رنگین سے کیا ہے ذبح اُس جلاد نے
خونکی دھارین بنی ہین میری گردن مین چراغ

پاس رہجائے نہ کچھ اے اشک شبکا وقت ہے
جی مین ہے دیدون جلاکر دستِ رہزن مین چراغ

۱۵	ردیفِ فائے موحدہ	۱۰۸

رہا برسوں مری رونے کا اثر چار طرف ساتہ لیکر جو پہرا دیدۂ تر چار طرف
غم کے سامان ہین بپا شام و سحر چار طرف میری مرنیکی جو پہنچی ہے خبر چار طرف
چہٹگیا ہاتہ سے صیاد کے کیا طائر دل ڈہونڈہتا پہرتا ہے شہباز نظر چار طرف
اِسطرف سے کوئی روکو کہ اُدہر سے تہانبے راہ چلنے مین لچکتی ہر کمر چار طرف
وِہیان قاتل کو تب آیا مری رسوائی کا جب پہرایا گیا بازار مین سر چار طرف
خاک مین ملگیا شاہونکا تجمّل پس مرگ ٹہوکرین رہرونکی کہاتا ہین سر چار طرف
کِس کی ہر جلوہ گہ ناز یہہ بزم عالم چاندنی لاکے بچہاتا ہے قمر چار طرف
وحشتِ دل سے مین جا جا کے جو ٹکرایا ہون آسمان مین نظر آنے لگے در چار طرف
نگہِ ناز کے وہ تیر چلے ہین پیہم بنگیا خانۂ زنبور جگر چار طرف
خانۂ دِل مین کسی روزنہ کی ہمنے تلاش ڈہونڈ کر بیٹھ رہے یار کا گہر چار طرف
کُرۂ نار کا لوگون کو گمان ہوتا ہے ایسے پہیلے مری آہون کے شرر چار طرف
خود بخود آگ لگ اُٹھتی ہے ہر اک جنگل مین آجتک ہے مری آہون کا اثر چار طرف
نوچکر پہینکتا ہے موسمِ گل مین صیاد اُڑتے پہرتے ہین ہوا مین مری پر چار طرف
غیر کہہ آتے ہین کیا وصلتِ جانان کی خبر شام ہوتے ہی جو بجتے ہین گجر چار طرف

۲۱	وحشتِ دل مجھے رہنے نہیں دیتی اے اشک مثل پرکار کیے ہے گہر مین سفر چار طرف	۱۰۹

وحشتِ دل لے ہی نکلے گی سفر را اک طرف شہر چہوٹا چاہتا ہو آجکل گہر اک طرف
کس مصیبت مین پڑی ہے اپنی جانِ ناتوان دشمنی اُسکو برائی پر مقدّر اک طرف

گرز بنا پاہے زمین کا وحشتِ دل نے مجھے
دشت گردی ہر گلی کوچونکا چکرا اِکطرف

رات دن ہر در پے ایذا رسانی چرخِ دون
کر رہا ہے مجھہ سے بل بیرا مقدر اِکطرف

دل جگر ہین دشمنونکو اپنی جا دیتے ہین ہم
اِکطرف تیر نگہہ مژگان کا نشتر اِکطرف

کوئی اتنا بھی نہیں جو دفن کردے بعد قتل
لاش مقتل مین پڑی ہے اِکطرف سر اِکطرف

ہیجکر پہنچائے خط اُس شوخ ہرجائی کو ہم
نامہ بر حیران تباہی مین کبوتر اِکطرف

کم سنی کا کچھہ سبب ناتجربہ کاری بھی کچھہ
اِکطرف قاتل گرا غش کھا کے خنجر اِکطرف

آپ چلیئے ناز سے رستے مین ہم نالے کرین
اِکطرف ہو صور کی آوازِ محشر اِکطرف

موسمِ گل کی ہر اک بہٹی پہ ہین تیاریان
اِکطرف مینائے مَی رکھے ہین ساغر اِکطرف

لہر گیا آفت مین مژگان سے محبت کرکے مین
اِکطرف ہے فوج غم ترکون کا لشکر اِکطرف

ہوگئی سودے مین مجکو آتش افروزی کی خو
آگ صحرا کو لگا دی جل گیا گھر اِکطرف

رُخ پہ غازے کی پہین ہاتھ پر افشانکی بہار
ماہِ انور اِکطرف خورشید خاور اِکطرف

ساز و سامان کی کِسے گردون دو نشی ہے راہ مین
بوریا تک یہان نہین سونے کو بستر اِکطرف

فرقتِ دلدار مین اس مرتبہ رویا ہون مین
اِکطرف اشکونکا دریا ہے سمندر اِکطرف

فصل گل ہے گرم بازار جنون ہے آجکل
جس و کانین دیکھیئے رکھے ہین پتھر اِکطرف

دِل مرا عشق لب و دندان سے مالامال ہے
اِکطرف یاقوت احمر سلک گوہر اِکطرف

ڈھونڈہتے پھرتے ہین کہانیکو سگان کوئے دوست
لاش مقتل مین نہین ملتی مری سر اِکطرف

کوچہائے زلف ہین ظلمات سے بڑھکر سیاہ
خضر کو رستہ نہین ملتا سکندر اِکطرف

وقت کا اپنے سلیمان ہے مرا بلقیس وش
نامے لیکر ہدہد آتے ہین کبوتر اِکطرف

الف صلوٰۃ علی النبی	حشر کا ڈر کا نہین کچھہ ہم گنہگارونکو اشک اِکطرف حیدر مدد کو ہین پیمبر اِکطرف	

١١٠	ردیف قاف	١٠

زلفون کی دل کو یاد جو آئی شب فراق
دو چار ہاتہ اور بڑہ آئی شب فراق

مرنے کے بعد دیکہہ کے تاریکئی لحد
کہتا ہے دِل کہ بہاگ پہر آئی شب فراق

مرپٹ کے کاٹ دینگے دِلا آ جکی بہی رات
کوئی بیا جو سانگ نہ لائی شب فراق

اِتنی بہی آدمی کی نہو آہ بے اثر
تہی پہلجہڑی دیا کہ ہوائی شب فراق

اک حال پر رہے یہ زمانہ محال ہے
گر آج بچگئی تو کل آئی شب فراق

ساتون فلک زمین پہ ٹکرا کے گر پڑے
کی آہ نے ذرا جو رسائی شب فراق

افتاد یہ نئی ہے کہ جلکر جو آہ کی
لپٹے ہین سر پہ سقف گر آئی شب فراق

وارفتہ جمال صنم ہے تمام خلق
اِک حشر ہوگیا جدہر آئی شب فراق

ہوتا ہے درد سر مجہے بوئی شراب سے
کیون جوش کہا کے یہ نکل آئی شب فراق

١١١	کیا کہئیے کسطرح سے کٹی رات ہمپر اشک تہی مردنی سی چہرے پہ چہائی شب فراق	١٧

کیا جنون پیچہا چہوڑیگا مرا زنجیر و طوق
بنگئے ہین جان کو میری بلا زنجیر و طوق

غیر کا حصہ نہین کچہہ دلربا زنجیر و طوق
ڈہونڈے ہین تیری وحشی کا گلا زنجیر و طوق

ناتوان ایسا ہوا ہون گر کے اُٹہہ سکتا نہین
بنگئے ہین رہرو دلکی نقش پا زنجیر و طوق

طی کسیصورت نہوگی وادی وحشت کی راہ
ہر قدم پر بنتی ہے موج ہوا زنجیر و طوق

فصل گل مین بڑہ گئی ہے اِسقدر کاہیدگی
کہینچتے ہین خود برنگِ کہربا زنجیر و طوق

تارک دنیا ہر دو ان ہوتے ہین یون عزلت گزین
بنگئے گویا کہ نقش بوریا زنجیر و طوق

الفتِ گیسو مین کالے سانپ ہین لپٹے ہوے
پانون چہوڑینگے نہ چہوڑینگے گلا زنجیر و طوق

ایک مدت کیا مرے قید والم کو ہو گئی — خود مصیبت مین ہین گویا مبتلا زنجیر وطوق

اک بت ترسا کی الفت مین ہوا ہون مین اسیر — کیا تعجب دین جو ارگن کی صدا زنجیر وطوق

قید کو بہی ہم اسیرونکی زمانہ ہو گیا — گہستے گہستے ہو گئے سارے فنا زنجیر وطوق

ایک مدت سے گرفتار بلاے عشق ہون — دیکہکر روتے ہین سارے آشنا زنجیر وطوق

وحشت گردی کی بہی آفت سے بچا تا ہے ہمی — فصل گل مین بہیجدیتا ہے خدا زنجیر وطوق

وادی وحشت مین ہے کسکی گرفتاری کی فکر — جو گیا وہ ساتہ اپنے لے گیا زنجیر وطوق

قید کی حاجت گرفتار محبت کو نہین — مجکو ایک اک موی گیسو ہے ترا زنجیر وطوق

صورتین پریونکی ہر بار نظر دکہاتا ہے جنون — بنگئے ہین آئینہ ہو کر صفا زنجیر وطوق

گہس گئی ساری مری یاد گلو کی استخوان — ہڈیان کہانے لگے مثل ہما زنجیر وطوق

اس بلا سے اشک مرنے پر بہی چہٹکارا نہین — بنگیا ہے عشق گیسوئے رسا زنجیر وطوق

۱۱۲	ردیف کاف عربی	ک

کوئی تو ہوگا خدا ترس یار ایک نہ ایک — جلا ہی دیگا چراغ مزار ایک نہ ایک

رہیگا پاس مرے گلعذار ایک نہ ایک — پہنسیگا دام مین اپنے شکار ایک نہ ایک

حسین خود آئینگے جبتک شباب کے دن ہین — کہلائیگی گل تازہ بہار ایک نہ ایک

تمہارے گیسوؤن کے دام کو خدا رکہے — کسیدن آہی رہیگا شکار ایک نہ ایک

رہینگی یاد تری بیمروتی ای چرخ — بنا ہی دیگا ہمارا مزار ایک نہ ایک

جو دل نہو تو جگر ہوگا اپنے پہلو مین — رہیگا پاس ہر و غمگسار ایک نہ ایک

فراق کا کبہی دہڑکا کبہی رقیب کا رشک

جگر مین چبھت ہی اے **اشک** خار ایک نیا

ردیف کاف فارسی

۱۱۳ — ۱۰

پڑ گئی ہی رشک سی ایسی دل دشمن مین آگ
جا کے رکھ دیتا ہی چپکے سی مری خرمن مین آگ

بعد مردن آتش داغ الم بڑھتی گئی
رفتہ رفتہ بھر گئی ساری مری مدفن مین آگ

لو چراغونکی لگین دینے گیا جسوقت صبح
جامہ خون گویا بھری تھی ہر رگ گردن مین آگ

دید کے قابل ہی اے دل جوشش فصل بہار
گل نہین شاخون پہ ہی چارون طرف گلشن مین آگ

آتش گل کو ہوائے باغ بھڑکانے لگی
یا الٰہی جا کے گلچین کے لگی دامن مین آگ

آب تلوارونکو دینے کا سبب کھلتا نتھا
جب شرر نکلی تو سمجھی ہی دل آہن مین آگ

جھانکتا ہی آکے راتون کو جو ترک شعلہ رو
لوگ کہتی ہین کہ ہی دیوار کے روزن مین آگ

سر سی پا تک کھائی ہین اُس یار کے چہلونکو گل
ہی تن خاکی کو بدلے میری پیراہن مین آگ

پان کی سرخی دہن مین دیکھکر کہتا ہون مین
یار نے میری لگا دی ہیرکی معدن مین آگ

داغ دل کی اُڑ رہی ہین چار سو چنگاریان
راتدن اے **اشک** رہتی ہی مری گلخن مین آگ

ردیف لام

۱۱۴ — ۲۲

آتے نہین نظر ہمین وہان آج چار پھول
کل جس چمن مین دیکھے تھے بے شمار پھول

درکار ہین کسے تری فرقت مین یار پھول
بچھو ہین سانپ ہین مرے نزدیک ہار پھول

نام خدا ہے کیا چمن حسن پر بہار
نرگس ہین آنکھین یار کی دونون عذار پھول

رہتے ہین ہجر یار مین تر و تازہ داغ دل
فصل خزان مین دیتے ہین کیا کیا بہار پھول

اسباب عیش کاہش جان ہے فراق مین
جوبن پر آجکل ہین حسینان گلعذار
نالان ہین کسکے واسطے دن رات بلبلین
اپنے دماغ مین ہے پسینے کی اُسکے بو
بیوجہ چاک چاک نہین ہے قبائے گل
گر فاتحہ بھی پڑھنے کی توفیق اُسے ہو
خالی نہین حسین بھی کدورت سی دہر کی
گھیرے ہوئی ہین مجکو حسینان گلعذار
ہم دل جلا بجھا جو پئے نذر لے گئے
ہم وحشیونکو نام و نشان سی غرض نہین
ہوگا اُسی نواح مین فرہاد کا مزار
بیوجہ شاخ سے نہین گرتے ہین توٹ کر
تجھپر نثار ہونے کی حسرت گلون کو ہی
پھنستی ہین آکے دام محبت مین بلبلین
حسرت ہین دید گل کی جنون ہوگیا مجھے
بیجا گلو نپہ قطرۂ شبنم کا ہے گمان
سنتے ہین گوش دل سی بہلا بلبلونکی کب

چنگاریان ہین مجکو شب انتظار پھول
کیا کیا دکھاتا ہے چمن روزگار پھول
غم مین کسیکے رہتے ہین خود دلفگار پھول
تسکین نہوگی کوئی سنگھاہے ہزار پھول
کیا جانین کسکی غم مین ہین یہ سوگوار پھول
رکھدے لحد پہ دور کھڑی ہوکے چار پھول
آتے ہین ہر چمن مین نظر پر غبار پھول
ہین ایک عندلیب کے خواہان ہزار پھول
کہتے ہین لیکے کرون یہ داغدار پھول
لازم ہے نقش ہون سر لوح مزار پھول
لیجاتی ہے صبا جو سوے کوہسار پھول
اُس گل کے اشتیاق مین ہین بیقرار پھول
گرتے ہین توٹ توٹ کے بے اختیار پھول
صیاد ہین جو کھیل رہی ہین شکار پھول
جن کی طرح سے ہین مری سر پر سوار پھول
ہین بلبلون کے حال پہ سب اشکبار پھول
فصل بہار مین ہین ہوا پر سوار پھول

115 — مفلس ہون گو بہار مین اسراشک غم نہین
مجھکو پلائیگا مرا پروردگار پھول — 19

لوٹ ہین ساری حسین سنکے وفاداری دل
دیکھیے کرتا ہے اب کون خریداری دل

دوش پر چھوڑتے ہین زلف کو بل دے دیکر | جب سے ہے مد نظر اُنکو گرفتاریِ دل
عشق کا روگ برا پیچھے لگایا اپنے | اب مسیحا سے بہی جاتی نہین بیماریِ دل
جال پہیلائی بہت زلف مین لیکن نہ پہنسا | یار بہی مان گیا دیکھہ کے ہشیاریِ دل
غول کے غول حسینونکے چلے آتے ہین | گرم بازار ہے اللہ رے خریداریِ دل
کثرت داغ سے اک تازہ چمن پہولا ہے | بلبلین لوٹ گئین دیکھہ کے گلکاریِ دل
ہجر کی رات غم و رنج و الم مین گذری | شب عاشور سے کم تھی نہ عزاداریِ دل
قدر ہوتی ہے پس از مرگ مثل ہے مشہور | روئینگے یاد جب آئیگی وفاداریِ دل
رات بہر ہجر مین رونے کی صدا آتی ہے | سوگوارون سے کچھہ بڑہگئی ہے زاریِ دل
سخت تہا معرکۂ عشق مگر جیت لیا | بڑہگئی سام و نریمان سے جگرداریِ دل
دیکھیئے حشر کو کیا ہوتا ہے اسکا انجام | دنپہ دن بڑہتی ہی جاتی ہے سیہ کاریِ دل
رنج پر رنج دیئے یار نے اور داغ پہ داغ | نہین معلوم کہ اب کیون ہے طلبگاریِ دل
عشق کے نام سے اب تو ہمین تپ آتی ہے | کیا کہین آپ سے ہم باعث بیزاریِ دل
رنج مین ساتہ کسیکا نہین دیتا کوئی | غیر تو کیا ہے جگر سے نہوئی یاریِ دل
ایسے دنیا مین نہونگے کہین دشمن دوست | جاکے دیکھے کوئی زلفون مین ہواداریِ دل
سامنا رہتا ہے ہر روز نئی آفت کا | سچ تو یہ ہے کوئی کب تک کرے غمخواریِ دل
جنس نایاب یہ خاطر سے تمہین دیتا ہون | لو اِسے ہو سکے تم سے جو خریداریِ دل
ڈوب جاؤنگا مین دریا مین لہو کے اک دن | شب فرقت جو رہیگی یونہین خونباریِ دل

عیش و راحت کو ہے محتاج غم دوری سے
آجکل بڑہگئی ہے اشک یہ ناداریِ دل

خونریز ہے یہ ترک کی شمشیر تبسم
بے وجہ نہین کہتے ہین شمشیر تبسم
عکس در دندان سے نہین لب پہ سفیدی
جب تذکرہ حضرت موسیٰ پہ ہنسے وہ
ہنسنے نے ترے قیدِ محبت مین پھنسایا
ہین خضر و مسیحا مری صیاد کے مارے
ہر شام مین ہر زلف سیہ فام کا عالم
ہے تذکرہ ہنسنے کا یہ کس حورلقا کے
کشتہ ہوی دس بیس جو ہنستے ہوی دیکھا
ہنس ہنس کے مجھے قتل کیا گاہ جلایا
ہر مرتبہ رونے پہ ہمارے وہ ہنسا گر
ہاتھ آگیا دل ہنستے ہی ہنستے جسے تاکا
گریان عوض خندہ ہون اعمال یہ بونپر
شاید ترے ہنسنے کا گلستان مین ہے چرچا

حیرت مین ہے خود کاتبِ تقدیر تبسم
تلوار ہی کی شکل ہے تصویر تبسم
برگِ گل تر پر ہے طباشیر تبسم
ہم غش ہوے اللہ ری تاثیر تبسم
بیڑی مرے پانون کی ہے زنجیر تبسم
اک صید ادا ایک ہے نخچیر تبسم
ہر صبح مین ہے یار کی تنویر تبسم
ہر موج مین کوثر کے ہے تصویر تبسم
یہ تیر ہے اُس ترک کی شمشیر تبسم
کچھ بس نہین ہون تابعِ تقدیر تبسم
او ترک کلیجے پہ لگا تیر تبسم
عالم کو حسین کرتے ہین تسخیر تبسم
رونے کے برابر نہین توقیر تبسم
کچھ بلبل و گلچین مین ہے تقریر تبسم

۱۱۷	اے رشک نکل آتے ہین ہنسنے مین جو آنسو ہر عکس نظر آتی ہے تاثیر تبسم	۱۸

کبھی بھولے نہ لائے کچھ ثمر ہم
کہلین اتنا تو اسے یادِ کمر ہم
لگا ہے راہ کیا ملکِ عدم کی
وجودِ عالمِ امکان نہ تہا

عجب آفت رسیدہ ہین شجر ہم
کہ اُنکو بھی نہ آئین پھر نظر ہم
نہین معلوم جاتے ہین کدہر ہم
نہ رکتے بند اگر یہ چشمِ تر ہم

کفن پہنا دیا اک بعد مردن
چلے یہ لے کے اسباب سفر ہم

جدائی شاق ہر گو طفل دل کی
نہیں دیتے ہیں یہ لخت جگر ہم

عدم کو بھیجدے شاید وہ قاتل
ہیں گھر سے باندھکر آئے کمر ہم

کتر ڈالے گا فصل گل میں صیاد
نکالیں بھی اگر کچھ بال و پر ہم

پیے رخصت جو آئے ہیں دم نزع
اودہر وہ رو رہے ہیں اور ادہر ہم

اگر صیاد نے کی قدر واسنے
سناوینگے کبھی دو چار گہر ہم

نہ اٹھیں گے شب فرقت کے صدمے
نہیں بچنے کے ظالم تا سحر ہم

نہ پوچھو ہمصفیرو ظلم صیاد
قفس میں بھی رہے بے بال و پر ہم

وہ کہتے ہیں دل وحشی دکھا کر
پکڑ کر لائے ہیں یہ جانور ہم

بلا مرنے پہ گر جسم مثالی
بدل لینگے خوشی سے پھر تو گھر ہم

دیا ہے جب سے اک سفاک کو دل
ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں سر ہم

عدم کا راستہ کوئی بتادے
کرینگے جب ملک ہستی سے سفر ہم

گئی دل سے نہ آخر بد گمانی
چلے خود گھر سے بنکر نامہ بر ہم

کوئی تو آشنا آخر قدر کرتا
جو رکھتے پاس اپنے کچھ ہنر ہم

۱۱۸	ردیف نون	۲۷

چمن میں جوش پر گل آگ کی تاثیر رکھتے ہیں
عبث گلچیں نہیں ہاتھوں میں آتشگیر رکھتے ہیں

جو دل کھائے ہوئے گیسوے بت بے پیر رکھتے ہیں
انہیں تو سلسلہ الفت کا ہم دامنگیر رکھتے ہیں

نہیں واقف ابھی وہ حال سے ہم دردمندوں کے
یہ نالے صور اسرافیل کی تاثیر رکھتے ہیں

دِل بیتاب کو اپنے ذرا تسکین ہوتی ہے
ارادہ ہے جو یارِ شعلہ خو کے وصف لکھنے کا
گمان ہوتا ہے دِ نگار ات کو جب تو نِکلتا ہے
پھنسے جسبدن سے اِن سیمین تنونکی قیدِ الفت مین
ضررِ پہنچا نہ مرغانِ چمن کو آتشِ گل سے
ہوے کتنے ہین عاشق اُنکے شادیِ مرگ ہو ہو کر
کیا سودائی اُسکو ہنسکے جس سے چار باتین کین
بنایا ہے نشانہ ترک نے جس دن سے ہمکو
بہت روکا مگر کوئی نہ ٹھیرا سینۂ دل مین
ہمارا کیا بگڑ جائیگا دشمن ہے تو ہو گردون
نہ ہونا پہلو مین ہم اُس نور پیکر کے تعجب ہے
ہمارے پاس بھی خاکِ درِ جانان کی صد فرہین
نظر آتی نہین اب تک کوئی صورت رہائی کی
نظر جس سے ملی وارفتہ و شیدا کیا اُسکو
تصور کی بدولت وصل حاصل ہے حسینون کا
رہا کرتی ہے یون شانے پر اُسکے زلف خم در خم
حسینونمین رواج اب سر دمہر کا ہر اِک جا ہے
فریبِ عشق سے جان فرہاد ایک یہ بھی تھا
نہ کیونکر رقص مین اُنکے اشارو پر مرین عاشق
عجب اُلجھن مین پڑ جاتے ہین وہ فصلِ بہار مین

۴

کسی شب ہم جو پہلو مین تری تصویر رکھتے ہین
قلمدان مین عوض خامے کے آتشگیر رکھتے ہین
تری نقشِ قدم خورشید کی تنویر رکھتے ہین
طلائی نقرئی ہم پانؤ مین زنجیر رکھتے ہین
یہ منقارین نہین رکھتے ہین آتشگیر رکھتے ہین
لبِ شیرین کے بوسے زہر کی تاثیر رکھتے ہین
یہ بُت اللہ اکبر سحر کی تقریر رکھتے ہین
رگونکی طرح ہم سارے بدن مین تیر رکھتے ہین
غضب کا توڑ اُس ناوک فگن کے تیر رکھتے ہین
کوئی املاک رکھتے ہین نہ ہم جاگیر رکھتے ہین
کہ جس جا شمع ہوتی ہے وہین گلگیر رکھتے ہین
مہوس ناریل بھر بھر کے جو اکسیر رکھتے ہین
اسیرانِ غمِ فرقت عجب تقدیر رکھتے ہین
حسین آنکھون مین گویا سرمۂ تسخیر رکھتے ہین
ہمیشہ اِک بغل مین چاند سی تصویر رکھتے ہین
کہ زیبِ دوش جیسے دامِ ماہی گیر رکھتے ہین
یہ خطے اندنون خاصیتِ کشمیر رکھتے ہین
حسین ورنہ کہین پروا ہے جو شمشیر رکھتے ہین
زیادہ توڑ ناوک سے یہ وحشی تیر رکھتے ہین
جو دیوانے تمہارے پانؤن مین زنجیر رکھتے ہین

سوے گردون جو دیکھا چشم حسرت سے گھٹا آئی
نہین جاتا کبھی دل سے تصور اُنکی ابرو کا
سحر سے شام تک میلا سا مشتاقون کا رہتا ہے

دعا مین رند بادہ نوش بھی تاثیر رکھتے ہین
گلا ذرات گویا ہم تہ شمشیر رکھتے ہین
ہمیشہ بازار ہم جسدن تری تصویر رکھتے ہین

۱۱۹	کسیدن بھی جگر بگڑے ہوے اے **اشک** وہ آیا اثر کیا خاک اپنے نالۂ شبگیر رکھتے ہین	۱۳

نہ فتنے اُٹھے ہون ایسا کوئی مقام نہین
بہاؤ خون جہانتک تمہارا جی چاہے
پرہما ہے حسینون کا بادشاہ ہے تو
جمال یار کے شایق بہت کلیم نہون
بہلا یہ گتھیان کا ہیکو ہمسے سلجھین گے
جب آیا سامنے ساقی جھک گئین آنکھین
مطیع حکم ہے سب جہان یہ جا کے رہے
تمام عمر کٹی حال دل کے لکھنے مین
ہوا ہے بند ہی ہر یہ پیر مغان کی اِن روزون
حسین بھی کتنے تلوّن مزاج ہوتے ہین
نصیب الٹ گئے قاتل کا کیا قصور اِسمین
وہ آج گھر سے مقرر کہین سدہارے ہین

غضب ہے قہر ہے آفت ہے وہ خرام نہین
خدا کا ڈر نہین کچھہ خوف اِنتقام نہین
ہوا پہ طرہ گیسوے مشک فام نہین
جو دلمین سمجھے ہین اپنے یہ وہ مقام نہین
بلاے جان ہے دلا گیسوؤن کا دام نہین
ہے آفتاب ہتیلی پہ مے کا جام نہین
حرم مین دیر مین کس جا بتون کا نام نہین
مزا تو یہ ہے کہ مطلب ابہی تمام نہین
کہ ڈر کے کہتا ہے قاضی بھی مے حرام نہین
ثبات قول نہین بات کو قیام نہین
کہ فرد مین شہدا کے ہمارا نام نہین
ہر اک کی چشم تمنا جو سوے بام نہین

۱۲۰	نہ **اشک** خوف بتان کر بقول آتش کے خدا جل شانہ نہین یہ پیمبرؐ نہین امامؑ نہین	۲۵

رہا ہے فصل گل مین جو شیر دیوانہ پہن برسون

ہمارے جسم سے اُتری ہین پہنکر پیرہن برسون

جلے ہین آتش رنج والم سے جان و تن برسون
رہا ہو درپئے ایذا وہ طفل برہمن برسون

بچانا تہا خدا کو یہ طرح سے بچگیا ورنہ
رہا ہے گھات مین میری وہ ترک تیغزن برسون

ہوی وصلت کے سامان غیب سے قدرت خدا کی ہی
بتو تمکو آگے بہڑکایا کئے ہین برہمن برسون

وہ ہنگامے ہوی برپا مری وحشت کی باعث سے
رہی ہے درہم و برہم بتون کی انجمن برسون

کہانتک انتظاری ہوت ہو شبہای ہجران مین
مرے بالین سر کہا رہیگا کیا کفن برسون

حضور بلبل نالان نہ چٹکے گی کلی گل کی
اٹھا ئیگی نہ گہونگھٹ شرم کے ماری دلہن برسون

نپایا کچھہ ثمر جز داغ عشق لالہ رویان مین
ہوا اپنے خون دل سے ہمنے سینچا یہ چمن برسون

کسی شیرین ادا کا ناز اُٹھانا کار مشکل ہے
پہاڑونکو تو ہان کاٹا کریگا کوہکن برسون

تجسس مین بیان یار کے پہنچے عدم کو ہم
یونہین ہر نکتہ مین ڈہونڈا کیا اُنکا دہن برسون

خیال زلف پیچا پیچ مین عجب الجھن رہی دلکو
تشفی کے لئے سونگھا کیئے مشک ختن برسون

قیامت سے نہین کچھہ کم یہ تیرا وعدۂ فردا
یونہین ٹالیگا دم دیدیکر ادا بیمان شکن برسون

سہے جور فلک مجھہ ناتوان نے اُف نہ کی منہہ سے
نبہا ہو اسی حالت مین اپنا بانکپن برسون

خجل کیا کیا ہوا فرقت مین اپنی سخت جانی سے
خبر لے لیکے خالی پھر گئے ہین گورکن برسون

اگر کچھہ قدر ہو تمکو تو لو ہم مفت دیتے ہین
اسی دل کو رہے خواہان بتان سیمتن برسون

زوال حسن مین آینہ لیکر دیکھا صورت
رہیگا کیا اسی عالم پہ یہ سیب ذقن برسون

سبب اسکا مجھہ ہی سے پوچھتے ہو ناتوانی کا
تمہاری ہی محبت مین گھلا ہے یہ بدن برسون

زوال حسن مین ای بت کوئی اب رخ نہین کرتا
انہین قدمونکو خود پوجا کئے ہین برہمن برسون

نہ جھیلین سختیان شیرین و شو کی عشق مین کیسدن
پہاڑ دمین بسر کی ہمنے مثل کوہکن برسون

نہ تھا کچھہ کام چلنے کے سوا آنکھون پہ جسکو
رہا آتش کا پرکالہ مرا داغ کہن برسون

نہین ممکن کہ یہ ناز و ادا کی چال آسنے آئیے
سکہائی ہی اگر کبک دری کو تو چلن برسون

طبیعت آگئی تھی کچھ دنون وحشی نگاہون پہ
اکیلا بیٹھ کر رویا کیا ہون وحشت غربت مین
دکھاو یگانہ جنس دل کسیکو اپنے مرنے تک

پی لی تسکین دل ہمنے بھی پالے ہین ہرن برسون
نہین بھولی مری دل سے محبان وطن برسون
رہینگی تاکہ مین آخر کہان تک راہزن برسون

۱۲۱

خوشیکا نام بھی اپنی زبان پر اب نہین آتا
سہے ہے اسے اشک مینے اسقدر رنج و محن برسون

۲۲

یہی داغون کی کثرت ہی جو اپنی قلب مضطر مین
خدا جانے ابھی کیا کیا خرابی ہی مقدر مین
جو آ نکلا کبھی وہ شوخ مجھ وحشی کی تربت پر
پریزادونکو وہ آئینہ رو تسخیر کرلیتے
کوئی صورت رہائیکی نہ نکلی ہی نہ نکلے گی
تری خاطر سی ہم بار غم فرقت اٹھا لیتے
لب شیرین کی بوسہ وصل مین لیتے ہی دم نکلا
بلائی جان عاشق تھا اشارہ انکی ابرو کا
غم فرقت مین وہ آہ شرر افشان نکلتی ہے
خدائی کے تماشے دیکھتے ہین نشہ مے مین
کوئی شے دید کی مانع نہین گر چشم بینا ہو
ارادہ وصف کا اس حور وش کے جب کیا ہمنے
چلن بھولا ہوا ہی آسمان ایذا رسانی کی
سمجھتا تھا جو وہ جلاد اپنا عاشق وندان
یہ عالم ہے ہماری چشم نم کا یاد جانان مین

کسیدن آگ لگجا ہی نہ اس اجڑی ہوئی گھر مین
برا سودا محبت کا سمایا ہے مری سر مین
تو عطر گل بہت سا مل گیا پھولون کی چادر مین
سلیمان کی انگوٹھی تو نہین دست سکندر مین
جہانتک آب و دانہ ہی مرا صیاد کے گھر مین
توانائی نہین اتنی بھی اپنے جسم لاغر مین
مقدر نے دکھائی زہر کی تاثیر شکر مین
ہوئی ہین دل جگر دونون یہ زخمی ایک خنجر مین
کہ شب کو آگ لگجاتی ہے سو سو بار بستر مین
بنی ہین دونون آنکھین دور مین یک ساغر مین
نظر آنے لگے محبوب کی تصویر پتھر مین
زبان کو اپنی پہلے دھو لیا ہے حوض کوثر مین
مری نالون سے وہ بھی آجکل رہتا ہی چکر مین
مری خاطر سے خنجر کو بجھایا آب گوہر مین
ہمیشہ جزر و مد جسطرح رہتا ہے سمندر مین

جو پڑ جاوے کسی پر اُسکا سایہ بادشاہ ہووے
کئے سجدے یہانتک اِن بتونکے آستانون پر
پئی تسکین چمن کی سیر کو ہر روز جاتا ہون
یہ کس مسکین نے جلکر آہ کی ہر بزمِ واعظ مین
پیام اُس سیمتن کو عاشقونکے روز آتے ہین
بہلا کیونکر کوئی خلوتسرائے یار تک پہنچے

ہُما کی خاصیت تہی آجکل میرے کبوتر مین
کہ ابتک جبہہ سائی کے نشان باقی ہین پتہر مین
پسینے کی ترے بو مجکو آتی ہر گلِ تر مین
کہ ابتک زلزلہ ہر مسجد و محراب و منبر مین
یہ دولت وصل کی ہر دیکہیے کسکے مقدر مین
فرشتون مین یہ طاقت ہر نہ یہ قدرت پیمبر مین

۱۲۲	لحد مین بعد مردن اشکؔ وہ راحت ملی ہمکو کہ ہو آرام جیسے طفل کو آغوشِ مادر مین	۱۴

کسیکی حسرتِ دیدار مین برسون سے روتے ہین
نہ نیند آتی تہی جنکو فرشِ گل پر بہی نہ اکثر تہے
محبت دل کو اب ہوتی چلی ہے سبزۂ خط سے
کبہی کہلجائیگا احوال عاشق کی بہی حسرت کا
بہت پچتائینگے وہ قتل کرکے اپنے عاشق کو
بہلا کب تک کوئی صدمے سہے اُنکی جدائی کے
نہ کیون اپنی سخن کی قدر ہو جو ہر شناسونکو
وہانکی خاکسے بوعطر کی ہر وقت آتی ہے
زبانپر آگیا بہولے سے بہی گر نام چاہت کا
ترو تازہ شگفتہ داغ دل ہین اپنے رونے سے
تلاطم مین ہر اک مدت سے کچہہ پروا نہین اُنکو
نہ پوچہو حال فرقت مین ہماری اضطرابی کا

یہ اپنے دیدۂ تر مین وہ یاد دریا کے سوتے ہین
زمین مین آج کیسے پانون پہیلا کے وہ سوتے ہین
ہماری حق مین کانٹے دیکہیے کیا خضر بوتے ہین
ابہی تو کم سنی ہر پانون پہیلاکے وہ سوتے ہین
عبث کہنے سے غیرونکے ہمین ناحق وہ کہوتے ہین
یہی غم ہر تو ہم بہی جان سے اب ہاتہہ دہوتے ہین
شمار کرتے نہین دانتونکی ہم موتی پروتے ہین
جہان منہہ اپنا وہ غنچہ دہن ہر صبح دہوتے ہین
تو کیا کیا جان پر عاشق کی اُسنے قہر ڈہوتے ہین
نہ کہملا جائین پہولونکو اسی سے سب بہگوتے ہین
یہ کیسے ناخدا ہین جانکر کشتی ڈبوتے ہین
مکانِ یار کے دن بہر چکر روز ہوتے ہین

چمن سے آج شاید کوچ ہے فصل بہاری کا
جو گلچیں باغباں دونوں گلے مل مل کے روتے ہیں

١٢٣
مآلِ کار کا جس وقت ہمکو دھیان آتا ہے
گناہوں کے سبب اے **اشک** کیا محجوب ہوتے ہیں
٢٠

بہار آئی چمن میں کونپلیں پھوٹیں نہالوں میں
جنوں چمکا لگی ہونے ٹپک تلوؤں کے چھالوں میں

قد موزوں کا چرچا ہے چمن کے نونہالوں میں
اِن آنکھوں کے ہمیشہ ذکر رہتے ہیں غزالوں میں

نہیں چھپکا طلائی اُس سپہرِ حسن کے سر پر
اُلجھ کر رہ گیا ہے پنجۂ خورشید بالوں میں

چھُری صیاد کی فصلِ بہاری میں نہیں رُکتی
بھرا رہتا ہے مرغانِ چمن کا خون تھالوں میں

طبیعت یا الٰہی کس بتِ ترسا پر آئی ہے
کہ ہیں اب صاف ارگن کی صدائیں اپنے نالوں میں

دہانِ یار کا مضموں اگر پیدا کریں کوئی
رقم ہو جائے اپنا نام بھی نازک خیالوں میں

اُسی محبوب ہرجائی کے یہ سب لوگ شائق ہیں
مسلماں مسجدوں میں ہیں تو رہتے ہندو شوالوں میں

بہار آئی ہے دریا فیض کے ہر سمت جاری ہیں
ہر اک ہٹی سے مے بھر بھر جاتی ہے کپالوں میں

ہوا بدلی ہوئی ہے جوششِ فصلِ بہاری ہے
خدا چاہے تو زاہد اب کے مل جائے کلالوں میں

نہ ہو مغرور اتنا نازنیں حسنِ دو روزہ پر
ہزاروں جھائیاں پڑ جائیں گی اِن گورے گالوں میں

نہیں نشّے سے لال اُس شوخ سبزہ رنگ کی آنکھیں
مئے گلرنگ بھر دی ہے زمرد کے پیالوں میں

بناتے ہیں ہمارے ہی دلِ صد چاک کا شانہ
اُلجھ کر گتھیاں جس روز پڑ جاتی ہیں بالوں میں

کوئی آنکھیں ہماری کاش انکو نذر کر آئے
سنا ہے پھول نرگس کے پروتے ہیں وہ بالوں میں

نشاں ہے اب مکانوں کا نہ ہیں اُنکے مکیں باقی
مٹے وہ نام بھی لکھے ہوئے تھے جو قبالوں میں

نہیں یہ ابروؤں میں اے صنم سیندور کا ٹیکا
نظر آتا ہے خورشید قیامت دو ہلالوں میں

کہیں کیونکر نہ اُنکو ہم خوش قسمت نیک طالع
کہ جنکے عیش سے گذری ہمیشہ خوشحالوں میں

بجا لی پھر مرے چھریاں اگر دیکھ جائیں وہ
رقم ہو جائے نام اپنا جو اُنکے مرنے والوں میں

چراغ اگر جلائے غول نے گورِ غریباں پر
سوائے بیکسی ہرگز کوئی اپنے رونے والوں میں

نکل جائے جو تیرے منہ سے وہ فی الفور ہو جائے
ترے کوچے کے ہیں مجذوب بھی صاحب کمالوں میں

۱۲۴	مزا ہے اشک جو نانِ جویں کے خشک ٹکڑوں میں نہوگا ذائقہ وہ منعمون کے تر نوالوں میں	۲۱

فتنۂ محشر بھی ہو برپا تو ٹلتے ہیں کہیں
اُسکے کوچے سے بھلا اب ہم نکلتے ہیں کہیں

واعظِ مکار کے کہنے پہ چلتے ہیں کہیں
ہم بھلا حورِ بہشتی پر پھسلتے ہیں کہیں

فصلِ گل میں وحشتِ دل بیٹھنے دیتی ہمیں
اب گریبان پھاڑ کر ہم بھی نکلتے ہیں کہیں

رحم کیا آئے بتونکو میرے حالِ زار پر
گرم آہوں سے بھلا پتھر پگھلتے ہیں کہیں

اُس لبِ لعلین کی اُلفت کے جگر میں داغ ہیں
آتشِ یاقوت سے شعلے نکلتے ہیں کہیں

ہیں نہ ہمسری میں ہزاروں بادشاہونکے مزار
مقبروں میں قمقمے دو چار سب جلتے ہیں کہیں

پوچھتے ہو کیا تم اپنے چاہنے والوں کا حال
سر پٹکتے ہیں کفِ افسوس ملتے ہیں کہیں

چال میں ناحق ہمیشہ آپ ہی پٹتے ہیں غیر
ایسے نافہموں کے ہمپر جوڑ چلتے ہیں کہیں

رات دن مشتاق رہتے ہیں خرامِ ناز کے
شورِ محشر سے ترے عاشق دہلتے ہیں کہیں

خوش ہیں وہ ایذا رسانی سے تو ہم بھی شاد ہیں
دن مصیبت کے وفادارونکے کھلتے ہیں کہیں

دونوں آنکھوں کا یہ عالم ہر شبِ ہجرِ صنم
جسطرح برسات میں دریا ابلتے ہیں کہیں

زلف کی بو باس کے عاشق ہیں سودائی ترے
مشک نافے سونگنے سے دل سنبھلتے ہیں کہیں

معرکے میں عشق کے نکلے ہمیں ثابت قدم
عاشقِ جانباز کے تیور بدلتے ہیں کہیں

دیکھیے بحرِ الم سے کسطرح بیڑا ہو پار
جا بجا گرداب میں مینڈھے اچھلتے ہیں کہیں

کاوشِ مژگانِ جاناں سے نہیں ممکن نجات
زندگی بھر دل سے یہ کانٹے نکلتے ہیں کہیں

آسمان ہل ہل کے رہجاتے ہیں میری آہ سے
گر پڑیں جب اُڑ اُڑا کر پھر سنبھلتے ہیں کہیں

اسکی فرقت کا الم اک دوسرے غیرونکا رنج
دیکھیے چہاتی سے کب پتھر یہ ٹلتے ہین کہین

سر پہ کیا احسان اس چرخ دنی کا لیجیے
زندگی بہر یہ پہیے کپڑے بدلتے ہین کہین

بل کیا کرتی ہین ہمسے افعی گیسوے یار
دیکھیے کسدن یہ موذی زہر اگلتے ہین کہین

ان کو تو قدرت اللہ کہنا چاہیے
ایسے گر سانچے مین ڈہالے تو ڈہلتے ہین کہین

۱۲۵ | ہر گز خزان دیدہ ہمیشہ سے میرا نخل مراد
اشک دنیا مین شجر ایسے بہی پہلتے ہین کہین | ۲۴

۴

جو دم بہر تے ہین الفت کا وہی پہنستے ہین آفت مین
ہزارون کشتیان ڈوبی ہین دریاے محبت مین

سلایا مجکو جب احباب نے لیجا کے تربت مین
مین یہ سمجہا کہ عاشق کی طلب ہی آج خلوت مین

خیال انجام کا ہے مجکو آغاز محبت مین
سچلے آئین نہ بے پردہ وہ بازار قیامت مین

بہت سے لوگ سرگردان رہے کوے محبت مین
کسی نے یار کو پایا نہ وحدت مین نہ کثرت مین

عجب آفت مین جان ناتوان ہی عشق کے ہاتہون
کسی پہلو نہین آرام دل کو انکی فرقت مین

یقین ہی رہا گجاے الحفیظ والامان کہکر
قدم رکہے اگر مجنون مرے صحراے وحشت مین

رلا کر دیکہا ہو تصویر یوسف روے جانان سے
نہین ممکن سر مو فرق ہو دونونکی صورت مین

ٹپکتے ہین جو اشک آنکہو نسے فرقت مین تو کہتا ہون
خدا حافظ ہی اس گہر کا کہ خامی ہی عمارت مین

طبیعت ہی جنون آموز گویا عہد طفلی سے
نشست اپنی رہی ہی مدتون مجنونکی صحبت مین

کوئی دلکی تمنا انسے بر آئی یہ مشکل ہے
لگی آنکہین چرانی اب تو وہ صاحب سلامت مین

کیا مدفون جو اس گلپیرہن نے ہاتہ سے اپنے
مبارکباد کو جنت سے حورین آئین تربت مین

پس از مردن جو یاد آیا تری دیوار کا سایہ
لپٹ کر نخل طوبی سے بہت رویا مین جنت مین

کہڑے تہے ناز سے سینہ ابہارے وہ گلستان مین
مین سمجہا پہول گیندے کے لگے ہین نخل قامت مین

جگر پہکنے لگا سینے کے اندر بڑہگئی گرمی
مے گلرنگ جب پی لی تب غم کی حرارت مین

عوض بوسے کے دل دیتے ہین لینا ہو تو لو صاحب
لپٹ کر خوب سا رویا ہون صحرا کے درختون سے

لب شیرین کے بوسے وصل مین لیکر موا ہون مین
بنا یا زندگی مین فیض اُس بت سے تو مرنے پہ

اِدھر کی ہوا اُدھر دُنیا ہم ہونا ہو سو ہو جائے
مرے جلاد کو میری طرف سے وہان تغافل ہے

جو ہو چشم حقیقت بین تو ہی دیدار گھر بیٹھے
وہ خوش قسمت ہون مرنے پر بھی ہی صحبت حسینون سے

میسر پھر نہ ہو گی جنس ایسی اتنی قیمت مین
کبھی اہل وطن یاد آگئی جب مجکو غربت مین

خدا نے زہر کی تاثیر دی مصری کے شربت مین
خدا نے بھیجدی حور بہشتی میری خدمت مین

تمہارے در پر آبیٹھے ہین اب مرنیکی حسرت مین
پھڑکتی ہی رگِ گردن یہان شوقِ شہادت مین

خدا کی شان آتی ہی نظر انسان کی صورت مین
کئے حوران جنت نے دریچے میری تربت مین

۱۲۶	جوانی کی گئی شب صبح پیری **اشک** آپہنچی بس اب ہشیار ہو کب تک رہو گے خوابِ غفلت مین	۱۳

ڈوبا چہ ذقن مین کہ گردابِ ناف مین
نکلین گے سیکڑیسے جب تک بہار ہے

ہم جانتے تھے خالِ سیہ ہین عذار پر
تاریک شب ہی موسم سرما مکان دور

سرکا دو اپنے ساعد رنگین سے آستین
دروازہ بند کر لیا اُسنے تو کیا ہوا

وحشی تمہارے ڈھونڈ نکالین گے ای پری
کعبہ نظر مین اپنی صنم خانہ ہو گیا

کیونکر نہ آئینے کا گمان ہو ہر ایک کو
گر کر پسینا حوض مین اُنکا بنا گلاب

کیا پڑ گئی ہی دِل کی خبر اختلاف مین
بیٹھین گے زاہدون کی طرح اعتکاف مین

ہر تیلیون کا عکس ترے روے صاف مین
آؤ لپٹ کے سو رہین ہم تم لحاف مین

تلوار خون بھری نہین رکھتے غلاف مین
وہ زار تھی سما گئی در کی شگاف مین

بیٹھین گے جیب کے آپ اگر کوہِ قاف مین
یاد آگیا وہ بت جو کعبہ دن طواف مین

اِک رونگٹے کا نام نہین جسم صاف مین
جائز وضو ہی ہمکو اس آبِ شفاف مین

ساعد ہی آستین مین او ترک نازنین عبرت فزا ہی گبر و مسلمان کا ماجرا	یا خنجر قضا و قدر ہی غلاف مین گمراہ ہر فریق ہوا اختلاف مین

١٢٧	روشن جہان تہا نور نبیؐ و علی سے اشک شمس و قمر ہین خانۂ عبد مناف مین	١٦

مسی ململ کے جو دہوتا ہے دہن دریا مین — نظر آجاتے ہین سوسن کے چمن دریا مین
سمجھے ہم ہی گل نسرین کا چمن دریا مین — گورا گورا ترا دیکہا جو بدن دریا مین
رخ رنگین جو ہوا عکس فگن دریا مین — آگیا سب کو نظر تازہ چمن دریا مین
سر پہ احسان نہ کسیکا ہو اگر ڈوبہ مرون — قبر درکار ہے مجکو نہ کفن دریا مین
بال کہولے ہوے پانی مین نہاتا ہی وہ شوخ — مشک نافون سے ہی بازار ختن دریا مین
غرق ہین بحر محبت مین کسیکے وہ بہی — ناز و انداز کے پہولے ہین چمن دریا مین
غوطے پانی مین لگاتا ہین خوش چشم مرا — اٹہے ہین پیاس بجہانے کو ہرن دریا مین
یار کے فیض قدم سے ہی معطر پانی — عطر گل ہوگیا دہویا جو بدن دریا مین
کوئی دم ہجر مین رونے سے فراغت نہ ملی — صورت مردم آبی ہی وطن دریا مین
دہوے اگر جو کبہی دست حنائی اپنے — بنگیا سنگ ہر اک لعل یمن دریا مین
نظر آیا کہین گرداب تو جی لوٹ گیا — آگیا یاد ترا چاہ ذقن دریا مین
رشک ہی دیکہہ کے آنکہین تری کالی کالی — کیا عجب ڈوب کے مرجائین ہرن دریا مین
غمزدہ ہون مجہے کیا سیر و تماشا ہو مفید — ہوگیا تازہ مرا داغ کہن دریا مین
ہر تری زلف معنبر کا ہر اک سودائی — مشک پہینکا گیا ہے سیکڑون من دریا مین
گل رنگین کا حباب پہ گمان ہوتا ہے — پہیلایا یہ عکس رخ غنچہ دہن دریا مین

دل کہین آس یم خوبی کو نہ تم دیدہ بینا

۱۴	اشک ہوتے ہیں پڑے رنج و محن دریا میں	۱۲۸

غضب کی خنجرِ ابرو تری قاتل نکیلی ہین
اشارو نسے جگر چھانے ہین کتنے دل جو ٹیلے ہین

نگاہِ ناز سے وس ہیس کیا لاکھو نکو مارا ہے
پھڑکتے ہین جو رستے مین انہین کے وہ چوٹیلے ہین

چلے جاتے ہین شب کو بے طلب اغیار کے گہر مین
یہان آنے مین انکو در دِ سر کے روز حیلے ہین

بڑی آنکھین اگر بالفرض ہائین بہی تو کیا حاصل
تمہارے سے صنم کب دیدۂ آہو سجیلے ہین

بسر کیونکر ہو اس دنیاے ناہموار مین اپنی
جہان دیکھو ہزارون خار ہین لاکھون ہی ٹیلے ہین

کہلایا ہے ہمین لیلی و شونکے عشق نے ایسا
کہ مجنونکی بہی پیراہن بدن مین اپنے ڈہیلے ہین

گئے دنیا سے جو روتے ہوے تیری محبت مین
وفورِ اشک سے مرقد ابہی تک انکے گیلے ہین

خدا نے کیا بچایا ہے کبوتر کو تباہی سے
رقیب فتنہ گر بہی انکر کیا کیا زنبیلے ہین

ہمیشہ سے یہی ہے ہر بلغ بازار محبت مین
دل اپنے کوڑیو نکے مول لوگون نے پٹیلے ہین

انہین مین یہ دلِ حسرت زدہ الجہا ہوا ہوگا
تمہارے دو نون ہاتہو نمین صنم پچھے جو نیلے ہین

ہمارا طائرِ دل زلف مین ناحق پہڑکتا ہے
نہ ٹوٹین گے یہ پہندے عمر بہر ایسے گیلے ہین

ہزارون داغ دلمین ہین تمہاری زلف پیچا نکے
جلا دیتے ہین بے آتش یہ گہر کو وہ فتیلے ہین

نرکہہ امیدا بنائے جہان سے صورت یوسف
یہودی ہون کہ نصرانی یہ سب ایک ہی قبیلے ہین

۲۳	کبہی ہے درد سر مین گہہ طبیعت سست رہتی ہے بہت سے یاد انکو اشک ایسے ایسے حیلے ہین	۱۲۹

جلوے ہر ایک سمت مے ارغوا نکے ہین
شیشے ہین یا چراغ یہ مے کی دکا نکے ہین

بدلی ہوا بہار مین عالم خزان کے ہین
ہوش و حواس اڑے ہوے ہر باغبا نکے ہین

دیر و حرم مین ناپتے پہرتے ہین راتدن
بہولے ہوئے پتے جو تمہارے مکا نکے ہین

ہے دشمنی ۱۱ و سے گر تو بہسر ہو مرنے کے ساتہہ
دندان جو منہہ مین ہین وہی دشمن زبا نکے ہین

مصر ہی میں عشق تو اہل سمرقند لوٹ ہیں
شہرے کہاں کہاں تری ہٹھ بانکے ہیں

صدمے دبیے فشار کے آخر پس از فنا
سنتے تھے ہم زمین میں ڈھنگ آسمانکے ہیں

جام مے طہور انہیں دینگے خلد میں
اچھے رہے مرید جو پیر مغان کے ہیں

کوچہ فروغ حسن سے معمور ہو گیا
ذرے چراغ طور تری آستان کے ہیں

لیجاتے ہیں اٹھا کے انہیں طائرانِ قدس
تنکے گرے پڑے جو مرے آشیانکے ہیں

آگے بڑھے نہ جاؤ عدم کے مسافرو
پیچھے بہت سے لوگ ابھی کاروانکے ہیں

دیگا خدا انہیں بھی شہادت کا مرتبہ
جرجو قتیل ناز و ادا سے بتانکے ہیں

خبریں شب وصالِ صنم کی پہنچ گئیں
جو شام ہی سے چار طرف غل اذانکے ہیں

واعظ سے وصف سنکے یہ کہتے ہیں ڈلہین ہم
سب رنگ ڈھنگ خلد میں کوئی بتانکے ہیں

کچھ دیر اور تن سے نہ نکلنا نہ جان زار
ارمان انکے دلمیں ابھی امتحان کے ہیں

گلچین عدو جو ہو گیا مرغانِ باغ کا
کانٹے یہ سارے بوئے ہوئے باغبانکے ہیں

دو چار روز اور ہے مہمان بہار حسن
سبزہ عیان عذار پہ ہر دن خزانکے ہیں

پوچھا نہ پھر کسی نے جو نکلی بدن سے روح
سارے شرف نگین کے دم سے مکانکے ہیں

ہر زرد عشق لالہ رخان میں تمام جسم
خرمن ہیں اپنے پھول فقط زعفرانکے ہیں

سایے سے اپنے آپ جھجکتا ہر راہ میں
سب سے نرالے ڈھنگ بتِ بدگمانکے ہیں

مختار خشک و تر کا ہے لیلی جمال تو
الیاس و خضر نام ترے سارباںکے ہیں

چکرا رہا ہے چرخ ستمگار آجتک
یہ نالہ ضعیف ترے ناتوانکے ہیں

دعوت ہما کی بعد سگِ کوے یار کے
ریزے بچے ہوے کچھ ابھی استخوانکے ہیں

۱۳۰	رنگین زبانیوں کا جہاں کی ہے غلغلہ ہم اشک رہنے والے اسی گلستانکے ہیں	19

شب بسر ہوتی ہے آہوں کی شرر باری میں
آگ لگ جائے نہ اس پردۂ زنگاری میں

باغباں کم نہیں گلچیں سے دل آزاری میں
شور سے ہوتے ہیں بلبل کی گرفتاری میں

امتحاں آج ہی اپنا سر میداں ہو جائے
شک ہے قاتل کو اگر میری وفاداری میں

دیکھکر تجھکو ادھر رخ نہ کریگا کوئی
نقص آ جائیگا یوسف کی خریداری میں

مدتوں اُس کی گیسو کی پرستش کی ہے
ہو گئی عمر بسر اپنی سیہ کاری میں

اس لئے قتل مجھے اُسنے کیا ہولی میں
خون لے لیکے بھرا رنگ کی پچکاری میں

استخواں بعد فنا خوب زمیں نے پیسے
یہ بھی گردوں کی مقلد ہے جفاکاری میں

آدمی کے لئے دولت سبب غفلت ہے
رہتا ہے خواب کا عالم یہیں ہشیاری میں

رات دن آتش حسرت سے جلا کرتا ہے دل
کرۂ خاک سے پہنچا کرۂ ناری میں

خون ٹپکتا نہیں رہ رہکے مژہ سے اپنے
رنگ ہے مہر و محبت کا یہ پچکاری میں

اُنسے دم بھر کو جدا ہونے پہ بھی آیا نہ گیا
غیر ہوتے ہیں شریک آکے عزاداری میں

پار بیڑا نہ ہوا بحر الم سے اپنا
ناؤ ڈوبی یہ حسینوں کی ہواداری میں

نقد دین و دل و جاں دیکے نہ جب ہاتھ آیا
آپ ہم بک گئے یوسف کی خریداری میں

جسم میں دل کو ہزاروں ہوئیں الفت کے سبب
اور بیماریاں پیدا ہوئیں بیماری میں

انکے آنے کی خبر سنکے ہوئی شادی مرگ
نقد جاں صرف ہوا وصل کی تیاری میں

انکو میرے دل مجروح کی ایذا ہے پسند
مشک کا تیل گیا مرہم زنگاری میں

گرمی داغ غم ہجر سے خالق کی پناہ
ہے جہنم کی حرارت اسی چنگاری میں

اشک گلگوں نہیں آنکھوں سے ٹپکتے شب ہجر
دل لہو ہو کے بہا ہے مری غمخواری میں

۱۳۱

کیا کہیں کٹتی ہے کس طرح سے یہ عمر عزیز
رات دن اشکؔ بسر ہوتی ہے میخواری میں

۲۲

تر بتر خون مین شہیدونکے بدن دیکھتے ہین
روز کوچے مین ترے تازہ چمن دیکھتے ہین

تیرے وحشی کے جنون زا جو چلن دیکھتے ہین
چوکڑی بہول کے وحشت سے ہرن دیکھتے ہین

سرنگین رہتی ہین آنکھین پی زینت اُنکی
پابزنجیر غزالانِ ختن دیکھتے ہین

اِسطرف چشم غضب سے وہ نظر کرتا ہے
آج ہم شیر کے برقع مین ہرن دیکھتے ہین

وصلِ خوبان ہی تصور کی بدولت حاصل
روز آغوش مین اِک تازہ دلہن دیکھتے ہین

جانکر صبح شب وصل قلق ہوتا ہے
بعد مردن جو سفیدی کفن دیکھتے ہین

ہمسے بربادیِ گلشن نہین دیکھی جاتی
دل تڑپ جاتا ہی سوکہی جو چمن دیکھتے ہین

ایک مدت سے ہمین یوسفِ دلکی ہی تلاش
آج ای یار ترا چاہِ ذقن دیکھتے ہین

یاد آجاتا ہے اپنا دلِ مجروح ہمین
تیر کہاے ہوے کوئی جو ہرن دیکھتے ہین

جب سے سودا ہی ہمین یار تری زلفون کا
لوٹ جاتے ہین جہان مشک ختن دیکھتے ہین

پیشِ دل سے تو بے چین رہا کرتے تھے
اب کئی دن سے کلیجے مین جلن دیکھتے ہین

شوق کس درجہ اسیری کا ہے اَللہ اَللہ
راہ صیاد کی مرغانِ چمن دیکھتے ہین

جانتے ہین جو مجھے ملک عدم کا سفری
حسرت و یاس سے یارانِ وطن دیکھتے ہین

رخصتِ باد بہاری ہی چمن سے شاید
بر مین ہر گل کے قبا شکل کفن دیکھتے ہین

بے اثر آہ ہماری نہ سمجھنا ظالم
اور کچھہ دن تجھے او چرخِ کہن دیکھتے ہین

ہی خوشی فصل بہاری کی چمن مین ہر سو
غنچۂ گل کو بہی گہونگٹ مین دولہن دیکھتے ہین

فرقتِ یار مین کس سے کہین حالت دل کی
جو دکہاتا ہی ہمین چرخ کہن دیکھتے ہین

کوئی میت نہ اُٹھائیگا وہ بیکس ہو مین
راہ مرنے کی مرے زاغ و زغن دیکھتے ہین

خون سے گلرنگ ہی مقتل کی زمین چار طرف
تیغ مین بادِ بہاری کی چلن دیکھتے ہین

آنکھو بہی غنچۂ سوسن کا گمان ہوتا ہے
آئینے مین جو مسی مل کے دہن دیکھتے ہین

عکس بالوں کا نظر آتا ہے آئینے میں	کیوں نہ حیرت ہو طلب ہیں دو ختن دیکھتے ہیں
۱۳۲	شعر گوئی کا صلہ اسکو سمجھتے ہیں ہم اشک نظر لطف سے جو اہل سخن دیکھتے ہیں	۱۴

یہہ ہوتے ہیں اشارے جسطرف سے ہم نکلتے ہیں	جہاں میں عاشق جانباز ایسے کم نکلتے ہیں
گئی ہیں نیم بسمل چھوڑ کر کہدے کوئی اُنسے	تماشا آنکے دیکھو کسطرح سے دم نکلتے ہیں
گذرجاتی ہے ساری رات بالوںکے بنانے میں	نئے انداز نکے زلفوں میں پیچ و خم نکلتے ہیں
چلیں لیلی و مجنوںکے عشق میں صحرا نوردی کو	بیاں انکی باری ہو چکی اب ہم نکلتے ہیں
انہیں پروا نہیں کچھہ طالب دیدار مرتے ہیں	ہر اک سے منھہ چھپاتا ہے محل سے کم نکلتے ہیں
خرام ناز سے مرتے ہی ہیں زندہ بھی ہوتے ہیں	تمہاری اک ادا میں سیکڑوں عالم نکلتے ہیں
وہاں دریا رواں رہتا ہے برسوں اشک خونی کا	جدھر سے ہم کبھی با دیدۂ پرنم نکلتے ہیں
بیاباں کو گیا گر چشم جاناں کے تصور میں	غزالوںکے عوض ہر سمت سے ضیغم نکلتے ہیں
خبر سے جنوں ہوتا ہے ہم وحشی مزاجوں کو	گلابی جب کبھی پہنے ہوئے محرم نکلتے ہیں
جہاں میں باعث اندوہ ہیں ہم کشتۂ حسرت	بہا ہوتا ہے ماتم جب ترے پر غم نکلتے ہیں
رقیب بد گہر بھی حیران سرگرداں ہیں برسوں تک	رہ عشق مجازی میں وہ پیچ و خم نکلتے ہیں
نہ کوے یار میں رہنے دیا آخر رقیبوں نے	جناں سے آج ہم بھی صورت آدم نکلتے ہیں
خدا حافظ ہے انکے آج وارفتہ مزاجوں کا	لٹی جاتی ہے بستی گیسو پر خم نکلتے ہیں
۱۳۳	کچھہ اپنا حال دل اپنا اشک ڈر سے کہہ نہیں سکتے نکلتے ہیں جب اپنے گھر سے وہ بر ہم نکلتے ہیں	۱۰
مثال بدر کے ہے دن بدن زوال ہمیں	کہیں نہ خلق میں رسوا کرے کمال ہمیں
ہوں کشش بانسے رنگین لبوںکے وصف بیان	یہ بولتے ہوے ہاتھہ آگئے ہیں لال ہمیں

ہمارے خون سے قاتل کا بھر گیا دامن
رہیگا تا بقیامت یہ انفعال ہمیں

تمام رات خفا ہو کے وہ الگ سوئے
دکھائی ہجر نے صورت شب وصال ہمیں

اثر پذیر ہوا بارے نقش جب اپنا
بلا کے پاس بٹھاتے ہیں خوش جمال ہمیں

ہمارے قتل کی لایا ہے ہر ایک خبر
سنائی دی نہ کسی روز نیک فال ہمیں

قفس میں رکھا ہے لاکر پکڑ کے گلشن سے
ہرے بہرے ہی کیا صیاد نے حلال ہمیں

عروج کیوں نہ ہو غیروں کو انکی صحبت میں
کیا فلک نے تو پہلے ہی پائمال ہمیں

گلوں کی طرح شگفتہ ہیں داغہائے بدن
فلک نے دیکھے یہ خلعت کیا نہال ہمیں

۱۳۴	غم و الم سے طبیعت ہے مضمحل اے اشک خدا کرے کہ جنوں ہو نہ اب کے سال ہمیں	۱۶

زندگی اس دہر فانی میں فنا سے کم نہیں
نقش ہستی اپنا نقش بوریا سے کم نہیں

حسن روز افزوں سے بڑہتا ہی گیا کبر و غرور
آجکل اُس بت کی استغنا خدا سے کم نہیں

جب تعلی کی کبھی لی جا ہی پہنچے تا فلک
آہ بھی اپنی تری زلف رسا سے کم نہیں

کاروان غم ہمارے دم قدم کے ساتھ ہے
اپنا جو نالہ ہے وہ بانگ درا سے کم نہیں

اک زمانہ پھر گیا جب آنکھ اُسنے پھیر لی
آشنا اپنا ہر اک نا آشنا سے کم نہیں

سبزۂ رخسار جاناں نے کیا کشتہ ہمیں
خاک اپنی اے مہوس کیمیا سے کم نہیں

راتدن ضعف میں رہتی ہے یہ جان ناتوان
گردش افلاک ہمکو آسیا سے کم نہیں

سبزۂ رخسار جاناں کی محبت میں ہوں زرد
آجکل تاثیر میں میں کہربا سے کم نہیں

تیرے آگے کون پھیلاتا نہیں دست طلب
بادشاہ ہفت کشور یہاں گدا سے کم نہیں

کس خوشی سے مل رہا ہے دونوں ہاتھوں میں ترک
خون شہیدوں کا اُسے رنگ حنا سے کم نہیں

ایک دو دن کیلئے آئے رہے رخصت ہوئے
عالم ایجاد بھی مہمان سرا سے کم نہیں

سلطنت بخشی مجھے لایا جو پیغامِ وصال
آج مرغ نامہ پر اپنا ہما سے کم نہین

کیون نہ قاصد پر گمان ہو مجھکو عزرائیل کا
وصل کا اِنکار پیغامِ قضا سے کم نہین

خون کے دریا مین اپنی کشتی تن ہو روان
میرا جلادِ حِجاب جو ناخدا سے کم نہین

قتل ہو جاتے ہین عاشق دیکھکر طرزِ خرام
سادگی بھی یار کی ناز و ادا سے کم نہین

۱۳۵	**اشک** لاکھون عاشقان بے گنہ ہوتے ہین قتل کوچۂ جلاد بھی اب کربلا سے کم نہین	۱۶

ایامِ ہجرِ جانان باتون مین ٹالتے ہین
کس کسطرح سے اپنے دل کو سنبھالتے ہین

دیوانہ کرکے اپنے گھر سے نکالتے ہین
گیسو دِکھا دِکھا کر آفت مین ڈالتے ہین

گردش ہے بعدِ مرن مٹی کو بھی ہماری
جو پوستی بنا کر لڑکے اُچھالتے ہین

اِک بت کی وصفِ دندان تحریر کر رہے ہین
پتھر سے آجکل ہم موتی نکالتے ہین

نالون سے چرخ دونکو اِک روز ڈھا ہی دینگے
دیکھین تو ہم فرشتے کیونکر سنبھالتے ہین

مردہ نہ بہتے دیکھا ہمنے محیطِ غم مین
ڈوبے ہوؤنکو دریا اکثر اُچھالتے ہین

بحرِ جہان مین غافل سامان ہین سفر کے
باہر حباب اپنے خیمے نکالتے ہین

اب کون انکو پوچھے جوبن جو ڈھل چکا ہے
ہر ایک راہرو پر خود آنکھ ڈالتے ہین

وہ خم ہو گیا ہی پیارا ابرو نے اسکی پالا
تلوار اسیل جیسے سانچے مین ڈھالتے ہین

وحشت سے دلکی جس شب جاتا ہون سوے صحرا
غولان دشت مجھپر آنکھین نکالتے ہین

ہاتھونسے اسکے ابتو ایسے جلے ہوئے ہین
اِس دل ہی کو کسیدن چولھے مین ڈالتے ہین

دِل لیکے عاشقونکے سوجھا ہے کھیل انکو
لڑکونکی طرح دن بھر گیندین اُچھالتے ہین

صبح و مسا تصور افعی زلف کا ہے
ہم خونِ دِل پلا کر موذی کو پالتے ہین

دے آئین گے کسیدن داغی دِل اپنا انکو
طاؤسی کبوتر اکثر وہ پالتے ہین

دو دو ہی یہاں ہین نفس اُنکے مریض غم کی
بیٹھے وہ گھر مین اپنے گیسو نکالتے ہین

۱۳۶
اے اشک بعد مدت اُن سے ہوئی ہے وصلت
ارمان سب اپنے دل کے ہم بھی نکالتے ہین
۱۷

سوتے ہین کہہ کے اب تو وہ تلوار بیچ مین
رہتی ہے شب کو آہنی دیوار بیچ مین

کیا دور تھا جو غیر سے ہوتا فساد آج
یہ تو کہو کہ آگئے دو چار بیچ مین

کعبہ کی سمت پھر نہ اُٹھیگا کبھی قدم
آجائیگا جو خانۂ خمار بیچ مین

آہی گیا تھا اُنکے ہمارے دلون مین پیچ
جھگڑا مٹا جب آگئی تلوار بیچ مین

دونون طرف دلون کی صفائی محال ہے
گرد ملال ہوگئی دیوار بیچ مین

ہم تم سمجھ لین اسمین رقیبونکو دخل کیا
آجاتے ہین یہ کس لئے ہر بار بیچ مین

دنیا تمام ملک عدم مین شریک ہے
تھوڑا سا آگیا ہے یہ بازار بیچ مین

کیونکر پہنچ ہو عاشق ناکام کی بھلا
اغیار گرد اُنکا ہوا دار بیچ مین

شیرین و شوخ کے عشق مین چھانینگے دشت و در
آیا کرین جو آتے ہین کہسار بیچ مین

نیچے زمین سر پہ ہے گردش مین آسمان
اک آسیا کے ہے یہ تن زار بیچ مین

ہے ابتدائے عشق سے ہمکو تپ فراق
اکثر ہوے ہین اور بھی آزار بیچ مین

ظلمات تھا سیاہئ گیسو سے پھر جہان
ہوتا اگر نہ چاند سا رخسار بیچ مین

گھیرے ہوے ہے عارض رنگین کو دود زلف
دوزخ ہے گرد خلد کا گلزار بیچ مین

خواب اجل جو تمنے سنا ہے وہ ہے یہی
اب تا بحشر ہونگے نہ بیدار بیچ مین

قصہ یہ حسن و عشق کا فیصل نہ ہوئیگا
ناحق پڑے ہین کافر و دیندار بیچ مین

مانع ہین غیر جانے کے اُس گل کی بزم مین
اُلجھا رہے ہین ہمکو عبث خار بیچ مین

بگڑی تھی ایک جام پہ پیر مغان سے اشک

اِتنا تو تکلف ہی مرے داغِ کہن مین / رکھتا نہین سکہ یہ کسی جا پہ چلن مین

کہدے کوئی آیا کرے گلچین یہ چمن مین / ہوتا ہی لہو خشک عنادل کے بدن مین

اُستاد ہی کافر ستم و جور کے فن مین / تلوار کی رفتار نکالی ہی چلن مین

مارے پڑے دل گیسوؤں کے پیچ و شکن مین / قزاق گرے قافلے پر راہِ ختن مین

کیا دل نے پھنسایا ہی ہمین رنج و محن مین / اندھے کی طرح جاکے گرے چاہِ ذقن مین

سمجھا مین دمِ صبح جو غنچہ کوئی چٹکا / بیدار ہوئی چلی بلبلِ شیدا یہ چمن مین

کھِل کھِل کے غم و رنج سے یہ زار ہوا دل / پس پس کے گیا جب آ گیا گیسو کی شکن مین

مضمون نئے کیون نہ طبیعت سے ہون پیدا / پیوند لگایا کئے ہم شاخِ کہن مین

کیونکر تہ و بالا نہ ہو یہ عالمِ اِمکان / انداز قیامت کے نکالے ہین چلن مین

مرنے پہ بھی یہ وحشتِ دِل لے ہی نکلتی / اُلجھے ہوئے ہین پاے جنون بندِ کفن مین

لکھے ہوئے خلعت جو دیئے ہین شہدا کو / لاشے نظر آتے ہین زرہ پوش کفن مین

راحت ہی ہمین داغِ محبت کی بدولت / ٹھنڈک رہا کرتی ہی یہان دل کی جلن مین

ہستی پہ لبِ یار کی ہے خال کا دھوکا / شک باقی ہی اب بھی ہمین کافر کے دہن مین

غربت مین جو مر جاؤن تو کوئی نہ خبر ہو / اتنی ہی محبت نہین یارانِ وطن مین

غنچے کے چٹکنے کی صدا کان مین آئی / ڈنکا ہوا کس گل کی سواری کا چمن مین

اِس وجہ سے اُس چشم کو آہو نہین کہتا / ڈر ہی کہ کوئی شاخ نکالے نہ ہرن مین

تیرون سے سوا توڑتی ہین اُسکی نگاہین / چھلنی کی طرح پڑ گئی سوراخ بدن مین

پامال ستم ہاتھ سے ہی اُسکے زمانہ / شاگرد ہوا ہی ترا گردون بھی چلن مین

مشتاق ہوا گل سے جو غنچے کی ہی بلبل / گھونگٹ سے ہی ہو جاتا ہی اک حسن دولہن مین

زلفون مین چھپا کر رخِ پرنور کو اپنے
کہتے ہین کہ آجاتا ہے یون چاند گہن مین

پھر بلبلِ شیدا کا بھڑکنا کوئی دیکھے
ہستی کی اداہٹ ہو جب غنچے کے دہن مین

اللہ ری اپنے تپشِ دل کی حرارت
آہون سے مری آگ لگی چرخ کہن مین

پروانون کی حسرت نے جلایا ہے یہ دل کو
منہ آنسوؤن سے دھو رہی ہے شمع لگن مین

ہر قیس کا پھرا نہین اُس چاند سے منہ پر
اک حور کی تصویر ہے سورج کی کرن مین

کھولے ہوئے بال آتا ہے اسدم وہ پئے قتل
کیا خوب زرہ ہے مرے قاتل کے بدن مین

اللہ ری تری زلفِ مسلسل کی درازی
لاکھون کے گلے باندھ لئے ایک رسن مین

وحشت سے مری بھاگتے ہین اپنے پرائے
عالم نظر آتا ہے بیابان کا وطن مین

اُلجھے ہوئے زلفون مین ہین یاقوت کے بندے
معلوم ہوا لعل کی ہے کان ختن مین

رہ رنگئی منہ دیکھ کے مرغانِ خوش الحان
جا کر مین کراہا جو کسی روز چمن مین

خجلت یہ ہوئی عارضِ رنگین صنم سے
ہر پھول بنا ہے گلِ صد برگ چمن مین

اللہ ری عکسِ رخِ پرنور کی تاثیر
گل ہین کہ ستارے نظر آتے ہین چمن مین

دم لینے کی مہلت نہین اس وحشتِ دل سے
گردش ہے مسافر کی طرح ہمکو وطن مین

۱۳۸	نازان نہوا ہے افشاںؔ تو رنگین سخنی پہ ہین نغمہ سرا اور بھی گلزارِ دکن مین	۲۰

کسطرف جائین جہان دیکھو ہے سر پر آسمان
چار سو گھیرے ہوئے ہے ہفت کشور آسمان

چل رہا ہے رات دن میرے برابر آسمان
آگ کی چنگاریان تارے ہین مجمر آسمان

اک پری پیکر کا دیوانہ جو سمجھا ہے مجھے
روز میرے سر پہ برساتا ہے پتھر آسمان

رات دن کے دربدر پھرنے سے تنگ آیا ہون مین
مجکو پھر کی کیطرح دیتا ہے چکر آسمان

دور کے حربے پہ دشمن ہین اپنے تیرِ آہ
ماہِ نو کا پاس رکھتا ہے جو خنجر آسمان

صبحدم خورشید مشرق سے نہین ہوتا طلوع
تجہپہ کرتا ہے طبق زر کا نچہاور آسمان

میری نظرون مین ہر کچکول گدائے آفتاب
بہیک شاید مانگتا پہرتا ہی گہر گہر آسمان

ہر طرح سے خط نہ جانے دیگا میرا یار تک
بہیجدیگا باز کو بہجر کبوتر آسمان

روز اگر قبر سے آندہی اُڑا کر لے گئی
سہنے دیتا ہی نہین پہولون کی چادر آسمان

عاشق گیسو سے کدر رکہتا ہی بعد مرگ بہی
قبر پہ جلنے نہ دیگا مشک وعنبر آسمان

چہیڑ ہر اک سے چلی جاتی ہی عقرب کی طرح
ہو گیا ہی پہ ستانے کا یہ خوگر آسمان

زر کے تودے ہین فلک پہ اختر تابان نہین
خاک سے میری بنا ہی کیمیا گر آسمان

عرش رہجاتا ہے ہل کر آہ سے مظلوم کے
آرہیگا دیکہنا اِکدن زمین پر آسمان

رنج وغم سے کسطرح ہو یار عاشق کو مفر
تیرے گہر مین غیر دشمن میرے باہر آسمان

رات دن اک آئینہ رو کا مجہے حاصل ہی وصل
کیون نہ سمجہے مجکو طالع کا سکندر آسمان

مور کا طعمہ نہ ہو جاؤن دلا مرنے کے بعد
خاک کو میری کہین سمجہے نہ شکر آسمان

یہ تو کہیئے دخل تقدیر الٰہی مین نہین
مجکو مفلس غیر کو کرتا تونگر آسمان

خوش قدون کا مجکو وارفتہ اگر سمجہے کبہی
باغ مین رہنے ندے سرو و صنوبر آسمان

خاک اُڑائی ہی بہت اسکی خرابی کے لئے
صاف اب مجہہ سے نہوگا تا بہ محشر آسمان

١٣٩	قبر تک باقی نہ رکہی میری بعد از مرگ اشک دل مین خوش ہوگا نشان میرا مٹا کر آسمان	١٩

کیا جانین کیا اثر ہی تمہاری نگاہ مین
بیٹہے ہین دل کو پکڑے ہوئے لوگ راہ مین

پتلی نہین ہی ترک کی چشم سیاہ مین
آہو کے ساتہ شیر بہی ہی صید گاہ مین

تہا یون نہ دل جو ہجر بت کج کلاہ مین
عالم تمام ہو تہ و بالا اِک آہ مین

دِل پائمال ابروے خمدار نے کئے
ٹوٹا گیا یہ قافلہ کعبہ کی راہ مین

اک گلبدن کے ہجر میں جلتے ہیں رات دن
عالم ہے پھلجھڑی کا ہماری ہر آہ میں

شاید مسافران عدم کو یہ حکم ہے
آنکھوں کو بند کرکے چلیں لوگ راہ میں

رونے کو حوریں آئی ہیں جنت سے لاش پر
ماتم ترے شہید کا ہے قتلگاہ میں

زاہد بھی چھپ کے پینے لگا آب آتشیں
کیا لطف ہو جو آگ لگے خانقاہ میں

زاہد کو سیکڑوں ہیں جو پینے نہ دی شراب
بیفائدہ شریک ہوا میں گناہ میں

ساری زمین ہے سرخ شہیدوں کے خون سے
ہولی وہ ترک کھیلتا ہے قتلگاہ میں

بجھ بجھ گیا چراغ لحد کا پس از فنا
اب بھی یہ ہے اثر مرے بخت سیاہ میں

تھا بیقرار یاد زنخدان میں رات دن
پہلو سے دل نکال کے پھینک آئے چاہ میں

سبزہ تمام باغ کا یاقوت رنگ ہے
اتنا بھرا ہے خون عنادل گیاہ میں

تلوار ٹوٹ کر نہیں قاتل کی رہ گئی
بال ہما ہے تاج سر بادشاہ میں

بالوں میں منہ چھپا کے ہنسا وہ جو ناز سے
بجلی چمک کے رہ گئی ابر سیاہ میں

کھاتا ہوں برچھی صف مژگان کی دیکھکر
تلوار چل نہ جائے کسی دن سپاہ میں

ایسا ہوا ہوں اسکی جدائی سے ناتوان
اٹھ اٹھ کے بیٹھ جاتا ہوں ہر بار راہ میں

نالاں نہیں فراق صنم میں دل حزیں
ڈنکا بجا ہے درد و الم کی سپاہ میں

۱۴۰

پیستی ہوئی ہے عاشق و معشوق کی طرح
اے اشک جذبۂ عشق ہے مردم گیاہ میں

۱۸

مریض غم کا دگرگوں جو حال پاتے ہیں
خوشی سے غیر تو پھولوں نہیں سماتے ہیں

جنون ہی بہتر ہے [illegible] ہی کچھ کہے جاتے ہیں
بہار آتی ہے دیوانے رنگ لاتے ہیں

غضب یہ ہے جو کہا کر وہ پان کھاتے ہیں
کہ تیرے قتل کا بیڑا یہ ہم اٹھاتے ہیں

سفید بال اجل کا پیام لاتے ہیں
ہمیں بگاڑ کے دیکھیں وہ کیا بناتے ہیں

بنا فساد کی ہے اُسکا حسن روز افزون
ملال گبر و مسلمان مین آتے جاتے ہین

چھپا کے منہہ نہ چلے جائین قافلے والے
عدم کا قصہ اگر ہے تو ہم بہی آتے ہین

دِکہاتی ہین مار سیہ رنگ گوڑیا بون کا
سفید بال بہی زلفون مین آتے جاتے ہین

غمِ فراق مین بہتے ہین خون ہو ہو کر
دل و جگر مرے ہاتہون سے منت جاتے ہین

وفا کی آتی ہے بو عاشقون کی مٹی سے
زمین سے خاک کی چٹکی جو ہم اُٹہاتے ہین

عجب اثر ہے مرے رنگ زعفرانی مین
چمن مین دیکھ کے غنچے بہی مُسکراتے ہین

نہ رہنے دینگے کبہی مجکو کوے جانان مین
رقیب روز نئے اُٹھقلے اُٹھاتے ہین

نہ نکلی اُس بُت خوبی سے رسم و راہ کی شکل
عریضے لکھ کے بہی دریا مین ہم بہاتے ہین

عجیب بہول بھلیان ہے کوے کوچۂ عشق
خضر بہی آکے یہان راہ بہول جاتے ہین

جو پوچھتا ہے کوئی کس لئے ہو اشک فشان
تو ہم یہ کہتے ہین دل کی لگی بجہاتے ہین

سحاب ہین ترے حسرت زدو نپر اشک فشان
بگولے آکے مزار و نپہ خاک اُڑاتے ہین

بہار آنے کی شادی ہے عندلیبون کو
یہ زمزمے ہین کہ شہنائیان بجاتے ہین

موے پہ چرخ دکہانے لگا نشیب و فراز
کہ خاک سے مری سب پو سبی بناتے ہین

١٥٠	نہ پوچھو حال حسینان دہر کا اے اشک جلے کو اور بھی یہ شعلہ خو جلاتے ہین	١٤٩

حسرتِ وصل مین آنسو نکل آئے نہ کہین
پھر کوئی رنج کا پہلو نکل آئے نہ کہین

پاس آداب سے چپ ہون سگِ جانان کے حضور
ہے یہ ڈر منہہ سے مرے تو نکل آئے نہ کہین

دہیان ابرو کا پس از مرگ عذابِ جان ہے
ڈر ہے مرقد مین کہ بچہو نکل آئے نہ کہین

گور پر سامری کی ہنس کے یہ کہتا ہے وہ شوخ
بنگے گو سا لئے جادو نکل آئے نہ کہین

بھی ذرات کی گر ہجر مین بیتابی ہے
دل مرا چیر کے پہلو نکل آئے نہ کہین

حسرتِ دید مین اتنا نہین رونا اچھا
راتدن کا یہی رونا ہے دلا فرقت مین
دِہیان ہے وادیِ وحشت مین جو اُن آنکھونکا
دِہیان آجاتا ہے رونے مین دِلا گیسو کا
ساقیا خاک پیون فرقتِ جانان مین شراب
ڈر سے قاضی کے چھپائی تو ہے در پیرِ مغان
ہوگا بالین پہ دمِ نزع ملایک کا ہجوم
دیر مین ظلم بتان کی ہے خدا سے فریاد
عاشقِ چشم کی تربت ہو نہ ٹھکرا عیسے

خونِ دِل بنکے سب آنسو نکل آئے نہ کہین
خشک دریا ہو تو ٹاپو نکل آئے نہ کہین
شیرین بنکے ہر آہو نکل آئے نہ کہین
سانپ پانی کا لبِ جو نکل آئے نہ کہین
منہہ سے مے ہو کے اچھو نکل آئے نہ کہین
کاگ شیشون سے اُڑے بو نکل آئے نہ کہین
در ہی پر دیسے صنم تو نکل آئے نہ کہین
ڈر رہا ہون کوئی ہندو نکل آئے نہ کہین
کشتۂ نرگسِ جادو نکل آئے نہ کہین

۱۴۲	دل کو الفت ہے یہی اشک ہے ڈر آٹھہ پہر دیکھکر خنجرِ ابرو نکل آئے نہ کہین	۱۸

اُداس بیٹھے ہین مرغِ گلشن ہے اُجاڑ گلستان نظر مین
خزان کا موسم جو آگیا ہے قفس ہین اب آشیان نظر مین
بہلا زمین کی ہے کیا حقیقت جچا نہ جب آسمان نظر مین
بڑہی ہوئی ہے یہہ وحشت دِل کہ تنگ ہے لامکان نظر مین
کہان کہان کی نہ خاک چھانی ہے آج سارا جہان نظر مین
تمہارے جلوے جو دیکھہ لیتے تہے اِتنی قدرت کہان نظر مین
پڑے ہین قربانیون کی صورت گلو بریدہ ہزارون بلبل
مُنا کے بازار سے نہین کم کچھہ اندنون گلستان نظر مین
غضب کا زلفون مین پیچ وخم ہے الگ ہو تارِ نگاہ کیونکر

کبھی نہ سُلجھے گی دیکھہ لینا پڑی ہین وہ گتھیان نظر مین
پسے ہوے ہین ازل کے دن سے بتون کے حُسنِ ملیح پر ہم
سماتی ہر کس طرح سے دیکھین موئے پہ حورجبان نظر مین
کبھی نہ قوس قزح کو لین ہم جو مفت بھی ہاتھہ آئے اپنے
کہ ابروؤن کی پری وشون کی چڑہی ہوئی ہر کمان نظر مین
خیال مین کیا کسیکو لائین یہ خاکساران کوئے جانان
زمین ہر کیا چیز جس کو سمجھین سمائے کیا آسمان نظر مین
عیان ہین آثار صبح پیری ہوئی ہے جوانیکی رات آخر
وہی ہر آنکھون مین بزم عشرت وہی ہر شب کا سمان نظر مین
گذر ہو گیا زندگی مین اپنا ہوئے یہ جائین تو جائین شاید
تمہارا خلد برین ہر کوچہ فرشتے ہین پاسبان نظر مین
فراق مین اک بت حسین کے نہین جہنم سے کم گلستان
ہین گل یہ پرکالہائے آتش ہر سنبلستان دہوان نظر مین
نکیلی پلکین ستمگرون کی نہین ہین کم تیر جان ستان سے
کشیدہ ماتھے پہ دونون ابرو چڑہی ہوئی ہر کمان نظر مین
وہ رند ہون میفروش سمجھا کبھی جو کچھہ باغبان لایا
سبو مین دیکھین جو گل کی کلیان تو پھر گئے گلچکان نظر مین
چراغ مرقد پہ جل رہے ہین بھلا ہو سوزِ درون کا اپنے
کہ شمع روشن سے کم نہین ہے ہمارا ہر استخوان نظر مین
وہ جلوہ ہم یہان سے دیکھتے ہین کہ جس کی حسرت کلیم کو تھی

بھلا اب اِس سے زیادہ کیا ہون بلند پرواز یان نظر مین
جو دولتِ حسن ہل گئی تھی ہوے برباد چار دِن مین
ہے اون کے گالون پہ سبزۂ خط لٹا ہوا کاروان نظر مین
وقار مین بھی بڑا ہوا ہے بلند مرتبہ بھی ہر زمین سے
یہ خاکسارون سے کوئی پوچھے سبک ہے کیون آسمان نظر مین

۱۴۳	مرید ہون **اشک** کس کے جا کر کسیکو پایا نہ صاف باطن بہت سا ڈھونڈھا کوئی نہ ٹھیرا سوائے پیرِ مغان نظر مین	۱۶

مین بھی سودے کا علاج اِس لیے کرتا ہی نہین
سر پہ چڑھتا ہے جو یہ جن تو اترتا ہی نہین

زہر ہی کھایا شبِ ہجر گلا ہی کاٹا
سخت جان ایسا ہون کمبخت کہ مرتا ہی نہین

کوئی کسطرح سے جانبر ہو محیطِ غم سے
ڈوب کر پھر کبھی انسان اُبھرتا ہی نہین

جن کو کر لیتے ہین تسخیر عمل سے عامل
اُسکی دیوار کا سایہ تو اُترتا ہی نہین

خاکساری کی بدولت ہوا مرنے پہ عروج
چرخ پر چڑھکے غبار اپنا اُترتا ہی نہین

افعیِ زلف کا کاٹا ہوا جانبر کیا ہو
زہر چڑھ ہتا ہے جب اُسکا تو اُترتا ہی نہین

ہمسری کیا تری دیوانے سے کرتا مجنون
میری وادی مین کبھی پانون وہ دھرتا ہی نہین

دمِ شمشیر سے بھی تیز ہر کچھ جادۂ عشق
پانون انسان کا لغزش سے ٹھہرتا ہی نہین

وا ہمیشہ دہنِ گور رہا کرتا ہے
پیٹ اسکا کوئی دوزخ ہر کہ بھرتا ہی نہین

اپنے پہلو مین جگہہ دِل کی طرح دیتے ہم
اِس طرف سے کوئی تیر اُسکا گذرتا ہی نہین

تب غم سے یہ فزون ہو گئی بیتابیِ دِل
آگ پر صورتِ سیماب ٹھہرتا ہی نہین

عاشقون پر ستم و جور ہوا کرتے ہین
بت کافر مرا اللہ سے ڈرتا ہی نہین

کیا کہین ہجر مین کسطرح سے ہوتی ہر بسر
کسی صورت دِلِ بیتاب ٹھہرتا ہی نہین

آجکل مسلخ قصاب ہر کوچہ اُس کا	قتل سے جی ستم ایجاد کا بھرتا ہی نہیں
ایسا پرہول بیابان ہر ترے وحشی کا	آدمی زاد اُدھر کوئی گذرتا ہی نہیں

۱۴۴	معترف اپنے گناہوں کا میں خود ہوں اے اشک عضو کیا دینگے گواہی میں مکرتا ہی نہیں	۲۳

محبت میں ہزاروں رنج کے پہلو نکلتے ہیں	جگر جب خون ہوتا ہے تو سرخ آنسو نکلتے ہیں
پئے گلگشت جس دن گھر سے وہ گلرو نکلتے ہیں	برائے صید مرغان چمن گیسو نکلتے ہیں
کبھی دندان جاناں کے تصور میں جو روتا ہوں	وہ جگنو بنکے اُڑ جاتے ہیں جو آنسو نکلتے ہیں
نہ رولوں دو گھڑی جب تک کہ تسکین نہیں ہوتی	پھپھولے پھوٹتے ہیں دل کے یا آنسو نکلتے ہیں
گوارا دل کو ہو کس طرح طفل اشک کی فرقت	چھری چلتی ہے جس دم آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں
حسینوں کی ہمیں وحشی نگاہیں یاد آتی ہیں	پھڑک جاتا ہے جی صحرا میں جب آہو نکلتے ہیں
ہوئے جس سرزمیں پر دفن کشتے انکے ابرو کے	ہٹاتے ہیں وہاں کی خاک تو بچھو نکلتے ہیں
سڑی ہو ہو کے مرتے ہیں جو انکی زلف شبگوں پر	انہیں کی خاک سے نخل گل شبو نکلتے ہیں
خدا جانے وہ رونے پر ہمارے کیوں نہیں ہنستے	سنا کرتے ہیں ہم برسات میں جگنو نکلتے ہیں
نہ مسند پر وہ زانو ناز سے بٹھیا کرو صاحب	کہ دم لوگوں کے گھٹ گھٹکر تہ زانو نکلتے ہیں
برابر ہو سکے قامت سے وہ کیونکر حسینوں کے	کہیں سرو گلستاں سے قد دلجو نکلتے ہیں
حسیں ملتے ہیں آنکھیں اپنے کشتوں کے مزاروں سے	و یا چرنے کو سبزہ گور کا آہو نکلتے ہیں
اُسیکی یاد میں رہتے ہیں انساں ہوں و یا ملائک	اُسیکا روز و دم بھرتے ہوئے یاہو نکلتے ہیں
جدائی میں تری مرتے ہیں عاشق زہر کھا کھا کر	ہوا میں بوئے ہے کسکے اب اے گلرو نکلتے ہیں
پیے تھے ہجر میں دو ایک ساغر مے کے بھولے سے	وہی منہ سے مرے ہو ہو کے اب اچھو نکلتے ہیں
ہوئی ہیں خشک آنکھیں فرقت جاناں میں رو رو کر	جو گھٹ جاتا ہے پانی بحر کا ٹاپو نکلتے ہیں

بگڑ جائیگا نقشہ کھینچتے کھینچتے دیکھہ اُو مانی
میں ہوں وہ غمزدہ تصویر سے آنسو نکلتے ہیں

رہا کرتا ہے سر پر کوئی جن فصل بہاری تک
چمن سے جب گلوں کی سونگھہ کر ہم بو نکلتے ہیں

فریب حسن سے اُس بت کے ہے آشوب عالم میں
سمجھتے ہیں مسلمان جنکو وہ ہندو نکلتے ہیں

اثر ظاہر ہوا مرنے پہ عشق زلف مشکیں کا
اگر کیطرح داغوں سے وہیں خوشبو نکلتے ہیں

گمان ہوتا ہے جیسے شیر کا اشک مسلسل پہ
یہ کس شیریں ادا کی یاد میں آنسو نکلتے ہیں

تمہاری چشم فتان دیکھکر کہتے ہیں افسونگر
اِنہیں آنکھوں نے مردم سیکھہ کر جادو نکلتے ہیں

١٢٥

طبیعت ہو شگفتہ اشک تب ہو لطف کہنے کا
پریشانی ہو تو اُلجھے ہوے پہلو نکلتے ہیں

١٢

رنج و غم میں مبتلا ہوتا نہ میں
تخم الفت گر کہیں بوتا نہ میں

فرقت جانان میں مرجاتا اگر
چین سے مرقد میں بہی سوتا نہ میں

پاس ہوتا گر مرے وہ برق حسن
ابر باران کی طرح روتا نہ میں

جنس دل کی قدر کچھہ ہوتی اگر
مفت اپنے ہاتہ سے کہوتا نہ میں

رہتا پیری میں اگر مرنے کا دِہیان
ایسا غافل صبح کو سوتا نہ میں

کاوش مژگان کی ہوتی گر خبر
دِل میں یہ کانٹے کبہی بوتا نہ میں

گر سمجھتا آکے پھر جاوے گا وہ
دم نکلجاتا مگر سوتا نہ میں

کوئی دم راحت اگر ہوتی یہان
مرگ کی حسرت میں یون روتا نہ میں

جانتے سب ہیں تو ہی قاتل مرا
خون جو دامن سے ترے دہوتا نہ میں

کس کی گردن پر پہرا دیتا چھُری
سامنے تیرے اگر ہوتا نہ میں

چبھہ رہی ہے دِل جگر میں غم کی پھانس
اور ہوتا درد تو روتا نہ میں

اشک کہنے میں اگر ہوتا یہ دل

انکی جانب سے تو یہان دلمین کدورت ہی نہین
ہے مقدر سے گلا اُنسے شکایت ہی نہین

باوشاہت ہو تو کیا جس مین حلاوت ہی نہین
نعمتِ فقر سے بہتر کوئی نعمت ہی نہین

صحبتِ اہل دول سے ہمین رغبت ہی نہین
ہاتہ پہیلائین کہین جا کے یہ عادت ہی نہین

خود گلا کاٹ کے مرجانے مین غیرت ہی نہین
خلد ہے جنکا صلہ یہ وہ شہادت ہی نہین

سن کے حال دل بیتاب مرا کیون نہ ہنسے
کیا وہ جانے جو گرفتار مصیبت ہی نہین

عشق مین جان پر انسان کے بنجاتی ہے
آفتین اور بہی ہین ایک یہ آفت ہی نہین

راتدن کام ہے ہم وحشیونکو پہرنے سے
دو گہڑی تہک کے جو بیٹہین کہین فرصت ہی نہین

کوئی ہاتہہ لنے ہملا و کلو بہی کہو دیتا ہے
مفت دیدون ہمین جس چیز کی قیمت ہی نہین

نہین میت کو بہی آرام تڑپ سے دل کی
راتدن کچھہ تہ و بالا مری تربت ہی نہین

بعد مرنے کے ہوئی قدر بتِ دلجو کے
وہ ادائین نہین وہ حورونکی صورت ہی نہین

راتدن گوشۂ عزلت مین پڑے رہتے ہین
جا کے بیٹہین جہان ایسی کوئی صحبت ہی نہین

چرخ نے خاک اُڑادی جو ہمین مین دفن ہوا
شمع روشن کوئی کس جا کرے تربت ہی نہین

کس مصیبت سے گئی ہجر کی شب جانِ حزین
دم نکلنے مین سمجہتے تہے کہ وقت ہی نہین

ہو چکا درد جدائی سے جبہی کام تمام
دِل مین اب رنج و الم سہنے کی طاقت ہی نہین

کچھہ کرین صرف تو کچھہ راہِ خدا مین دیدین
اہلِ دولت مین کسیطرح کی ہمت ہی نہین

آجکل ایسی زمانے کی ہوا بگڑی ہے
پاس دولت نہ اگر ہو تو شرافت ہی نہین

شوق سے آپ رہا کیجیئے ڈر کس کا ہے
خانۂ دل کے برابر کوئی خلوت ہی نہین

چوڑیان توڑین بڑہا ہی گئی نتھہ میت پر
مین سمجھتا تہا انہین مجہسے محبت ہی نہین

اب مسیحا ہی اگر آئین تو کیا ہوتا ہے
کوئی بیمار کے بچنے کی علامت ہی نہین

اب بھی لوگون کو وہان شبیر کی بو آتی ہی — کون کہتا ہی شہیدون مین کرامت ہی نہین

اپنے دشمن سے بھی ہم صاف رہا کرتے ہین — یہ وہ آئینہ ہی دل جسمین کدورت ہی نہین

آتش غم رگ و پی مین ہی بھری رہتی ہر سنگ — دست و پا سرد مین ظاہر مین حرارت ہی نہین

فارغ البال ہوے تارک دنیا ہوکے — کسکو اب دل سے نکالین کوئی حسرت ہی نہین

سرد مہری نے حسینون کی کیا ہی ٹھنڈا — دل کے داغون مین کہین دل سے حرارت ہی نہین

۱۴۷ — ۱۹

مذہب تازہ یہ ایجاد ہوا ہی **اشک**
دوسرے کام کی اللہ کو قدرت ہی نہین

جنون مین بھی رہی قبضے مین سرزمین سخن — کبھی چھپا نہ گریبان و آستین سخن

مطیع حکم مین سارے بتان چین سخن — عمل مین اپنے ہی ازروزون سرزمین سخن

ہزارون ہونگے زمانے مین عیب چین سخن — جو ڈھونڈھیے تو نہ پیدا ہو نکتہ بین سخن

جہان مین رہنے کی ہی آرزو کسے پس مرگ — ہی قصر خلد مکان پاس حور عین سخن

جنون ہوسکے دو افسون ہی تیری آنکھون مین — ابھی تو وجد مین ہین سارے سامعین سخن

تمام عمر زمانے کی خاک چھانی ہے — ملا ہی جب ہمین یہ طفل مہ جبین سخن

بہار کے ہین یہ دن جوش پر طبیعت ہے — گلون سے کیون نہون پر جیب و آستین سخن

تمام عمر جلا و صفا مین گذری ہے — ہوا ہی نام کے قابل یہ جب نگین سخن

فلک سے لاتے ہین چن کر نئی نئی مضمون — یہ دونون آنکھین ہماری ہین دوربین سخن

نکل رہے ہین طبیعت سے مصرع رنگین — ہمیشہ لعل اگلتی ہی سرزمین سخن

ریاض نظم ہی پھر اندنون پھلا پھولا — جو کچھ پسند ہو لیجائین خوشہ چین سخن

اٹھاکے آنکھ نہ دیکھا کسی حسین کیطرف — ملا ہی جب سے یہ معشوق نازنین سخن

صدف کو بھی نہ ملے ایسے بے بہا موتی — جو ہاتھ آئے ہین ہمکو در ثمین سخن

نہین ہین لطف سے خالی حجاب کی باتین
نہان ہر اندرون مضمونِ نو کی پیدائش
شراب طیب و طاہر اسیکو کہتے ہین
زمین کو چاند لگائے ہین طبعِ موزون نے
بھری ہوئی ہر حلاوت کلام مین ایسی

ہمین [illegible] شوقِ شرِ گلبینِ سخن
[illegible] جو تہے صورت آفرینِ سخن
ہمیشہ پیتے ہین ہم آبِ آتشینِ سخن
ہر ایک حرف [illegible] پہ جبینِ سخن
ٹپک رہا ہے [illegible] انگبینِ سخن

۱۴۸	ہمیشہ ہوتی ہر مضمونِ نو کی پیدائش رہی ہے اشک و شاداب سرزمینِ سخن	۱۵

شہرت [illegible] ہر یہ تماشہ کے آنے جانے مین
مسیح کیون نہون مشہور وہ زمانے مین
عیان ہر جالی کے کرتے سے جسمِ نورانی
نہ لپٹا ہوا نہین کوئی کہیسٹے دامون کو
گمان ہوتا ہر افعی کا سنبلستان مین
غم و الم سے جدائی کے دل مین ہر ناسور
کوئی جگہہ نہین جسجا نہ فتنہ برپا ہو
یہ دو مقام ہین امن و امان کے دنیا مین
بہار لے گئی تاب و توانِ بلبلِ زار
دہن سے یلسے ہین کیا خوشنما لبِ نگین
چنے جو شیشہ ہر سغ نے طاق مین اکثر
بلند آہ شرر بار ہر جنازے سے
بڑی ہی صنم تیرے گیسو کی مار ہوتی ہے

[illegible] آشیانے مین
ہزار ہین بیٹھے [illegible] زبان ہلانے مین
چمک رہے ہین ستارے [illegible] خانے مین
ہوئے نہ حضرتِ یوسف ۲ تہے زمانے مین
الجھ گئی ہین جو زلفون کے بال شانے مین
ہر رنگ چور لگاتے ہین اس خزانے مین
فریبِ حسن سے آشوب ہے زمانے مین
اُٹھے جو کہتے ہے آئے شراب خانے مین
کہ اُڑ کے جا نہین سکتی [illegible] آشیانے مین
یہ لال [illegible] آشیانے مین
چراغ ہو گئی [illegible] شراب خانے مین
کرن [illegible] شامیانے مین
نکل گیا مرا دم ایک تازیانے مین

گلوں کی یاد میں وہ نالہاے گرم کیجیے		کہ جل کے رہ گئی خود بلبل آشیانے میں
١۴٩	اُٹھا کے لیگئی غیر ادع کو اشک دم کر جو دو گھڑی کو وہ آئے غریب خانے میں	٢٣

	زنخدانِ بتِ زہرہ منش پر جب سے مائل ہوں		خدا کا قہر نازل ہے اسیرِ چاہِ بابل ہوں	
۴	مجھے دوزخ سے بدتر ہے اگر جنت میں داخل ہوں	۴	پس از مردن بھی میں کوچۂ جاناں کا سائل ہوں	۴
	یہ دلمیں سوچکر اپنے رقیب آتا ہے مقتل میں		لہو ملکر شہیدوں میں کسی صورت سے شامل ہوں	
	یہاں کشتِ تمنا کی ہوئی پہلے ہی بربادی		ارادہ برق کا یہ تھا کہ خرمن ہو تو نازل ہوں	
	معالج چھوڑ دیتے ہیں علاج آخر کو دق ہوکر		کہے دیتی ہے خود بیمار کی صورت کہ میں سل ہوں	
	کوئی راز و نیازِ عاشق و معشوق کیا جانے		صدا ہے خندۂ گل کی میں گلبانگ عنادل ہوں	
	فراقِ یار میں پہلو سے یہ آواز آتی ہے		ستمہوں تنگ کہا تنگ میں ہی کچھ تیرے نہیں دل ہوں	
	گلا میں آپ اپنے ہاتھ سے اب کاٹ ڈالوں گا		تمنا ہے شہیدوں میں تمہارے آج داخل ہوں	
	ضرر جس میں ہو اُس سے چاہیے پرہیز انساں کو		کہے دیتا ہے خطِ سبز خود میں زہر قاتل ہوں	
	دہانِ گور سے ہر دم یہی آواز آتی ہے		مسافر کو نہیں خوف و خطر جیسا وہ منزل ہوں	
	رہِ الفت میں سرِ پیکر ہوئی ہے عزت افزائی		لیا آغوش میں جلادنے مجکو وہ بسمل ہوں	
	سیہ بختی ہوئی مجھ ناتواں کے قرب کا باعث		وہ اپنے دلمیں یہ سمجھا کہ دودِ شمعِ محفل ہوں	
	ہوا ہے نقص پیدا داغ سے ماہِ دوہفتہ میں		وہ اب بھی اپنے دلمیں جانتا ہوگا میں کاہل ہوں	
	کہیں جانے نہیں دیتی محبت اُنکے گیسو کی		میں آزادی کے عالم میں بھی پابندِ سلاسل ہوں	
	تونے عہد جو مینے کیا ہے پاس اسکا ہے		جناں سے حور آئے گر خدا سے اپنے سائل ہوں	
	کبابِ سوختہ مجکو مرا ساقی جو دیتا ہے		صدا آتی ہے یہ میں بھی کسی مہجور کا دل ہوں	
	جدا ہوتا نہیں اکدم میں اُس لیلی شمائل سے		کہ سایہ کیطرح جب دیکھئے ہمراہِ محمل ہوں	

فقیر اُسکے درِ دولت کا ہون دل ہی غنی اپنا
بھلا منعم تو ہی کیا مال حاتم سے نہ سائل ہون
اِشارہ اُسکے عارض کی طرف ہی سبزۂ خط کا
اثر تریاق کا اُسمین ہی مین زہر ہلاہل ہون
کیا جو قید اُسنے مجکو جرمِ عشقِ گیسو مین
رعایت کی نظر ہی ورنہ مین پھانسی کے قابل ہون
کبھی تو بھی جمال با کمال اپنا دکھا مجکو
ترے اسم جلالی کا تو اک مدت سے عامل ہون
دُرِ مقصود سے دامن کبھی خالی نہین رہتا
سمندر جسکا قطرہ ہی مین اُس دریا کا ساحل ہون

۱۵۰	نظر عیبون پر اپنے چاہیے اے اشک دانا کو خرابی آئی جب انسان یہ سمجھا مین کامل ہون	۱۹

نام راحت کا زبان پر کبھی آتا ہی نہین
اب بجز رنج و الم کچھ ہمین بھاتا ہی نہین
ہمسے یہ پیر فلک راہ پر آتا ہی نہین
دلسے کینہ کبھی کم بخت کے جاتا ہی نہین
کوئے جانان مین رہا نقش قدم کیصورت
بیٹھ جاتا ہون جہان کوئی اُٹھاتا ہی نہین
لب ساقی کے پس از مرگ ہی بوسے لیتا
کوئی ساغر مری مٹی کا بناتا ہی نہین
چین مین ہین عدم آباد کے رہنے والے
ایسے سوئے ہین کہ پھر کوئی جگاتا ہی نہین
بے چھری ذبح ہوا کرتے ہین عشاق اُسکے
سرمہ آنکھون مین کسی روز لگاتا ہی نہین
عہد طفلی سے اِسی کھیل مین کی صرف اوقات
عشق بازی کے سوا کچھ مجھے آتا ہی نہین
جنس دل کے ہین یہان اب بھی خریدار بہت
خوف نقصان سے کچھکو مین دکھاتا ہی نہین
اپنے دامن سے لہو دھوتا ہی جلاد عبث
شست و شو سے یہ وہ دھبا ہی کہ جاتا ہی نہین
بعد مرنے کے ہما نے بھی نہ پوچھا آکر
سگ جانان تو مری ہڈیان کھاتا ہی نہین
در پہ دیوانون کا رہتا ہی شب و روز ہجوم
طوق منت کی پریزاد بڑھاتا ہی نہین
جا کے ٹھیرینگے کہان ملک عدم کے سفری
کوئی رہنے کا پتا اپنے بتاتا ہی نہین
زاہد خشک کے کیا ہوتا ہی بہکانے سے
جو بُری راہ ہی اُس راہ مین جاتا ہی نہین

طور پر حضرتِ موسیٰ کو ضرر کچھہ نہ ہوا
خانۂ دل مین مرے گو کہ بڑی وسعت ہو
اسقدر عالمِ ہستی مین اٹھائے صدمے
الفتِ موئے کمر نے یہ کیا زار و نحیف
حال رہتا ہو شب تیرہ مین کا لیت کا

مین جو ہوتا تو کبہی ہوش مین آتا ہی نہین
اسقدر غم کی ہو کثرت کہ سماتا ہی نہین
جو گیا یہان سے وہ پہر کر کبہی آتا ہی نہین
ایسا معدوم ہوا ہون کوئی پاتا ہی نہین
دم جو رکتا ہو تو دو دو پہر آتا ہی نہین

۱۵۱	بے ثباتی جہان کی جو خبر ہوتی اشک مین کبہی عالمِ ایجاد مین آتا ہی نہین	۴۲

ڈالو نہ موے زلفِ معنبر چراغ مین
فصلِ بہار کا ہو اثر ہر چراغ مین
پروانے ڈوب مرتے ہین جلکر چراغ مین
مرنے کے بعد بہی نہ مٹے داغِ عشقِ یار
کی ہر شب فراق مین ہمنے جو روشنی
ہوتی ہو ہجرِ یار مین اسطرح مجکو صبح
الفت سے ایک بت کی منور ہو داغِ دل
تیاری بلبلون کے پکڑنے کی آج سے
قاصد کو میرے ذبح تو اسنے کیا نہو
مانا تھا وصل ہو تو کرین نذر داغِ دل
زلف کے دہیان مین جو کسی شب گذر گئی
جس رات اپنے پاس نہو وہ پری جمال
داغِ جنون کی نذر کرین اپنا نقدِ دل

پہر سے لگین گے سانپ نپٹکر چراغ مین
لو گل سے بہی سوا ہو معطر چراغ مین
روغن ہو یا بھرا ہو سمندر چراغ مین
یہ روشنی ہو تا دمِ محشر چراغ مین
شعلہ سا اٹھکے بجھ گیا ہر ہر چراغ مین
رہتی ہین انگلیان مری شب بہر چراغ مین
ڈرتے ہوا کے رکھتے ہین پتھر چراغ مین
ڈالا ہو اُسنے روغنِ گل ہر چراغ مین
تنکے کی جا ہو بال کبوتر چراغ مین
کچہہ بار پہول ہو مین تو کچہہ زر چراغ مین
ہمکو رہوان دکہائی دے اژدر چراغ مین
اتنی شبیہ ہو روشنی نہ رہے گہر چراغ مین
زلفین چہواکے رکہیے نچہاور چراغ مین

اِک شمع رو کے شوق مین پروانون کی طرح
ضد سے مرتا جلاتا ہی وہ اپنے موئے لیف
وہ تیرہ بخت ہون کہ جو چہومک کبہی جلاؤن
پروانون کی طرح گری پڑتی ہین قمریان
دِل کو یقین ہی ذبح ہوا نامہ بر مرا
اپنی شکستِ دل مجھے یاد آئی دیکہکر
فرقت مین ڈر رہا ہون دہوان دیکہہ دیکہکر
تاثیر ہو نہ نقش عداوت مین غیر کے

مجہہ زار و ناتوان کا ہو بستر چراغ مین
دود وہ ہی یا کہ سودۂ عنبر چراغ مین
بڑہ بڑہ کے شعلے پیدا کرین پر چراغ مین
بتی ہی یا کہ شاخ صنوبر چراغ مین
روغن کی جا ہی خون کبوتر چراغ مین
پروانون کا جلا ہوا لشکر چراغ مین
گویا سیاہ تاب ہی خنجر چراغ مین
لکہکر جلائے لاکہہ فسونگر چراغ مین

۱۵۲	اِک اشک جی مین آتا ہی اکثر شبِ فراق رکہدون اُٹہا کے یہ دلِ مضطر چراغ مین	۲۸

آجتک نقش مجھے الفتِ ابرو مین نہین
حسنِ جانان رہا بل نام کو گیسو مین نہین
آج وہ آفتِ جان اپنے جو پہلو مین نہین
رات سے ڈہونڈ رہا ہون مرے پہلو مین نہین
مجکو ہوتا ہی سرِ افعی ارقم کا گمان
دیکہکر کہتا ہون اُس رشک چمن کو شبِ وصل
ہرگز رو دلِ بیمار کسی عاشق کا ہی
چشمہ ریان مین تصور ہی یہ کس خوش قد کا
مین نہ گردن پہ ذرا پہیر دے خنجر لیکر
اِک اشارے مین ہزارون کے گلے کٹتے ہین

مطلع

کچہہ عجب زہر ہی یہ تو کسی بچہو مین نہین
اب اثر یار کی آنکہونکے بہی جادو مین نہین
دست و پا کیسے مرا دل مرے قابو مین نہین
دِل کہیگا تو اُس اُلجہے ہوے گیسو مین نہین
شانۂ عاج یہ اُس ترک کے گیسو مین نہین
ڈہیر پہولون کا تو رکہا مرے پہلو مین نہین
پہول چنپا کا یہ اُلجہا ہوا گیسو مین نہین
راستی ایسی کسی سروِ لبِ جو مین نہین
طاقت اِتنی بہی تو جلاد کے بازو مین نہین
بازہ بہی دیکہنے کو خنجرِ ابرو مین نہین

بڑھ گئی ہے تپ فرقت کی حرارت ایسی
غسل ہوتی کے تری تک مرے آنسو مین نہین

رات بھر ہجر مین مردہ سا پڑا رہتا ہون
میرا تابوت ہے تکیہ مرے پہلو مین نہین

حضرت عشق کی تاثیر ہے یہ دونون طرف
ہین جو بیتاب ہون دل انکا بھی قابو مین نہین

لب جان بخش کے ہین طور تری آنکھون مین
مردے جی اٹھین اثر یہ کسی جادو مین نہین

دل جگر بہہ گئے خون ہو کے غم فرقت مین
یاس و حسرت کے سوا کچھ مرے پہلو مین نہین

داغ سے ہے مہ کامل کا بھی چہرہ بگڑا
پر کوئی عیب تمہارے رخ نیکو مین نہین

آئینہ سامنے سے رنگ کے ہٹا بھر خدا
کیا اب اتنی بھی صفائی ترے زانو مین نہین

کیون ٹپکتی ہین یہ بالون سے لہو کی بوندین
دل زخمی تو کسے کا ترے گیسو مین نہین

خیرگی ہوتی ہے آنکھون مین شب وصل صنم
جو چمک اسکی ہے جگنی مین وہ جگنو مین نہین

تیری آنکھون کی محبت کا اثر ہے یہ بھی
کہ جو وحشت ہے مجھے وہ کسی آہو مین نہین

دن گزارے چمن دہر مین مجبوری سے
بو محبت کی جو پوچھو کسی گل رو مین نہین

جان لے لیتا ہے کافر ترے زیور کا بناؤ
زہر جو پانون کے بچھوے مین ہے بچھو مین نہین

کبھی زنجیر کبھی طوق کبھی دام بلا
ایک آفت تو تری زلف سمن بو مین نہین

ہے فقیرون کو تکلف سے تنفر ساقی
جام جمشید مین کیا ہے کہ جو چلو مین نہین

ہجر مین ضعف نے اس درجہ ترقی کی ہے
طاقت اب آنکھ تک آنے کی بھی آنسو مین نہین

آجکل حسن پرستی کا ہوا ہے یہ رواج
نام اک بت کا کہی معبد ہندو مین نہین

کو سوا بو جاتی ہے راتون کو ترے گیسو کی
یہ لطافت یہ مہک تو گل شبو مین نہین

١٥٣	نیک و بد اشک نظر مین مری تلجاتے ہین حاجت سنگ نہین پھر ترازو مین نہین	٢٩

یون گہلا کر مارتا ہے رنج فرقت دیکھہ لین
ہوگئے ہیں یا نہین مرزدیکی حالت دیکھہ لین

عالم وحدت سے کثرت مین وہ آجاے اگر
سو جگہ پہر تو وہی ہم ایک صورت دیکھہ لین

ساتہہ میت کے جو آنے مین اُنہین تکلیف ہو
بعد تیجے کے کسیدن آکے تربت دیکھہ لین

چہاگلین پہنے ہوے کس ناز سے چلتے ہین وہ
اِتنی مہلت دے اجل تو ہم قیامت دیکھہ لین

کچھہ زبردستی نہین سستی جو ہاتہ آئے تو لین
جنس دل بازار مین اکوا کے قیمت دیکھہ لین

کوئی دم کا اور ہون مہمان اگر یا ورنہو
اپنی آنکہون سے وہ آکر میری حالت دیکھہ لین

سال آیندہ کہین پہر آئیگی فصل بہار
باغ مین چلکر گل و بلبل کی صحبت دیکھہ لین

دل لگانیکا حسینونسے ابہی موقع نہین
جانچ لین اچہی طرح سے رنگ صحبت دیکھہ لین

امتحان حسن وہ تصویر یوسف سے کرین
اپنی صورت سے ملا کر اُنکی صورت دیکھہ لین

میرے مرنے کا یقین اُنکو اگر اب بہی نہ ہو
پوچھہ لین لوگونسے آکر میری تربت دیکھہ لین

اگئی ہین تنگ نالون سے اگر اہل وطن
اپنے رہنے کے لئے ہم دشت غربت دیکھہ لین

دوست میرے قتل کے مانع نہون جلاد کو
پہلے قرآن کہولکر اجر شہادت دیکھہ لین

کانکر ہمنے تو سر قدمونپر اُنکے رکہدیا
غیر آجائین تو اُنکی بہی محبت دیکھہ لین

جب دعا کی ہاتہ اُٹہا کر ابر رحمت چہا گیا
زاہد اگر می پرستونکی کرامت دیکھہ لین

عذر کرتے ہین دوا دینے مین کیون ناحق طبیب
کوئی صحت کی نہین اب تک علامت دیکھہ لین

جانتے ہین خوب ہم ان زاہدونکا مکر و زور
معتقد تب ہون کہ جب کوئی کرامت دیکھہ لین

اُنکی غفلت سے دلونمین بھر گئی گرد ملال
کوئی آئینہ نہین ہے بے کدورت دیکھہ لین

خاکساری گر تو پیدا ہو جلا سے آئینہ
دل مین اتنی تو صفائی ہو کہ صورت دیکھہ لین

آدمی کیا وہ فرشتونکے نہ ہاتہ آئین کبہی
تیرے دیوانے جو میدان قیامت دیکھہ لین

کون اُنہین شہر خموشان مین بتائیگا مجہے
فاتحہ پڑہنا ہو گر منظور تربت دیکھہ لین

جلوۂ محبوب سے خالی نہین کوئی جگہ
چشم بینا ہو تو پتھر مین بھی صورت دیکھ لین

انگلیان جلتی ہین جسدم ہاتھ رکھتا ہو کوئی
میری نبضونکی مسیحا تو حرارت دیکھ لین

پھر ہماری وحشتِ دل کا تماشا دیکھیے
گر کسی تصویر مین بھی گل کی صورت دیکھ لین

آئینے کو منھہ دکھائین پھر نہ مارے شرم کے
اک نظر تجکو اگر حورانِ جنت دیکھ لین

چادرِ گل کی عوض مرقد پہ ہین نرگس کے پھول
دید کی مرنے پہ بھی باقی ہو حسرت دیکھ لین

شام تک آفت رہیگی میری جانِ زار پر
صبح کو گر غیر کی منحوس صورت دیکھ لین

فصلِ گل مین سامنا دیو جنون کا تب کرین
کچھہ تو اپنے دست و پا مین ہم بھی طاقت دیکھ لین

١٥٧	جیمین آتا ہو بدل کر بھیس اک آزاد کا اُس شہِ خوبانکی جسل کر اشتک ہمت دیکھ لین	٣٥

کشتہ ہوتے ہین غضب حسرت و ارمان دلمین
روز بنتا ہے نیا گنجِ شہیدان دل مین

شادیِ وصل مین ہین جشن کے سامان دلمین
رات بھر رہتا ہو داغونسے چراغان دلمین

پاتے ہین لطفِ بہارِ چمنستان دل مین
آگیا ہو جو خیالِ رُخِ جانان دلمین

کر رہی ہو یہ خلشِ الفتِ مژگان دلمین
یا کوئی رہگیا ہو ٹوٹ کے پیکان دلمین

اتنے نالونکی صدائین ہین نہ افغان دلِ مین
یا الٰہی ہو کوئی شہرِ خموشان دل مین

مفت بیکار رہے ناوکِ مژگان دلمین
جا بجا ڈھیر ہین ٹوٹے ہوئے پیکان دلمین

جب مقابل وہ ہوا جذبہ اِسے کہتے ہین
ہو گئی عکس کی تصویر نمایان دلِ مین

دہی جگہ قلب مین آنکھون مین سمایا جو گل
دونون دروازے یہ باہر ہین گلستان دلمین

حسرتین رہگئی ہین سیکڑون کشتہ ہوکر
ایک مدت سے ہو یہ گورِ غریبان دلمین

رہگئی تیر جو زخمونمین تو ہم یہ سمجھے
بہرِ گلگشتِ چمن آئی ہین پریان دلمین

اِک پریوش کا جو ہاتھ آگیا چھلا مجکو
سمجھا مین خاتمِ انگشتِ سلیمان دلمین

نکلے گلدام سے صیاد کے کیون ہو گئے اسیر
کیا ہی مرغانِ چمن ہونگے پشیمان دِلمین

حسرت و یاس و غم و رنج کا رہتا ہی ہجوم
روز دو چار نئے آتے ہین مہمان دلمین

نہ گلا کٹنے سے قاتل ہی اُدہر شرمندہ
سخت جانی سے اِدہر مین ہون پشیمان دلمین

سلسلہ مہر و محبت کا نہوگا موقوف
دل کبہی زلف مین گہ زلف پریشان دلمین

آجکل زلف معنبر کے خریدار ہین سب
مشک کے بیچنے والے ہین پریشان دلمین

آگے اُس بُت کا تصور نہین پہر جا سکتا
کچہہ بنائی ہی عجب بہول بہلیان دِلمین

دہن یار سے الفت نہین پیدا کی ہی
ای خضر رکہتے ہین ہم چشمۂ حیوان دلمین

اُسکے دانتون کا تصور ہی کہ دریاے کرم
ابر نیسان کی طرح ہی گہر افشان دلمین

بحث کس بات کی آپمین ہی کہلتا نہین یہہ
کیا تجہے سمجہے ہین ہندو و مسلمان دلمین

دہی ہی تہوڑیسی جگہہ مین یہہ خدا نے وسعت
کہ سما جائین ہزارون ہی بیابان دِلمین

خط عارض کا تصور ہی کبہی مژگان کا
کہین کانٹے ہین کسی جا ہی نیستان دلمین

بعد مرنے کے وہ سب خاک مین ملجائین گے
جس قدر رہگئے ہین حسرت و ارمان دلمین

قید ہم اُس کا تصور جو کیا کرتے ہین
ایک چہوٹا سا بنا رکہا ہی زندان دلمین

آگیا یاد جو اِک بت کا ہمین حسن ملیح
رو کے خالی کیا زخمونپہ نمکدان دلمین

عیش و عشرت کا گذر ہوتا ہی گاہے ماہے
غم جانان تو ہمیشہ سے ہی مہمان دلمین

پاکبازان محبت مین شمار اپنا ہے
ملتے ہین ہمین ہندو و مسلمان دِلمین

کبہی جاتا نہین اُس دُرِّ یکتائی کا خیال
راتدن حفظ کیا کرتا ہون قرآن دلمین

آنکہہ جب بند حسینونکے تصور مین ہوئی
نظر آنے لگا اک تازہ پرستان دلمین

جاکے اِتنا تو زلیخا سے کوئی کہدیتا
پہر یوسف کیا تجویز نہ زندان دلمین

کسنے پہر جلوہ گہ ناز بنایا ہی اِسے
نہین معلوم کہ ہی کون خرامان دِلمین

جنبش نا ساز ہی جب مجکو ہدف ہوتی دل
موم ہو جاتا ہی فولاد کا پیکان دلمین

گلعذارونکا تصور رہی ہمین کافی ہی
ڈر خزان کا نہین یہ ہی وہ گلستان دلمین

راتدن رہتا ہی اُس یوسف ثانی کا خیال
ہمنے پیدا کیا ہی دوسرا کنعان دلمین

اشک قسمت جو بُری ہو تو ہی بیکار کمال
ہو نہ انسان ہنر پر کبھی نازان دل مین

قتل کی اپنے جنون کیا خوب تدبیرین ہوئین
گھس گئین زنجیر کی کڑیان تو شمشیرین ہوئین

یہ شرف کسکو ملی کسکی یہ توقیرین ہوئین
زینتِ عرش برین مٹی کی تصویرین ہوئین

زندگانی ہی تمہارے غمزونکو قید سخت
ناتوانی سے رگین اُوجی کی زنجیرین ہوئین

جب مرقع غمزونکا اُنکے کھچوایا گیا
اشک سے ہو ہوکے گم بیکار تصویرین ہوئین

آئے پھر صیاد لیکر باغ مین دام و قفس
بلبلونکی پھر گرفتاری کی تدبیرین ہوئین

یار نے پلکین کترواکر جو اپنی پھینکدین
عاشقونکے حق مین وہ بھی تیر شمشیرین ہوئین

جان شیرین سبزۂ خط کی محبت مین گئی
زہر کی اکسیر کی بوٹی مین تاثیرین ہوئین

کس سے اُٹھ سکتے بھلا صدمے فراق یار کے
سخت جانی سے مرے مرنے مین تاخیرین ہوئین

منزل مقصود کو پہنچا عدم کا قافلہ
رہگئے تھک کر سا جنکی نہ تقدیرین ہوئین

منصب دیوانے جنون حاصل ہوا جب عشق مین
کوہ و صحرا تیرے دیوانونکی جاگیرین ہوئین

صاف کچھ کہتے نہین ہمسے یہ اہل معرفت
کوئی تو پردہ مین ہوگا جس سے تقریرین ہوئین

دونون گالونپر ہوئی اُس شوخ کے خط کی نمود
حاشیونپر مصحف عارض کی تفسیرین ہوئین

جھانکنے آیا جو دروازے پہ وہ خورشید وش
روزنونسے درکے باہر رخکی تنویرین ہوئین

ماہ گردشمین ہی شب بھر دیکھو سرگردان ہی مہر
دہر مین صاحب کمالون کی یہ توقیرین ہوئین

قتل عالم کو کریگا یار یہ تیرا بناؤ
برچھیان میرے لئے سرمے کی تحریرین ہوئین

چرخ نے ہمکو مٹانے کی بہت تدبیر کی — قلعۂ فولاد و یہ مٹی کی تعمیرین ہوئین

جرم کی اغیار سے پاداش کچھہ ہوتی نہیں — بیکسا ہوں کے لیئے تجویز تعزیرین ہوئین

پرسشِ اعمال تو محشر میں ہو کہدینگے ہم — یہ بھروسے پر تری رحمت کے تقصیرین ہوئین

بزم خوباں میں صفاے قلب کام آئی مرے — عکس کے اِس آئینہ میں نقش تصویرین ہوئین

جبہہ سائی کی بتوں کے در پہ جہگڑا مٹ گیا — گہستے گہستے محو پیشانی کی تحریرین ہوئین

بیڑیاں تیار ہوتی ہیں ہمارے واسطے — فصل گل آئی گرفتاری کی تدبیرین ہوئین

پنڈلیاں چھل چھل کے اپنی خون نکلا اسقدر — تہین جو لوہے کی وہ اب سونیکی زنجیرین ہوئین

آج مرنے کا ہمارے کچھہ سبب کہلتا نہیں — اُنکے آنے میں نہیں کیا آگے تاخیرین ہوئین

لیگئے اخوان یوسف ساتھہ جب یعقوب کو — خواب کی اُسوقت ظاہر سب یہ تعبیرین ہوئین

بادشاہوں کے مکانوں کا نشان ملتا نہیں
چار دن میں **اشک** سب بربادِ تعمیرین ہوئین

ردیف واو

١٦ — ١٥٦

کرینگے ضبط گریہ فرقتِ جاناں میں ہم کچھہ ہو — ابہی طوفان آجاے جو اپنی چشم نم کچھہ ہو

علاج اب کیا کرینگے اپنے بیمارِ محبت کا — مسیحائی تو آنکی تب چلے جب مجہہ میں دم کچھہ ہو

کوئی تصویر ہی کہچوا کے اپنی بہیجدے قاتل — کہیں یہ اضطرابی تو ہمارے دل کی کم کچھہ ہو

کسیکی افعیِ گیسو کا کشتہ ہو چکا ہوں میں — عجب کیا ہے کہ اب تک جسم میں تاثیر سم کچھہ ہو

بہت نالے ہیں دم دیدیکے تمنے وصل کے وعدے — تمہارا آج ہم کہنا نہ مانینگے قسم کچھہ ہو

جنازے پر وہ اپنے کشتۂ حسرت کے روتے ہیں — عجب کیا ہے رقیبونکو جواب اسکا بہی غم کچھہ ہو

کہیں راحت نہیں پر خوف رہتے ہیں تو چارہ کیا — ضرور اک روز جانا ہے ہمیں سوے عدم کچھہ ہو

دِل اُس ترکِ جفا پیشہ کو پہلے ہی نہ دینا تھا
رہِ عشقِ مجازی ہی بڑی کڑی ہی گو حقیقت مین
دِل اپنا اس بت بیباک کو اس وقت مین دونگا
پیٔ ذکرِ الٰہی واعظا قیدِ مکان کیسی
وہ کیا جانے غم دوری سے ہمپر کیا گذرتی ہی
یقین آ ہی گیا تھا ہمکو بہکانے سے واعظ کے
اُلجھکر یہ دلِ وحشی ہمارا رہ نجائیگا
شبِ وصلت کلام آئے کئے آپس مین رنجش کے

یونہین سہنا پڑینگے عمر بھر جور و ستم کچھہ ہو
پہنچ جاتا ہی منزل پر اگر ثابت قدم کچھہ ہو
نوشتہ کوئی ہو جائے و یا قول و قسم کچھہ ہو
غرض ہی بندگی سے دیر ہووے یا حرم کچھہ ہو
بجا ہون ہوش تو کیفیت دِل ہی یہ کم کچھہ ہو
کہ شاید کوچۂ دلدار سے بڑھکر ارم کچھہ ہو
نہ جب تک گیسوؤن مین ہوشونکے پیچ و خم کچھہ ہو
یہ ممکن ہی نہین ایدل کہ شادی مین نہ غم کچھہ ہو

۱۵۷	ذلیل و خوار ہی اے اشک لوگون کی نگاہون مین نہ جب تک آدمی کی گانٹھہ مین دام و درم کچھہ ہو	۱۳

آپ سے باہر رہون سودا بھلا ایسا تو ہو
جان شیرین اپنی کھو بیٹھے بتون کے عشق مین
لیجائے سلیما پھر ترے در کا فقیر
لیکے دِل مجھسے مرا کیا جلد بھولا ہی مجھے
غیر صحبت مین رہا کرتے ہین اُنکی رات دن
دل گیا مجھہ زار سے جو وہ حسین سبزہ رنگ
دید کی حسرت ذرا ہوسی کے دل سے پوچھیے
ہر کس و ناکس کو دل دینا نہین آتا ہمین
مانگتے ہین ہجر کی شب اپنے مرنے کی دعا
دستِ نازک خون سے بھر مجھہ شہید ناز کے

پانون مین الجھا رہے چاکِ قبا ایسا تو ہو
اپنی کشتی خود ڈبو دے ناخدا ایسا تو ہو
گرد ہو اورنگِ شاہی بوریا ایسا تو ہو
پوچھتا ہی کون ہی تو آشنا ایسا تو ہو
رشک سے کہتا ہون مین بختِ رسا ایسا تو ہو
لوگ کہتے ہین کہ جذب کہربا ایسا تو ہو
شوخ بے پروا حسینِ باحیا ایسا تو ہو
انگلیان جسپر اُٹھین وہ مہ لقا ایسا تو ہو
آدمی دنیا مین مشتاقِ قضا ایسا تو ہو
پھر نہ چھوٹے ہاتھ سے رنگِ حنا ایسا تو ہو

صاف آئینے مین صورت یار کی آئے نظر — دل مرا اگر کدورت سے صفا ایسا تو ہو
بعد مرنے کے دکہاؤن گر مین دلکا اضطراب — قبر بنجائے ہنڈولا زلزلہ ایسا تو ہو

158 — بلبل دل کی ہون وہ رنگین نغمہ سنجیان
سب کہین اے اشک مرغ خوش نوا ایسا تو ہو — 11

لے گئے دِل تلپٹ کر وا ہے یہ جبین ایسا نہو — عمر بھر پیٹا کرین ہم سر کہین ایسا نہو
اپنے مرنے سے فقط اِسواسطے ڈرتے ہین ہم — آسمان کی طرح پہیسے تو زمین ایسا نہو
دیکھکر کہتے ہین سب اُنکے دہانِ تنگ کو — ہے یقین مہر سلیمان مین نگین ایسا نہو
بیجوا سی سے نہ میرے حلق پر خنجر پھرا — خون مین بھر جائے تری آستین ایسا نہو
ہجر مین ساقی کے مے اسواسطے پیتے نہین — پہونکدے ہمکو یہ آب آتشین ایسا نہو
رنگ مین گیسوئے شبگون نے ترے لیتا نہین — ہے یقین بو باس مین بہی مشک چین ایسا نہو
آسمان تک آہ جاتی ہے ہوائی کیطرح — گر پڑے جلکر کہین چرخ برین ایسا نہو
رائگان کرتا ہے تنہائی مین کیون عمر عزیز — ہو جو میت کا گمان عزلت گزین ایسا نہو
کس سے نسبت دین ترے گورے بدنکو یار ہم — جب کہ براقی مین رنگ یاسمین ایسا نہو
نہ جبہ سائی کی بتون کی آستانپر عمر بھر — آدمی کا عشق مین برباد دین ایسا نہو

159 — حالِ دل کِسکو کہائین اشک ہم کس سے کہین
جو ہے وہ کہتا ہے تو غم سے حزین ایسا نہو — 15

دیکھکر خنجر بکف جلاد کو — موت آئی ہے مبارکباد کو
خود پکڑ کر بلبل ناشاد کو — باغبان نے دیدیا صیاد کو
باز رکہا قتل سے جلاد کو — موم کر دیتے ہین ہم فولاد کو
دیکھکر سامان غم کہتی ہے آہ — پہونکدے اِس عالم ایجاد کو

میرے نالوں سے ہی جنبش مین تھین
تھرتھری ہی چرخ بے بنیاد کو

میرے سودے نے اثر آخر کیا
حاجت نشتر ہوئی فصاد کو

سوچ رکھا تھا یہ حیلہ موت نے
غرق جوے شیر کر فرہاد کو

میرے بدلے خود پہن لین بیڑیاں
یہ نیا سودا ہوا حداد کو

خوش قدوں کا ہمکو سودا ہو گیا
پوچھتے ہین اس لئے شمشاد کو

عشق نے شیرین کی آخر جان لی
زہر میٹھا دید یا فرہاد کو

اہل محشر بھی ہین قاتل کیطرف
اب کوئی جائے کہان فریاد کو

ہجر کی آفت سے گھبرائے تھے ہم
ہاے آ پہنچی اجل امداد کو

میرے مرنے کی ہی قاتل کو خوشی
لوگ جاتے ہین مبارکباد کو

پائی جسے مین صباحت حور نے
دی ملاحت حسن آدم زاد کو

۱۶۰

روح سے اب انکی استمداد ہے
اشک ہم ہونہین استاد کو

۲۱

تسکین نہین ہوے پہ دل بیقرار کو
چرخہ بنا دیا ہی ہماری مزار کو

جا دی ہو دل مین اک صنم گلعذار کو
ہمنے طلسم بند کیا ہی بہار کو

رہتے ہین زلف مین دل پر داغ کو جگہ
منظور ہی لڑائے طاؤس و مار کو

رنج و غم و الم نے جدائی کے جان لی
چاروں طرف سے گھیر کے مارا سوار کو

شبہائے ہجر مین نہ اجل کو پتا ملا
ڈھونڈھا کہان کہان نہ ترے بیقرار کو

بخت رسا نے اوج دکھایا پس فنا
پہنچا دیا فلک پہ ہمارے غبار کو

للہ صید گاہ مین بسمل نہ چھوڑیے
ہمراہ لیتے جائیے اپنے شکار کو

ڈھا دیگا ایک آہ مین او چرخ کینہ جو
ناحق ستائیگا جو کسی دلفگار کو

پھولوں کے سہرے آ کے چڑھاتے ہین گلبدن
دولہا بنا دیا ہے ہمارے مزار کو

شکل سحر نظر نہین آتی کسیطرح
کیتنا بڑھا دیا ہے شبِ انتظار کو

ہوتی کسیطرح نہ شکست طلسم جسم
سوزِ دروں نے آگ لگا دی حصار کو

پی لی اگر کبھی لبِ میگوں کی یاد مین
سم ہو گئی شراب ترے بادہ خوار کو

کب تک پڑے رہین دلِ پر داغ رہ مین
پامال ناز کیجیئے اِس لالہ زار کو

آتش کی بدلے نوح کا طوفان ہوتیکا
دوزخ مین ڈالدین جو ترے اشکبار کو

حسرت بھری ہے دل مین جو آغوشِ یار کی
سمجھیگا بعد مرگ غنیمت فشار کو

اِک روز جسم و جان مین جدائی ضرور ہے
کب تک لیئے پھریگا یہ مرکب سوار کو

بکھرے ہوے ہین دوشپہ گیسوے تابدار
نکلے ہین آج طائرِ دل کے شکار کو

نرگس کے پھول توڑکے گلشن سے پھینکیئے
ڈر ہے نظر لگے نہ عروسِ بہار کو

ویرانہ دل کا دیکھ کے کہتے ہین راہبر
فوجِ الم نے لوٹ لیا اس دیار کو

ہفت آسمان ٹوٹ پڑے سر پر ایکبار
بھیجے ہوے تھے پھول محبت کے یار کو

عشقِ بتان مین اشک ہین برسون سے ہمخراب
منظور کیا ہے دیکھیئے پروردگار کو

قید ہستی سے رہائی دی قضا نے ہمکو
پر چھوڑا تری فرقت کی بلا نے ہمکو

قیس و فرہاد کے احوال پہ رو دیتے ہین
یاد آجاتے ہین دونون کے زمانے ہمکو

اُڑکے آیا کئے گلزار سے یہان غنچۂ گل
شیشیان عطر کی دین بادِ صبا نے ہمکو

عمر بھر حسن پرستی مین جو گذری اوقات
قبر مین بھیجدی اِک حورِ خدا نے ہمکو

ضعف مین بھی نہ مرض وحشت نو دیکا گیا
فصلِ گل آتے ہی چکر لگی آنے ہمکو

کعبہ و دیر کلیسا مین تمہین ڈھونڈھا کئے
یہی معلوم تھا ای یار ٹھکانے ہمکو ۱

[illegible]

موت ہیر قیس یہ دارفتہ مزاجون کے لیئے
مار ڈالا تیرے گہنگرو کی صدا نے ہمکو

دو شپر دیکھکے وہ افعیِ گیسوئے صنم
یاد آجاتے ہین ضحاک کے شانے ہمکو

غیر کی ہنسی زنی کی ہی شکایت بیجا
کالعقارب نظر آتے ہین یگانے ہمکو

دل کی وحشت سے خود آوارہ و سرگردان ہین
کون لے آکے خبر کیا کوئی جانے ہمکو

تہ و بالا ہوا دریاے محبت مین جہاز
کر دیا غرق سمندر کی ہوا نے ہمکو

سبزہ رنگون کی جو الفت مین ہوے زار و نحیف
مار ڈالا کشش کاہ ربا نے ہمکو

ساتھ مرنے پہ نچہوڑے گی بلاے شب ہجر
دیکھنا قبر مین آئیگی ستانے ہمکو

قیس و فرہاد کی بہی عشق مین عزت ہو لی
یہی اونچے نظر آتے ہین گہرانے ہمکو

کیا جنون خیز بہار اب کے برس آئی ہی
کیا دیوانہ گلستان کی ہوا نے ہمکو

ایک بوسہ شب وصلت نہ ملا ہو نہ ہو نگا
دی اجازت نہ تری شرم و حیا نے ہمکو

گرم بازار ترے حسن کا جب دیکھتے ہین
یاد آجاتے ہین یوسف کے زمانے ہمکو

طلب جاہ مین برسون رہے اے اشک خراب
کہین رہنے نہ دیا حرص و ہوا نے ہمکو

برسون سے عشق مین جو تمہارے تباہ ہو
اُسپر کبہی کبہی تو کرم کی نگاہ ہو

کیون مجھسے چاہتے ہین کہ اب رسم و راہ ہو
مجھپر رقیب کا نہ اُنہین اشتباہ ہو

کون اُسکے خون کا کبہو پھر داد خواہ ہو
جسکا نہ مدعی ہو نہ کوئی گواہ ہو

انسان کو اگر کسی یوسف کی چاہ ہو
لٹ جاے یا کہ قافلہ دل کا تباہ ہو

مکتوب شوق بہیجنے کا قصد اگر کرون
قاصد کو موت آے کبوتر تباہ ہو

رو یا نہین مین ہجر مین جی بہر کے اس لیئے
ایسا نہو کہ نوح کی کشتی تباہ ہو

ایسے ہم اس زمانے مین برگشتہ بخت ہین
خشکی مین بہی جہاز ہمارا تباہ ہو

ظلمت کدہ کا رنگ نظر آئے ہجر مین
آہون سے میری سارا زمانہ سیاہ ہو

قسمت مین وصل عاشق و معشوق ہو اگر
عالم تمام وادیٔ مردم گیاہ ہو

وحشت زدہ ہون مین تو وہ نازک مزاج ہین
کہتے ہین لوگ دیکھیے کیونکر نباہ ہو

اکثر بخار مجھپہ نکلتا ہی غیر کا
لایق سزا کے مین ہون کسیکا گناہ ہو

مانند تار کے گذر جاے جسم زار
باریک جنتری سے ہی گر کوئی راہ ہو

نفرت ہی آسمان کو وصلت کے نام سے
بجلی وہان گرے جہان مردم گیاہ ہو

ہو دود آہ سے صف عشاق کی نمود
لشکر کا غم ردون کے نشان ہی سیاہ ہو

خاصان حق نہ طالب دنیا ہوے کبھی
دودن کے واسطے کوئی کیا بادشاہ ہو

بے پردہ اُنکو دیکھہ لیا وہ جہان سے
اتنی تو دور مین کسیکی نگاہ ہو

اُس بت کا دل اگر نہ پسیجے نہین سہی
گرمی سے شوق پہاڑ ہون ایسی تو آہ ہو

غافل نہ اُسکی یاد سے انسان رہے کبھی
مسجد ہو بتکدہ ہو و یا خانقاہ ہو

دل ایسے بد گمان کو دنیا تھا ہمکو اشک
دشمن کا دوستون پہ جسے اشتباہ ہو

ضرر آسیب سے ہمکو نہ بلا سے کچھہ ہو
ہان اگر ہو تو تری زلف دوتا سے کچھہ ہو

ہان آئین گے نہ وہ جور و جفا سے کچھہ ہو
سر کوئی پھوڑ کے مرجائے بلا سے کچھہ ہو

نہ تو صحت ہو دوا سے نہ دعا سے کچھہ ہو
جان جاے کہ رہے اب تو بلا سے کچھہ ہو

سخت جان ہون شب فرقت مین نہ دم نکلیگا
ہی برا نام قضا کا جو قضا سے کچھہ ہو

قتل جو کرکے جلا دیتے ہین پھر عاشق کو
ان بتونکو کہین رشتہ نہ خدا سے کچھہ ہو

ستم و جور کا شکوہ نہ تغافل کا گلہ
وہ پشیمان تو بھلا اپنی خطا سے کچھہ ہو

نقد دل پاس کہان تیرے تہی دستونکی
نہین ممکن یہ کہ حاصل فقرا سے کچھہ ہو

آج اُس گل کی طبیعت مین کسیکو نہین دخل — کام بلبل سے نہ نکلی نہ صبا سے کچہہ ہو
داغِ دل چاہیےن مرقد پہ چراغونکے عوض — نہ تو پانی سے ضرر ہو نہ ہوا سے کچہہ ہو
ہین ابہی خوف سے راتون کو نہین چلاتا — متوہم نہ وہ نالون کی صدا سے کچہہ ہو
کون مانع ہی کرین درد محبت کا علاج — فائدہ بہی تو طبیبونکی دوا سے کچہہ ہو
وصل قسمت مین نہین لاکہہ کہین سر پہوڑین — نہ بتون سے نہ مزارِ شہدا سے کچہہ ہو
دم گہٹا جاتا ہی لے چل کہین اے جوشِ جنون — دلِ شگفتہ مرا جنگل کی ہوا سے کچہہ ہو
جان بلب فصل بہاری مین ہین ہم بادہ پرست — زندگی ہو تو مے ہوش ربا سے کچہہ ہو
عشق کا روگ ہی کم بخت برا ہوتا ہے — نہ دوا سے نہ دعا سے فقرا سے کچہہ ہو
سبزہ رویونکو کیا حسن نے کوہِ مکین — حرکت کیا کششِ کاہربا سے کچہہ ہو
جاؤن اُس گل کی جدائی مین لیے سیرِ چمن — مجکو وحشت جو نہ گلشن کی ہوا سے کچہہ ہو
بدلے مہندی کے لگایا کرو تم ہاتہون مین — خونِ دلِ شوخ اگر رنگِ حنا سے کچہہ ہو
کوچۂ زلفِ سیہ مین دل نالان بہی ہے — راہ معلوم تو آوازِ درا سے کچہہ ہو
باغ مین نالہ مرغانِ چمن کون سنے — آشنا گل جو نہ بلبل کی صدا سے کچہہ ہو
بہولی باتون نے صنم ہمکو دیا تہا دہوکا — اب کہا ہمپہ کہ تم فضلِ خدا سے کچہہ ہو
رخ پر نور دکہادے کہین مشتاقون کو — فتنہ برپا نہ تری شرم و حیا سے کچہہ ہو
دشت پر خار ہی مین مجکو پہراتا ہی جنون — دشمنی تو نہ ترے آبلۂ پا سے کچہہ ہو
ہاتہ سے اپنا گلا کاٹ لین قاتل کے عوض — ٹہرین گہر دل مین بہی اتو بلا سے کچہہ ہو

۱۶۴	سہل اے اشک نہ کیونکر ہو اُسے راہ صراط راستہ جسکو شہِ ہردوسرا سے کچہہ ہو	۳۲

بہتان خون ناحق آج کل ہے کہیں قاتل کو

تماشا تتلیون کا چاہتا ہے رقص بسمل کو
ہوائے موسمِ گل اور تڑپانے لگی دِل کو

نہ جینے دیگا بے بال و پری کا غم عنادِل کو
اثر اتنا تو ہو چاہت مین ان زہرہ جبینون کے

لگا دے آگ افسونِ محبت چاہِ بابل کو

ہتیلی جلنے لگتی ہے تپِ غم کی حرارت سے
کبھی جو ہاتھہ رکھکر دیکھتے ہین وہ مرے دِل کو

مری مٹی سے مجنون بنکے بازارون مین بکتے ہین
اثر بخشا ہے خالق نے یہ مجھہ دیوانے کی گِل کو

اندھیری ہجر کی راتین تڑپ کر ہمنے کاٹی ہین
کوئی اب لیکے کیا چولہے مین ڈالے ماہِ کامل کو

خرامِ ناز جب اُس نازنین کا یاد آتا ہے
کوئی ہاتھون سے لے لیکر مسلتا ہے مرے دل کو

اثر اتنا تو بارے قیس کے دِل نے کیا پیدا
نہ جذبِ شوق نے بڑہنے دیا لیلیٰ کے محمل کو

جنون مین بڑہ گیا کچھہ اتحاد اِس درجہ آپس مین
نہ چھوڑا پاؤن نے اپنے ہوئے پر بھی سلاسل کو

دوبارہ قتل ہونے کی ہوس دل سے نہ جائیگی
قیامت مین بھی ہم حسرت زدہ ڈہونڈینگے قاتل کو

گرا گِن ٹوٹ کر بحرِ الم مین ہم یہی سمجھے

سلامت پھر کے اب کشتی نہین جاتی یہ ساحل کو
بچھا جاتے ہین شب کو دام لا کر فکرِ بلبل مین
سمجھتے ہین چمن صیاد گلرویون کی محفل کو
تمہارے دیکھنے والون کی آنکھون کو یہ حسرت ہے
بجائے مردمک رکھدے کوئی رخسار کے تِل کو
نکل کر پتھرون سے توڑ ڈالا جوشِ وحشت مین
جنون نے اُنھی مردہ بنا یا ہے سلاسِل کو
ضرر پہنچے نہ گم ہو جائے وہ نایاب ہیہ شئے ہے
امانت جانکر رکھیئے گا زلفون مین مرے دِل کو
غضب اے بُت ترا حُسن جوانی حیرت افزا ہے
کہ پتھر کر دیا صورت دِکھا کر ساری محفل کو
تصور بد گمانی سے مجھے کیا کیا نہین رہتے
بجا کہتے ہین فانوسِ خیالی وہ مرے دِل کو
عدم کا راستہ سہل اس سے بڑھکر اور کیا ہوتا
کہ بند آنکھین کئے ہر اک پہنچ جاتا ہے منزل کو
نگاہین تیز رستے مین پڑین کس کی خدا جانے
اب اس کا غم ہے پہچانا نہ ہمنے اپنے قاتِل کو
ہمیشہ دشت گردی مین گذرتی قیس کی صورت
بناتے بید مجنون سے اگر لیلیٰ کی محمِل کو
پریشان مثلِ گردِ کاروان ہم رہگئے پیچھے

ہمارے ساتھ والے لوگ پہنچے ہونگے منزل کو
دلِ داغی جو افسون پڑھکے وہ زہرہ جبین پھونکے
چھپر تخشب بنا دے ایکدم مین چاہ بابل کو
تمہارے ناز بیجا اے صنم پھر کون اُٹھائیگا
بہت پچتاؤگے پتھر بنا لونگا جو مین دل کو
بدلتے ہی ہوا کے دیکھنا سب جان دیدینگے
چھُری سے کم نہین برگِ خزان دیدہ عنادِل کو
نہ کر تکلیف قاتل حلق پر خنجر پھرانے کی
کہ ابرو کا ترے کافی ہے سایہ نیم بسمل کو
زوالِ حسن جو اُس گل کا دیکھا چلدئیے عاشق
خزان نے آکے برہم کر دیا بزمِ عنادِل کو
نظر آنے لگا لالے تختہ سنبلستان مین
کبھی لٹکا لیا اُس نے جو زلفون مین جلے دِل کو
رقیبون سے ہوا کرتی ہین باتین کچھہ اِشارون مین
دِکھاتے ہین تماشا پتلیون کا اہلِ محفل کو
جلانے کو ہمارے غیر کو خنجر دیا اُس نے
نزاکت کا بہانہ خوب ہاتھہ آیا ہے قاتل کو
حبابون پر گمان سب کو ہوا گلہاے رنگین کا
بنایا عکس روے یار نے گلزار ساحل کو
کیا برباد ایسا اِن حسینون کی محبت نے

کوئی کاہے کو اب پوچھیگا اِس اُجڑے ہوئے دِل کو

165 ہمین خوانِ کرم سے **اشک** اُسنے کیا نہین بخشتا
زبان سے اپنی جو مانگے وہی مِلتا ہے سائل کو 28

دولت حسن پری کو جو فراوانی ہو
کیون نہ پھر دعوی اورنگِ سلیمانی ہو

تن پہ جلاد کے زخمون کی فراوانی ہو
قبض روح اپنی کسیطرح بآسانی ہو

طی کبھی راہ نہ الفت کی بآسانی ہو
کوئی ہو اِس مین یہودی ہو کہ نصرانی ہو

جنس دل مفت ہی گردین تو کوئی مول نہ لے
یا الٰہی کبھی ایسی بھی نہ ارزانی ہو

ایکدن توڑ کے پہلو کو نکل جائیگا
دلِ بیتاب کی یہان کس سے نگہبانی ہو

عید کا دن ہے گلے مل کے کرو ذبح مجھے
آج اِس اپنے ہوا خواہ کی قربانی ہو

قتل منظور ہے صاحب کو تو حاضر ہون مین
کہین ایسا نہو آخر کو پشیمانی ہو

دل فریب ایسا دیا حسن خدا نے تجکو
دیکھکر حور بہشتی تجھے دیوانی ہو

ہے یہی بت سیم بدن کا مرے شاہانہ مزاج
خط مین لکھون اُسے کاغذ اگر افشانی ہو

انقلاب فلک پیر سے کچھ دور نہین
کہ عوض وعظ کے مسجد مین غزلخوانی ہو

اشک گلگون غم دوری سے ہین روتا جاؤن
قبر مین اپنا کفن خون سے افشانی ہو

اے فلک جینے سے بیزار ہین خود فرقت مین
آج ہی آئے بلا ہمپہ جو کل آنی ہو

وحشت انگیز ہے اِس درجہ بیابانِ جنون
ہول سے شیر نیستان کا جگر پانی ہو

تخت شاہی بھی میسر ہو تو شادی نکرین
اُسکے ملنے کی خوشی کیا کہ جو شی فانی ہو

حیف کی جا ہے کہ اُس بت کو اثر کچھ نہوا
سنکے نالے مرے پتھر کا جگر پانی ہو

نکتہ بین سمجھے ہین اُس ترک پریوش کا دہان
کیا عجب نقش دہن مہرِ سلیمانی ہو

کچھ عجب مہر و محبت کی ہے رسمین دیکھین
زلف بکھری وہان یہان ہمکو پریشانی ہو

آئینہ لیکے ذرا حسن تو اپنا دیکھو / ہے یقین میری طرح تمکو بہی حیرانی ہو
ڈر سمایا ہے یہ اس ناوکِ مژگان کا مجھے / کبہی یاقوت نہ لون مول جو پیکانی ہو
ہجر مین بیٹھہ کے روتا ہون جو دریا پہ کبہی / ڈر یہ رہتا ہے سمندر کو نہ طغیانی ہو
گرم آہین جو پس از مرگ دکھائین تاثیر / سنگ مرقد کا چٹک جاے دیا پانی ہو
دونون یہ افعی گیسو جو ہون شانون پر / دولتِ حسن کی پہر کس سے نگہبانی ہو
کوڑی کوڑی کو بکے جام مئے گلگون کا / ایسی بازار مین انگور کی ارزانی ہو
تو شہنشوہ حسینون کا ہے اے بت بخدا / تجہہ مین کیونکر نہ بہلا ہیبت سلطانی ہو
تیز خنجر سے مجھے ذبح کرا و ترک حسین / مجکو ایذا بہی نہو تجکو بہی آسانی ہو
کیا کہین دِل کو مرے خوشی ہوتی ہے / جسقدر داغ محبت کی فراوانی ہو
استخوان اپنے کبہی تجکو نہ دونگا مین ہما / کیا کہلاؤن سگِ جانان کی جو مہمانی ہو

شعر کہہ لینا تو دشوار نہین کچہہ اے اشک
پر یہ مشکل ہے کہ تہوڑی سی سخندانی ہو

١٦٦	ردیف ہاے ہوز	٢٤

مہندی سے سرخ ہین اُس دلربا کے ہاتھہ / یاقوت کے لگا دیئے گویا بنا کے ہاتھہ
مہندی لگا کے پہنا علی بند یار نے / باندہتے ہین کس بہانے سے دزدِ حنا کے ہاتھہ
دیوانہ کرکے مارا ہمین زلف یار نے / کیا جانتے تہے آگئے کالی بلا کے ہاتھہ
مژدہ ہمارے قتل کا دیتا ہے ہمکو غیر / پیغام مرگ بہیجا ہے پیکِ قضا کے ہاتھہ
دنیاے زشت رو جو ہمین چھوڑتے نہین / بک تو نہین گئے ہین ہم اِس بیوا کے ہاتھہ
بنجائین زخم تن مرے پہولون کی بدہیان / او ترک گلعذار لگا مسکرا کے ہاتھہ

گر ہو چکی ہون اپنے گریبان کی دہجیان — داماں دشت دست جنون لے بڑہا کے ہاتھ
ہر مغتنم یہ آمد و شد دم کی چند روز — کشتی عمر کی ہو روانی ہوا کے ہاتھ
اسباب دنیوی نہین رکہتے فقیر مست — مے کا بنے پیالہ جو رکہین ملا کے ہاتھ
ملجائیگی جو بخت مین ہو دولت و مال — دینے پر آئے گر تو بہت ہین خدا کے ہاتھ
بحر الم مین ڈوب رہا ہو جہاز عمر — تقدیر مین لکہی تہی اجل ناخدا کے ہاتھ
بیتاب ہو فراق مین اک بحر حسن کے — دل اپنا بہیجدین گے کسی آشنا کے ہاتھ
کیونکر کرین نہ مرشد کامل کی پیروی — زاہد بہی چومتے ہین بت پارسا کے ہاتھ
موسیٰ پہ رشک کیون دل پر داغ کو ہو — دل تو گیا انہین ید بیضا جلا کے ہاتھ
کنج قفس مین بہی ہو معطر دماغ جان — تحفے گلونکے آتے ہین باد صبا کے ہاتھ
وسعت کو دل کی دیکھ کے کہتا ہو وہ صنم — دیکہین یہ ملک آتا ہو کس بادشاہ کے ہاتھ
انسان سے فیضیاب ہین انسان جہان مین — گر غور کیجیے تو یہی ہین خدا کے ہاتھ
مجھ زار کو گلے سے لگا لین وہ وصل مین — ہین کاہ ہون تو اُنکے نہین کہربا کے ہاتھ
خود منہ مین اُن کے رزق پہنچتا ہو صبحدم — نقصان کیا اگر نہوے آسیا کے ہاتھ
بے موت آج قتل کیا اُس ترک نازنے — مہندی بہری ہوئی مجھے اپنے دکہا کے ہاتھ
کسطرح ہجر یار مین ہوا ہی قبض روح — بخت زبون نے تہام لئے ہین قضا کے ہاتھ
اِسکی نہین خبر کہ بڑا سخت جان ہون مین — جلاد دل مین شاد ہو اوچہے لگا کے ہاتھ
گشتہ دلونکو کرتے ہین سیماب کی طرح — نسخے کچھ اُنکو آگئے ہین کیمیا کے ہاتھ

۱۶۷	گر آرزوئے وصل بتان اشک دل مین ہو درگاہ حق مین مانگ دعائین اٹھا کے ہاتھ	۲۲

عذر قاصد کو جو ہو کتو سہ نہانے مین کچھ — کچھ نہ سمجھ کا پھیر دل میرے ہی سمجھانے مین کچھ

فائدہ اس زندگی سے رنج و غم کھانے میں کچھ
مر ہی جائیں کاش گر راحت ہو مرجانے میں کچھ

حالِ بیتابی دل میں سنکے رو دیتے ہیں لوگ
ہی اثر اب بھی ہمارے غم کے افسانے میں کچھ

فصل گل آخر ہی چلکر جرعہ نوشی کیجیے
بچ رہا ہو اپنے حصے کا جو میخانے میں کچھ

بیحس و بیکار ہیں دونوں زوال حسن میں
گیسوؤں میں بل نہ حالت تیرے دیوانے میں کچھ

اِس لئے بدلے غذا کے رنج و غم کھاتا ہوں میں
دے نہ دے کوئی مرا دشمن مجھے کھانے میں کچھ

قتل عاشق کا اگر ہوتا ہی منظور نظر
شمع و سرخی سے لکھدیتے ہیں پروانے میں کچھ

محتسب سے دختر رز تو نہ الجھی ہو کہیں
روز ہنگامہ بپا رہتا ہی میخانے میں کچھ

مجکو ہوتا ہی گمان ہر دم زبانِ مار کا
رکھتی ہی زلف یا الجھی ہوئی شانے میں کچھ

یار کے بالون میں کنگھی تو نہ کی ہو غیر نے
درد سر ہوتا ہی رہ رہ کر مرے شانے میں کچھ

خودبخود غصے سے چہرہ سرخ انکا ہو گیا
دور کی سوجھے ہمارے اشک بھر لانے میں کچھ

فاتحہ پڑھنے بھی مرقد پر کبھی آتے نہیں
وہم ہی گور غریباں کی طرف آنے میں کچھ

سونگھہ کر رہجاتے ہیں اکثر سگان کوے یار
گشت کرتا ہی ہما بھی ہڈیاں کھانے میں کچھ

اٹھ کھڑے ہونگے اسیدم گر ہوئی وہانسے طلب
تابع فرمان ہیں ہمکو عذر ہی جانے میں کچھ

آپ سے باہر نظر آتے ہیں سارے اہل بزم
سحر ہی یا معجزہ ہی یار کے گانے میں کچھ

حسن سے خالی نہیں کوئی حسینوں کی ادا
اور ہی عالم نظر آتا ہی شرمانے میں کچھ

وہ تہی قسمت ہیں اس خمخانۂ عالم میں ہم
دونوں خالی ہیں نہ شیشے میں نہ پیمانے میں کچھ

کوئی پتھر اس طرف پھینکے تو وہ طفل حسین
عار ہی عاشق کو یہان دیوانہ بنجانے میں کچھ

کوچۂ جاناں میں ہوئے پر لاکے دفنایا مجھے
دیر قسمت کے بگڑنے میں نہ بنجانے میں کچھ

صورت بسمل پھڑکتا ہی دلِ خانہ خراب
دیر ہو جاتی ہی قاصد کے اگر آنے میں کچھ

تھا دل وارفتہ بالون میں الٰہی خیر ہو
دم الجھتا ہی ہمارا زلف سلجھانے میں کچھ

۱۶۸	اشک اِسی باعث سے کہتے ہین اُسے شاعر کمند خود بخود کھنچتا ہے دل گیسو کے بل کھانے مین کچھہ	۱۳

اندھیرا کیون نہو آنکھون مین ہجر یار کے ساتھہ
کہ پتلیان بھی چلین آنسوؤن کے تار کے ساتھہ

رقیب آئے ہین گھر مین ہمارے یار کے ساتھہ
خزان بھی آگئی تقدیر سے بہار کے ساتھہ

لپٹ کے سویا تھا اِک روز اُس نگار کے ساتھہ
موے پہ ہڈیان پسی گئین فشار کے ساتھہ

پہنچ ہی جائیگی خاک اپنی کوے جانان تک
ہوا بھی راہ نمائی کو ہر غبار کے ساتھہ

مرا مِلا مجھے آغوش یار کا پسِ مرگ
نکل گئین مری سب حسرتین فشار کے ساتھہ

رُولاتا ہے وہ مجھے دل مین چٹکیان لیکر
ہنسی نکالی ہے یہ مجھہ جگر فگار کے ساتھہ

بلا نہ چین خراباتِ دہر مین کوئی دم
رہی ہین گردشین مجکو بھی روزگار کے ساتھہ

نجائیگی تپشِ غم یہ خاک ہونے پر
اُڑے ہین تھی آگ کی چنگاریان غبار کے ساتھہ

مِٹا دیا مرا نام و نشان تو چین آیا
فلک کو تھی یہ عداوت مرے مزار کے ساتھہ

پڑے ہین خاک پہ مُردہ سے طائرانِ چمن
نفس کی آمد و شد تھی فقط بہار کے ساتھہ

خدنگ ناز پڑا مجھپر آکے غیر کے بعد
مجھے بھی صید کیا و سے شکار کے ساتھہ

چمن مین یاد جو آئی ہے گلعذارون کی
مہینون بیٹھہ کے رویا ہون آبشار کے ساتھہ

دیا نہ جام صبوحی جو اشک ساقی نے
بدن سے روح نکلجائیگی خمار کے ساتھہ

۱۶۹	ردیف یاے تحتانی	۱۸

رندون سے فصل گل مین ہین باتین ملال کی
رندون کو ہو خبر جو مرے انتقال کی

سُن لیجیے گا لُٹ گئی بھٹی کلال کی
ماتم سرا بنے ابھی بھٹی کلال کی

موسیٰ کی طرح راہ میں غش کھا کے گر پڑے
صورت جو دیکھی اک صنمِ خوش جمال کی

اُس ترک نے زمیں کو لگائے ہیں چار چاند
نقش سمِ فرس میں ضیا ہی ہلال کی

باتیں ہیں ذوق شوق کی دل سے کیا گئے
دیکھی تمام عمر نہ صورت وصال کی

اکسیرِ زخمِ دل کے لئے ہو اگر ملے
تعریف سن چکے ہیں تمہارے اُگال کی

کشتہ ادا کا ترک کی ٹھوکر سے جی اُٹھا
نزدیک اپنے لاش مرے پایمال کی

آنکھیں یہ کس حسین نے پائی ہیں اے صنم
خونریزیاں تو شیر کی شوخی غزال کی

آیا جو وہاں اپنے گناہوں کا وقتِ مرگ
ندی سی بہہ گئی عرقِ انفعال کی

الفت میں اپنی خضر کو برسوں کنوئیں جھنکا گئے
تعریف ہی یہ چاہِ زنخداں کے خال کی

دوشِ ہوا پہ رہتا ہی یہ جسمِ ناتواں
تختِ رواں سمجھیئے اِسے یا کہ پالکی

کہتا ہوں سن کے سورۂ والشمس والضحیٰ
تعریف ہی اُسی کے رخِ بے مثال کی

پامال گلستاں ہی یہ کس مستِ ناز کا
شاخیں زمیں پہ لوٹتی ہیں ہر نہال کی

اِک دِل ہزار طرح کی جس میں کدورتیں
گویا کہ پوٹ بنگیا گردِ ملال کی

نسبت ہی تجھ حسیں سے بھلا چاند کو کیا
چیتے کی یہ کمر ہی نہ آنکھیں غزال کی

کوثر کے چھینٹے دیتے ہیں واعظ عبث ہمیں
چھوٹے گی میکشوں سے نہ بھٹی کلال کی

قاضی کے گھر میں چھن کے گئے ہیں سبُوئے مے
اچھی شراب مفت کی پا کر حلال کی

۱۷۰	اے اشتیاق کس امید پہ فکرِ ہنر کریں کچھ قدر ہی نہیں رہی اہلِ کمال کی	۲۲

وہم وگماں میں اپنے بھلا کیا وہ آسکے
موسیٰ نہ جس کی کنہِ حقیقت کو پا سکے

سوزشِ تپِ فراق کی کیا دل سے جا سکے
باراں سے سرد ہو نہ سمندر بجھا سکے

غیر آگئے ہوں شر کسیکا جو گھر جلے
دل کی لگی ہوئی کوئی کیونکر بجھا سکے

ہنوزِ تپ دوری سے دہکتی ہین ہڈیان
بعد از فنا یقین ہے ہما بھی نہ کہا سکے

ہین تیز یون یہ شعلۂ عارض کی گرمیان
گالون کو کوئی ہاتھ بھلا کیا لگا سکے

سنگ آکے اُسکے ہاتھ سے دیتے ہین جان ہم
اب خاک اُڑاے چرخ جہانتک اُڑا سکے

اللہ ری بعد مرگ گرانباریٔ گناہ
تابوت دوش پر نہ احبا اُٹھا سکے

سودا جو زلف یار کا ہم ناتوان چھپائین
پھر منہ سے دودِ آہ بھی باہر نہ جا سکے

ابکے برس خزان مین بھی جوشِ جنون رہا
اُترا گلے سے طوق نہ بیڑی تڑا سکے

آخر کو جان لی غم دوریٔ یار نے
دو دن نہ ہم فراق کے صدمے اُٹھا سکے

کیونکر بہین نہ آنکھ سے آنسو فراق مین
کوزے مین کسطرح سے یہ دریا سما سکے

تاثیر جذب عشق دکھاؤن جو بعد مرگ
گھوڑا مزار سے نہ وہ آگے بڑھا سکے

اِس درجہ مضمحل غم دوری نے کر دیا
کم طاقتی سے یار کے در تک نجا سکے

غیرونکو ساتھ لیکے وہ آئیے دم اخیر
عیسی کو حالِ دل بھی نہ اپنا سنا سکے

نقش قدم کی طرح رہے کوے یار مین
بیٹھے وہان جہان سے نہ کوئی اُٹھا سکے

باہر نہ کوے یار کی حد سے گئے کبھی
اُس دائرے سے پانون نہ آگے بڑھا سکے

ہون داغ دل چراغ لحد پر پس از فنا
پانی سے کچھ ضرر ہو نہ آندھی بجھا سکے

کہنے مین بات آتی ہے شکوہ نہین ہے یہ
دو جام فصل گل مین نہ ساقی پلا سکے

باریک بال سے ہے زیادہ کمر تری
کیا دونون گیسوؤنکا یہ لنگر اُٹھا سکے

پکڑی زمین ہمنے بھی ایسی پس از فنا
کوے صنم سے غیر نہ میت اُٹھا سکے

تیزی ہی اب نہین وہ شرار مین آہ کے
باروت مین گرے تو نہ اُسکو جلا سکے

تاثیر کی نہ آہ نے اُس سنگدل پر اشک
اِس گنبد فلک کو بھی تم تو نہ ڈھا سکے

عشق تھا مجکو تو اُنکو بھی محبت ہوگئی
طالب و مطلوب کی اب ایک صورت ہوگئی

دیر مین اُسکے طلائی رنگ کا پہیلا یہ عکس
جو وہان تصویر تھی سونیکی مورت ہوگئی

یار کے جور و ستم کی اب شکایت ہی نہین
رنج و غم اتنے سہے ہمنے کہ عادت ہوگئی

جلوہ محبوب کس کو دیکھنے کی تاب ہی
غش وہان موسیٰ ہوئے یہان ہمکو غفلت ہوگئی

جو کی روٹی نے فقیری مین دیا ہی وہ مزا
نانِ نعمت سے مجھے منعم کے نفرت ہوگئی

یہ گلے شکوے جبھی تک ہین کہ جب تک ہی نگاہ
مل گئی جس روز وہ رفع شکایت ہوگئی

عالم رؤیا مین دیکھا قاصدِ دلدار کو
خواب مین مجکو پیمبر کی زیارت ہوگئی

ہر بری بیمار ہیے فرقت نہ سمجھے تھے یہ ہم
دو ہی دنمین دست و پا کی سلب طاقت ہوگئی

گل نئی پہولا کرینگے اُشتعلے اٹھینگے روز
گہر مین آتشکی تو غیرون کو اجازت ہوگئی

چہرہ گلرنگ کا اللہ رے حسنِ صفا
صورت آئینہ مشتاقون کو حیرت ہوگئی

رنگیا قاتل کا خنجر فاتحہ پڑہنے کے بعد
سنگِ مقناطیس اپنی لوح تربت ہوگئی

خون ہو ہو کر بہا دل ہجر مین آنکھون کی راہ
رنج سے چہوٹی ملی غم سے فراغت ہوگئی

دیکھکر اک مہر طلعت کو ہوا بیمارِ عشق
سامنے کی دہوپ جو کہائی حرارت ہوگئی

کام دوزخ کے کئے تہے خلد مین پہنچا دیا
اگئے آگے عاصیون کے اُسکی رحمت ہوگئی

کوچۂ جانان مین جو آیا ہمین پیغامِ موت
روح قالب سے نکل کر حور جنت ہوگئی

دو گہڑی ٹہیری جہان سیکڑون فتنے اُٹھے
جس گلی کوچے مین جا نکلے قیامت ہوگئی

راہ مین میرا جنازہ دیکھکر کہتے ہین لوگ
اٹھ گیا دنیا سے غمکش آج راحت ہوگئی

عاصیو پھر روزِ محشر چھا گیا ابر کرم
آتشِ دوزخ بھی اک دریاے رحمت ہوگئی

پوچھتے ہین وہ زوال حسن مین عشاق کو
لوگ کہتے ہین کہ اُنکو مر کے مدت ہوگئی

اشک تھا سودا ہمین تو ابتدائے عشق سے

۱۶۲	گیسوؤن کی سونگھہ کر بو اور وحشت ہو گئی	۱۲

تڑپ کے رہگیا دل وصلِ دلربا کے لئے	ہوا نہ حکم اجابت مری دعا کے لئے
دلونکو کرتی ہی کشتہ محبت خط سبز	ملی ہی اک نئی بوٹی یہ کیمیا کے لئے
جہانمین مجھسا بھی کم ہوگا کوئی دشمن دوست	اُٹھے نہ ہاتھہ رقیبون کے بددعا کے لئے
جو قتل کرتا ہی بے جرم اوبتِ خونریز	نقاب رخ تو الٹ دے ذرا خدا کے لئے
بنے ہین عقرب جرارہ نقش پائے رقیب	بلاے تازہ ہی یہ مجھہ برہنہ پا کے لئے
خبر ہوئی مری آہِ رسا کے باعث سے	کمند ہو گئی اُنکی محل سرا کے لئے
فلک کا پیس کے دانا کو پیٹ بھرتا ہی	یہی ہی رزق مقرر اِس آسیا کے لئے
نموئے خط ہوا تمکو کتابِ حسن ملی	صحیفے آگے اُترتے تھے انبیا کے لئے
چھٹا جو صدقے مین صیاد کے وہ بلبل ہون	نصیب ہوگی سعادت نہ یہ ہما کے لئے
نہ پوچھو کیفیتِ مرگِ دوستانِ قدیم	مہینون روئے ہین ایک ایک آشنا کے لئے
نہ آسمان کو کبھی ایک حال پر دیکھا	ہمیشہ ہی نئی گردش اِس آسیا کے لئے

۱۶۳	سفید بال ہوے انشک وہ شباب گیا بس اب تو کوے صنم سے اٹھو خدا کے لئے	۱۲

خفا جسروز ہمپر وہ بتِ خونریز ہوتا ہے	کبھی بنتے ہین ابرو گاہ خنجر تیز ہوتا ہی
جھلک اکبار جسنے دیکھہ لی اُسکی اجل آئی	تمہارا شربتِ دیدار زہر آمیز ہوتا ہے
بھر آئے غم سے دل تو ضبط گریہ ہو نہین سکتا	وہی ساغر چھلکتا ہی کہ جو لبریز ہوتا ہی
اُٹھین کیونکر نہ فتنے کسطرح برپا نہ محشر ہو	حسینون کا خرام ناز آفت خیز ہوتا ہی
ہماری خاک وہان جاتی ہی پامالی کی حسرت مین	جدھر اسب صبا دم ترک کا مہمیز ہوتا ہی
کسی دن وصل کی شادی یہان بھی ہونیوالی ہی	چراغ اپنی سیہ خانی کا جو گل ریز ہوتا ہی

محبت میں بنی دونوں کی آخر جان شیرین پر
ادہر فرہاد کا خون قتل ادہر پرویز ہوتا ہے

نہایت تنگ ہون اس زندگی سے ہجر ساقی میں
پیالہ عمر کا کب دیکھیے لبریز ہوتا ہے

دم فکرت دماغ جان معطر کیون نہ ہو اپنا
ہر اک مضمون زلف یار عنبر بیز ہوتا ہے

غبار کشتہ حسرت بھے پاس آنے نہیں دیتا
نہایت بدمزاج اُس ترک کا شبدیز ہوتا ہے

سنین ہم بھی تو آئی ہے اجل کس خون گرفتہ کی
یہ کسکے واسطے او ترک خنجر تیز ہوتا ہے

کہین جو ہڈیان مردے کی دیکھین غم ہوا ہمکو
کہ افتادہ مکان ای **اشک** عبرت خیز ہوتا ہے

١٧٤ | ١٧

بلائے جان عاشق ہی محبت اُنکے بالونکی
یہ بل کہاں ہوے گیسو نہیں رٹی ہی کالونکی

فلک بھی ہجر کی شب ڈر کے گردش بھولجاتا ہے
ہوا کچھ آجکل ایسی بند ہی ہر کچھ نالون کی

نہو کوئی حسین جس بزم مین ہان جی نہین لگتا
ہمیشہ صحبتو مین ہم رہے ہین خوش جمالونکی

ترے سودائی مرنے پر ہزارون مستعد ہوتے
اگر تجویز ہوتین پھانسیان زلفو نکے بالونکی

عجب عالم دکہاتے ہین ہی گلرنگ کے شیشے
پریخانے ہین فصل گل مین دکانین کلالونکی

دِلون مین کھب گیا ہی کچھ ترا حسن ملیح ایسا
کہ تصویرین نظر سے گر گئین یوسف جمالون کی

جو گھر آباد تہے کل آج ویرانے سے بدتر ہین
ہوے ہین یکقلم بیکار تحریرین قبالون کی

حقیقت مین زمانہ ایک حالت پر نہین رہتا
بتون کی جب ہوا بگڑی بن آئی کعبے والونکی

انہین دعویٰ ہمچشمی جو اُس ترکِ حسین سے تہا
نکلوائی گئین اس جرم پر آنکھین غزالون کی

ستارے سے چمکتے ہین زمین پر عکس دندان سے
دیا لڑیان گری ہین ٹوٹکر موتی کے بالون کی

ہین کتنی خوشنما اے یار یہ چوٹی ہووین تیری
کہی لوگون نے پھبتی خوب پیوستہ بلا لونکی

بہار آنے پہ بھی مجکو قیامت تک نہ بھولیگی
گلستان کی اُداسی وہ پریشانی نہالونکی

جنون مین کیون نہو راحت مجھے صحرا نوردی سے
چُبھے کانٹے پٹک جاتی رہی تلووںکے چھالون کی

یہی کہتا ہے دل عارض پہ [illegible] بل کہا کے آئین
عجب تشبیہ ہاتھ آئی ہے رنگین اُنکے گالون کی

نظر آیا جو کوٹھے پر کبھی وہ گیسوؤن والا
بلا مین وہ پہنسے لیتے ہین گھونگر والے بالونکی

ہوئے شکار کتنے ہین دل بیچارے کے شانے
کسی سے گتھیان سلجہین نہ گھونگر والے بالونکی

۱۷۵	گریہ کسب ہنر ای اشک کس امید پہ انسان جو آگے تھی کہان وہ قدر اب صاحب کمالون کی	۱۱

چمن اُداس ہے ہر سو غبار اُڑتا ہے
ہوا سے رنگ رخ لالہ زار اُڑتا ہے

خیال آتا ہے دل کو کسی کے محمل کا
زمین سے جو سمٹ کر غبار اُڑتا ہے

خدا کے فضل سے ہے خاتمہ نزاکت کا
ہوا سے رنگ رخ گلعذار اُڑتا ہے

اثر تو دیکھنا اپنی سیاہ بختی کا
پتنگ بنکے چراغِ مزار اُڑتا ہے

خراب کون ہے یارب تلاش شیرین مین
غبار کس کا سر کوہسار اُڑتا ہے

سفیدہ سحری بھی ہے زرد چہرے سے
کچھ ایسا رنگ شبِ انتظار اُڑتا ہے

خدنگِ ناز کا زخمی ہے اپنا طائرِ دل
یہ تیر کھا کے بھلا کب شکار اُڑتا ہے

کسیکا دل نہ کمندِ بلا مین پہنس جاے
ہوا مین آکے تو گیسوئے یار اُڑتا ہے

بنا ہون پیکر تصویر غم سے گھل گھلکر
ہوا کے ساتھ مرا جسمِ زار اُڑتا ہے

موے پہ چرخ کو منظور ہے جو بربادی
تو آجتک مرا مشتِ غبار اُڑتا ہے

۱۷۶	ہوا سے کوے صنم ٹھوکرین کھلاتی ہے جدھر جدھر مرا مشتِ غبار اُڑتا ہے	۱۲

بعد مردن خلد مین رہنا ہوا مشکل مجھے
یاد جو آئی فضائے کوچۂ قاتل مجھے

صدمہ فرقت سے یہ عالم ہوتا تھا کبھی
رہتی ہے اب تو غشی دو دو پہر کامل مجھے

خون تھکوائیگا آخر کو غمِ دوریِ یار
دِق تو اک مدت سے تھی ہوجائیگی اب سل مجھے

قسمت اپنی ہی زہرہ وشونسے کیا گلہ
کوے جانان اندنون سنتے ہین پرآشوب ہے
بسترِ غم سے شبِ فرقت نہ ہل سکتا تہا مین
گر تڑپتا ہی یہی فرقت کی شب تو دیکہنا
کون اُس بت کی نگاہِ ناز کا بسمل نہین
دلمین اپنے چشم افعی جانکر ڈرتا ہون مین
وہیا نہین لیلی وشونکے بارہا دیوکے ہوے
یار کا دیدار قسمت مین نہین ہوتی کسیطرح

عیش غیرون کے لئے قیدِ چہ بابل مجھے
کس طرف کہینچے لئے جاتا ہی میرا دل مجھے
کوبکو اب تو لئے پہرتا ہی میرا دل مجھے
مار ڈالیگا کسیدن اضطرابِ دل مجھے
روزن دیوار بھی ہی دیدۂ بسمل مجھے
پاس گیسو کے نظر آتا ہی جسد متل مجھے
ہر بگولے نے دکہائی صورت محمل مجھے
رتبۂ پیغمبری بھی ہو اگر حاصل مجھے

١٧٧

صدمۂ فرقت سے گہبرا کر یہی کہتا ہون اشک
ان حسینون پر نہو ناحق کبھی مائل مجھے

١٣

جنون ہوتا ہی تنکے چہپتا ہی چکر مین رہتا ہی
غم اک بت کی جدائی کا دلِ مضطر مین رہتا ہی
مسافر خانۂ دلمین سب ہی اپنے پرائے ہین
دکہایا ہی بلند و پست کس کس کو زمانے نے
نہین جوشِ جنون موقوف کچھہ فصلِ بہاری کا
نہانیکے لئے کوئی پری اُتری ہی پانی مین
بسر ہوتی ہی ہم رندونکی ہر شب عیش و عشرت مین
اسی بازو کو وہ ترکِ جفا جو تاک لیتا ہے
رہیگا داغِ حسرت دلمین اپنے خاک ہونے پر
جنون کچھہ سلسلہ جنبان نہو شوق شہادت مین

جو سودا ہے محبت آدمی کے سر مین رہتا ہی
مجھے جانِ حزین کیونکر کہ دشمن گہر مین رہتا ہی
تمہین ہم کیا بتائین کون کون اس گہر مین رہتا ہی
ہنڈولے کیطرح خود آسمان چکر مین رہتا ہی
ہمیشہ زلف کا سودا ہمارے سر مین رہتا ہی
تصور یار کیکا اپنی چشم تر مین رہتا ہی
غمِ فردا کسے دورِ مے احمر مین رہتا ہی
مرا نامہ کبوتر کے بندہا جس پر مین رہتا ہی
کہ انگارا دبا دینے سے خاکستر مین رہتا ہی
چمن بندیکا جوہر ترک کی خنجر مین رہتا ہی

یہی کہتا ہے دل دزدانہ آنکھوں کو ملا کیجے
ہے کس محبوب کا نقش قدم پتھر مین رہتا ہے

لگے سوز محبت کی ہے یون اپنی رگ دل مین
شرارہ آگ کا جسطرح جسے پتھر مین رہتا ہے

۱۷۵

دہان یار پر لوٹا ہوا ہے اشتیاق اپنا
ہمیشہ غوطہ زن چشمۂ کوثر مین رہتا ہے

۱۸

عشق مین مجھپہ تو آفت پہ ہے آفت آئی
شب فرقت جو گئی صبح قیامت آئی

اِک سہی قد پہ ہر اِک روز نئی طبیعت آئی
سامنا پھر ہے قیامت کا پھر آفت آئی

کہین دیکھا جو حسین کوئی تو شامت آئی
پھر سنبھلتی نہین جسوقت طبیعت آئی

طرز رفتار سے ہر سمت ہین فتنے برپا
اپنے گھر سے جو وہ نکلے تو قیامت آئی

جنس دل بیچنے مین صاحب کو نہین عذر کیا
بیچے تا کل ابھی دیدینگے جو قیمت آئی

گھر محشر مین جو روتے ہوئے تر دامن
ابر باران کی طرح جھوم کے رحمت آئی

فاتحہ پڑھکے مری قبر پہ وہ روتے ہین
یاد عاشق کی پس از مرگ محبت آئی

شیفتہ اُسکے جو سر مٹے پہ گئی جنت مین
وہان مین بہی نہ کسی حور کی صورت آئی

ہو چکا تھا شب فرقت ہی مرا کام تمام
مژدۂ وصل سے جان آگئی طاقت آئی

سانہ مرنے پہ بہی چھوڑا نہ سیہ بختی نے
شمع گل ہو گئی جسدم سر تربت آئی

ابتو دعوی ہے رقیبون کو بہی جانبازی کا
جیتے جی میرے کسیکو نہ حرارت آئی

کوچۂ یار مین رہنے نہ دیا بعد فنا
لیکے تقدیر مجھے کیون سوئے جنت آئی

مر مٹے کوچۂ دلدار ہی مین آخر کار
خلد ہمکو نہ پسند آیا نہ جنت آئی

درہم داغ محبت سے ہین ہم مالامال
آپ کے حصے مین گر حسن کی دولت آئی

حسن سے مرتبۂ یوسف کنعان تو ملا
اور کیا چاہیے حصے مین نبوت آئی

بڑہکے مجھ رند سے توقیر جو کی ساقی نے
ایسی زاہد مین کہان کی ہے کرامت آئی

دیکھی جب بعد فنا قبر اندھیری تو کہا
جان کہانیکو یہان بھی شبِ فرقت آئی

۱۶۹ — حسن بے پردہ نے ایسے اشک دیا مجکو فریب
دے چکا دل اُسے تب سمجھا کہ شامت آئی — ۲۱

میرے مرجانیکا لوگون کو اچنبھا کیا ہی
اور اِس دل کے لگانے کا نتیجا کیا ہی

امتحان کے لئے اغیار بھی ہوتے ہین حبیب
چپکے بیٹھے رہو دیکھو تو کہ ہوتا کیا ہے

حال کچھ گبر و مسلمان کا مفصل کہلا
کشمکش آپس مین ہی کسبات کی جھگڑا کیا ہی

جا ہی پہنچیگی کسی روز مری آہِ رسا
چرخ ہمت سے ہی عشاق کے اونچا کیا ہی

حال بیمارِ محبت کا نہ پوچھا ای عیسیٰ
ایک دو روز کا مہمان ہی اچھا کیا ہی

حشر کو دیکھ کے حیرت مین ہین دیوانۂ عشق
کہتے ہین بھیڑ یہ کیسی ہی تماشا کیا ہی

جب نہ تب طفلِ حسین در پی بربادی ہی
خانۂ دل مرا مٹی کا گھروندا کیا ہی

زاہدون کو ہی گمان حور کا اُس کافر پر
برہمن دیکھ کے کہتے ہین کنہیا کیا ہی

ہمسری یوسفِ کنعان سے ہی اُس مہرو کو
جب کہ شیرین کی حقیقت نہین لیلی کیا ہی

ستم و جور سے یہ چرخ نہین باز آتا
آہ مظلوم کو کیا جانیے سمجھا کیا ہی

یار بے مثل ہی بیرحمی و سفاکی مین
سو گلا کاٹ کے مرجائین تو پروا کیا ہی

رازِ الفت کا کسیطرح چھپایا نہ گیا
حال ظاہر ہی مرا آپ سے پردا کیا ہی

نار دوزخ سے ڈراتا ہی کسے ای واعظ
اُسکی رحمت پہ نظر ہی یہان بکتا کیا ہی

نامۂ شوق نہ لے یار تو کہنا قاصد
کسنے خط بھیجا ہی پڑھیئے تو کہ لکھا کیا ہی

پاس اپنے جو ہو تو یار تو پھر سب کچھ ہی
سلطنت کی ترے محتاج کو پروا کیا ہی

تمنے درپردہ محبت مین دیئے رنج مجھے
دوستون سے ہی گلہ غیر سے شکوا کیا ہی

کون کہتا ہی کہ اُن ہونٹون مین اعجاز نہین
بات پر اپنی وہ آجائے تو مسیحا ہی

رنگتِ دیکھہ کے منہہ غیر شبِ وصلِ صنم	اپنی تقدیر کو پیٹا کرین ہوتا کیا ہے
دیکھکر سینے کو چھپہ جاتی ہو دلمین کوئی شر	سچ کہو یار یہ دونون طرف اونچا کیا ہے
یون ہی ہم خانہ بدوشون کی گذر جائیگی	آستانِ درِ دلدار پہ تکیا کیا ہے

۱۸۰	**اشک** آہین نہ کرو جل کے سوے چرخ کہین آرہے سر پہ کسیدن تو اچنبہا کیا ہے	۱۴

راحت ہو جو دل ترک کے قابو سے نکلجاے	بو ہو کے الٰہی خمِ گیسو سے نکلجاے
زلفونکو دکھا کر نہ بنا یا کرو صاحب	دل ہی نہ تڑپ کر کہین پہلو سے نکلجاے
ہر دم نگہہ ناز ہو یا سحر کی مونہین	بچکر کہان چلتے ہوے جادو سے نکلجاے
ہر مذہبِ عشاق مین وہ مرتد و کافر	ہے سجدہ کوئی گر خمِ ابرو سے نکلجاے
ہو فرقتِ ساقی مین حرام اپنے لئے مَے	پینے کا کرون قصد تو چلو سے نکلجاے
دیکھے جو تری زلف کے پہندے دل ناکام	مچھلی سا تڑپتا ہوا پہلو سے نکلجاے
شوخی تری انکہون کی کہان پائیگا لیکن	خوش چشم ہون یہ تو دلِ آہو سے نکلجاے
گو حد سے سوا ہو شبِ فرقت کی درازی	ممکن نہین جو یار کے گیسو سے نکلجاے
رونے سے شبِ ہجر مین ٹہنڈا نہوا دل	ایسی تہین گرمی کہ جو آنسو سے نکلجاے
ابرو پہ مرین یار کی کیون زلف پہ دین جان	اُنھی کی عوض کام جو بچھو سے نکلجاے
خود محو رہین اپنی وہ صورت کے شب و روز	ہاتھہ اپنا جو آئینہ زانو سے نکلجاے
مرنیکا بہانہ مین فقط ڈہونڈ رہا ہون	اِک تیر تو اُنکا مرے پہلو سے نکلجاے
ہمسا تہی قسمت کوئی دنیا مین نہین ہند	مَے ہو تو ٹپک کر مرے چلو سے نکلجاے

۱۸۱	سنتے ہین کہ غیر و لیسے وہ آزردہ ہین اے **اشک** مطلب سے غرض ہر کسی پہلو سے نکلجاے	۲۰

ارمان بہار کے دلِ نالان مین رہ گئے
مر مر کے عندلیب گلستان مین رہ گئے

کتنے ہین جھڑکے دل تری مژگان مین رہ گئے
ضیغم شکار ہو کے نیستان مین رہ گئے

ہر سو ہے بلبلانِ چمن کا ہوا ہجوم
دو پھول باغبان کے جو دامان مین رہ گئے

بھسے دہانِ تنگ کے ملتے ہین غیر کو
ہم آرزوے مہرِ سلیمان مین رہ گئے

برباد سب کو چرخِ جفا جو نے کر دیا
کچھ کچھ نشان گورِ غریبان مین رہ گئے

کہتا ہون دیکھکر دلِ صد چاکِ عاشقان
شانے اُلجھ کے زلفِ پریشان مین رہ گئے

جب موسمِ بہار مین جوشِ جنون ہوا
دو چار روز جا کے بیابان مین رہ گئے

دشتِ جنون سے پھر کے نہ آئینگے ناتوان
جسدن اُلجھ کے خارِ مغیلان مین رہ گئے

وعدۂ خلافِ یار یہ کیا اختیار ہے
ہم دل مسوس کر شبِ ہجران مین رہ گئے

قصہ تمام ہو کہین اُنکو بھی قتل کر
دو چار اسیر اور ہین زندان مین رہ گئے

طوفان لحد سے ہوگا عیان صورتِ تنور
آنسو جو میرے دیدۂ گریان مین رہ گئے

وحشی بنا دیا تری آنکھون کی یاد نے
مجبور ہو کے دشتِ غزالان مین رہ گئے

پھر دام سے رہا نہوا جل کے جو پھنسا
صدہا دل اُنکی گیسوے پیچان مین رہ گئے

بیٹھا رقیب آکے جو اُس شمعرو کے پاس
شعلے بھڑک کے یہان دلِ سوزان مین رہ گئے

جوشِ جنون مین کام یہان اپنا ہو گیا
پتھر بھرے ہی دامنِ طفلان مین رہ گئے

او ترک خون سے سرخ ہین سریان خدنگ کی
یا دل مین ٹوٹ ٹوٹ کے پیکان مین رہ گئے

محشر کے دغدغون سے چھٹے ہم پس از فنا
اچھا ہوا جو کوچۂ جانان مین رہ گئے

ہین غیر اُنکی دولتِ دیدار سے غنی
برگشتہ بخت گردشِ دوران مین رہ گئے

تا حشر بھی نہ جائین گے آپس کے اختلاف
جھگڑے بڑے یہ گبر و مسلمان مین رہ گئے

نفرت ہے مجھکو انتخابِ مضامینِ غیر سے

بیٹھنے جی یہ وحشتِ دل ایک جا رہنے نہ دی — خاک ہوجائین جو مرکر ہم ہوا رہنے نہ دی
کوئی رہنے کی جگہ تھی یہ خراب آباد دہر — کیا کرین جنت مین گر ہمکو خدا رہنے نہ دی
اس دلِ نالان سے تنگ اگر کہین جائین اگر — گھر مین اپنے کوئی ہمکو آشنا رہنے نہ دے
فصلِ گل مین گر بدلوائے کوئی کپڑے مرے — دستِ وحشت جسم پر ثابت قبا رہنے نہ دے
بجھ جانا نہین کرین کیا خاک ہم سامانِ عیش — آہِ آتشبار گھر مین بوریا رہنے نہ دے
جذبِ الفت کھینچ لائے گر انہین گھر مین مرے — دو گھڑی بھی بے نقاب انکو حیا رہنے نہ دے
اپنے وعدے پر کسیدن وہ چلے آئین اگر — میرے پہلو مین انہین انکی حیا رہنے نہ دے
راحت و آرام کا دشمن ہے یہ چرخِ دنی — بس چلے اسکا تو گھر مین بوریا رہنے نہ دے
جا پڑون گر آستانِ یار پر تو ہے یقین — اپنے کوچے مین بھی وہ ناآشنا رہنے نہ دے
چین اک ساعت نہین ملتا فلک کے ہاتھ سے — تو بھی راحت سے اسے آہِ رسا رہنے نہ دے
کوئے جانان کی طرف پہچل اڑا کر بعد مرگ — خاک صحرا مین مری بادِ صبا رہنے نہ دے
لاکھ وانا ہو فلک سے زور چلتا ہے کہین — ایک حالت پر مثالِ آسیا رہنے نہ دے
ہمسا دنیا مین کوئی انسان ہوگا بدنصیب — جو شجر بوئین اسے قسمت ہرا رہنے نہ دے
چونٹیان کہا جائین مرجاؤن جو کوئے یار مین — ہجر مین جو ہڈیان انکو ہما رہنے نہ دے
چین آئے کسطرح تیری جدائی مین مجھے — بعد مردن خلد مین بھی غم ترا رہنے نہ دے
لوحِ جانانک مقیم ہون نہین اگر لکھدے کوئی — صورتِ حرفِ غلط کلکِ قضا رہنے نہ دے
ہے تمنائے شہادت کب سے او ترکِ حسین — آج گردن مین مری تسمہ لگا رہنے نہ دے
بعد مردن بھی ہماری تیرہ بختی ساتھ ہے — شمع گر روشن ہو تربت پر ہوا رہنے نہ دے

۱۸۳	اپنے کوچے مین اگر وہ بے وفا رہنے نہ دے	۲۳

دھو بیٹھے ہاتھ فصل بہار مین جان سے
کس بل وہ ابرووں کا نہین ہر زوال حسن
چلجائے گی گلے پہ چھری عندلیب کے
موقوف فصل گل پہ نہین اپنی مے کشی
باہم رہین گے صورت اطفال توامان
کیا کیا خوشی مین آکے چہکتے ہین عندلیب
مجھ سا جہان مین سوختہ قسمت نہین کوئی
مجذوب کی ہی بڑ کبھی خالی نہ جائیگی
اور ونکی سر پہ ٹل گئی آئی ہوئی بلا
لبہائے سرخ سبزہ خط مین نہین عیان
ملجائین انکو مہر و محبت کے راستے
بعد از فنا بھی سوز درون آشکار ہے
دل ہی جو شعلہ غم سے تو گھبرا رہی ہے روح
گر کچھ نہ ہو تو آہ مین اتنا اثر تو ہو
خدارا ابرووں سے بھی اللہ کی پناہ
کیونکر چھپیگا میرے چھپائے سے راز عشق
چاہا کہ کچھ کہین مگر اللہ رے رعب حسن
آتے ہین تیرے در کی گدائی کے شوق مین
کی ملیگا میوہ مین سبز زندگی مدام

حسرت مین وہ بے گل کے چلے اس جہان سے
چلہ اتر گیا ہے کیانی کمان سے
صبا دل گیا جو کہین باغبان سے
مر کر اٹھین گے پیر مغان کی دکان سے
مر کر جدا نہون گے تری آستان سے
دو پھول ملگئے جو کبھی باغبان سے
خرمن پہ روز گرتی ہے برق آسمان سے
باتین بھلی بری جو نکالون زبان سے
وہ غیر پر برس پڑے میرے گمان سے
پیدا ہوے ہین لعل نہ مردک کی کان سے
جائین جو خضر میرے قدم کے نشان سے
لو شمع کی نکلتی ہے ہر استخوان سے
ہوتا ہے ڈر مکین کو شکستہ مکان سے
دل پکڑے دوڑے آئین وہ اپنے مکان سے
کس بل مین کم نہین ہین کیانی کمان سے
زردی رخ بڑھی ہوئی ہے زعفران سے
مطلب کا ایک حرف نہ نکلا زبان سے
موسیٰ جو طور سے تو مسیح آسمان سے
ہاتھ آیا کچھ نہ چرخ کی اونچی دکان سے

کچھ ہانہ چرخ دون سے نہ آیا نہین سہی
اچھا ہوا گذر تو گئی آن بان سے

یون دل کی اضطراب سے احوال غیر ہے
جیسے جہاز ہوتہ و بالا تکان سے

سودا نہ دل سے جائیگا گیسوئے یار کا
منہہ پہیرونگا برسے اگر آسمان سے

۱۸۴

سمجھا یا تمکو لاکہہ نہ سمجھے مگر تم **اشک**
پچتاؤ گے بگاڑ تو لی پاسبان سے

۲۰

گل ہیں الفت مژگان کے اثر سے نکلے
سیکڑون تیر کے پیکان ہین جگر سے نکلے

خون ہو کر مری آنکھون سے بہا آخر کار
ہین کئی لخت جگر دیدۂ تر سے نکلے

حال کیا پوچھتے ہو آبلہ پائی کا مرے
خار صحرا جو چبھے پانون ہین سر سے نکلے

مین جو سودا تری زلفونکا چھپاؤن پس مرگ
دود کیا بو بھی یقین ہی نہ اگر سے نکلے

پھوڑ لیگا کوئی سر کوئی گلا کاٹیگا
بن سنور کر جو کسی روز وہ گھر سے نکلے

اپنا بیڑا ہوا یون بحر محبت مین تباہ
جسطرح ڈوب کے کشتی نہ بہنور سے نکلے

کسکو سودا نہ ہوا یار تری زلفون کا
ہو کے دیوانے ہزارون تری گھر سے نکلے

کیا شرف خاک کے پتلے کو خدا نے بخشا
کام نیکی کے ہزارون ہین بشر سے نکلے

ہوئے کس روز نہ رفتار سے فتنے برپا
کٹ مرے لوگ وہ جس راہگذر سے نکلے

قید اس گنبد بے در مین کیا قسمت نے
آدمی بھاگ کے جائے تو کدہر سے نکلے

ہر قدم پر ہی نئی چال نیا طرز خرام
اک قیامت ہوئی برپا وہ جدہر سے نکلے

محو نیرنگی حسن بت بے پیرہن ہم
گم دہن مین ہوے گر فکر کمر سے نکلے

دل جگر توڑ گئی ناوک انداز و ادا
کس طرف آ گئے لگے تیر کدہر سے نکلے

سمجھے ہم آہ دل سوختگان فرقت
حشر کو شعلۂ آتش جو سقر سے نکلے

انکے داغونکے تصور مین جو رویا ہون کبھی
عوض اشک گہر دیدۂ تر سے نکلے

حسرتِ دید کا وہ شوخ کنایہ تھا عشق کامل کوئی رکھتا ہو جو موسیٰ کی طرح ضعف میں صحنِ مکان ہو گیا کالے کوسون		پھول نرگس کے کبوتر کے جو پر سے نکلے وہ پکارے تو پھر آواز شجر سے نکلے در پہ ہم شام کو پہنچے جو سحر سے نکلے
١٨٥	موت تقدیر میں تھی وادیِ غربت کی جو اشتک پھر نجانا ہوا جس روز سے گھر سے نکلے	١٩

بیٹھے اُٹھتے چلے جائیں گے ہم کیا دور ہے
فصلِ گل آنے تو دو مے کی دکان کیا دُور ہے
طالعِ بد سے اگر کچھ ہو زیان کیا دُور ہے
گر پڑے پھٹ کر جو سر پر آسمان کیا دُور ہے
جسمِ عاشق ہے علامت عشق کی زردیِ رنگ
دیکھیے اِک دن ملا کر زعفران کیا دُور ہے
عالمِ بالا تہہ و بالا نظر آئے ابھی
گر رسائی آہ میں ہو آسمان کیا دُور ہے
فصلِ گل میں ناتوانی کے سبب مجبور ہیں
پاس گر صحرا نہیں تو گلستان کیا دُور ہے
فصلِ گل میں آتشِ گل تیز ہے ای عندلیب
گر پڑے جل کر جو کوئی آشیان کیا دُور ہے
آہ بلبل سے تو گلچین کا ہوا خانہ خراب
برق تجھ پر بھی گرے ای باغبان کیا دور ہے
ہاتھ اُٹھائیں دین و ایمان سے بھی گر کچھ ہو وفا

سر سے ہم جائین بتون کا آستان کیا دور ہے
فصل گل مین اپنی بے بال و پری کا غم نہین
مرضیِٔ صیاد ہو تو آشیان کیا دور ہے
حسرتِ دیدار مین کنعان سے جائین مصر کو
گرہِ یوسف ہو تو ایسا کاروان کیا دور ہے
الفتِ چاہِ ذقن مین جان پر جو بن گئے
ڈوب مرنے کو ہمین گھر کا کنوان کیا دور ہے
نام بھی وصلت کا ہم اِس خوف سے لیتے نہین
منہ سے کہہ بیٹھے جو کچھ وہ بدزبان کیا دور ہے
موسمِ گل مین ہمین بھر بھر کے دے جام شراب
تیری ہمت سے یہ ای پیرِ مغان کیا دور ہے
سوزشِ غم ساتھ لے جائین گے اپنے بعدِ مرگ
شمعِ تربت ہون جو اپنی استخوان کیا دور ہے
بعد مردن ہے یہ دفنِ کوئے جانان کی ہوس
پر لگین اُڑ جائین اپنے استخوان کیا دور ہے
اُس کی رحمت سے گنہگارون کا بیڑا پار ہو
گر بنے یہ دامنِ تر بادبان کیا دور ہے
دل دُکھا دیتی ہے اورون کا بھی افسردہ دلی
ساتھ بلبل کے کرین گل بھی فغان کیا دور ہے
بحرِ عالم مین ہے اپنی زندگی شکلِ حباب

گرفتا ہو جائے تیرا ناتوان کیا دور ہے

۱۸۶ وقتِ بد مین اشک ہو جاتے ہین اپنے بھی عدو
آسمان بنجائے آہون کا دہوان کیا دور ہے ۹

خیال آتا ہی جسدم صورتِ بسمل تڑپتا ہی
تمہارے دیکھنے کو کیا ہمارا دِل تڑپتا ہی

یہ عالم ہی شبِ فرقت مین دل کی بیقراری کا
جگر پر تیر کہا کر جسطرح بسمل تڑپتا ہی

ذرا منھہ پھیر کر تو دیکھہ او لیلیٰ غش تو بھی
یہ دیوانہ ہر کس کا جو پسِ محمل تڑپتا ہی

تمہارے سحر کا مارا یہ ای زہرہ شمایل ہی
جو دِل پکڑے ہوے قرب چہہ بابل تڑپتا ہی

تمہارے رقص نے بیچین ایسا کر دیا سبکو
جسے دیکھو وہ دِل پکڑے سرِ محفل تڑپتا ہی

ترے عاشق کو مارا ہی صنم دردِ جدائی نے
خیال آتا ہی جب دو دو پہر کا بِل تڑپتا ہی

بتنگ آئے ہین اس مہمانسرے دہر سے اب تو
دِل اپنا تجھہ بغیر اے گور کی منزل تڑپتا ہی

ترے دیدار کا مشتاق ہر اک بحر و بر مین ہی
کوئی صحرا مین اور کوئی لبِ ساحل تڑپتا ہی

۱۸۷ نہ پوچھو اشک اپنی بیقراری شبِ فرقت
کوئی تدبیر بن پڑتی نہین جب دِل تڑپتا ہے ۱۷

سوار ہے صنمِ گلعذار آتی ہے
چمن مین پھر نئے سر سے بہار آتی ہے

نکل کے مر گیا کوے صنم سے کون غریب
صبا لیئے ہوئے کِسکا غبار آتی ہے

ہین ڈالیو نپہ عنادِل خوشی سے نغمہ سرا
دولہن بنی ہوئی اب کے بہار آتی ہے

سیہ لباس یہ پہنا ہی کس کے ماتم مین
شبِ فراقِ صنم سوگوار آتی ہے

سمجھہ گئے کہ شہیدِ گل مجکو عندلیبِ چمن
پہن کے قبر پہ پہولون کا ہار آتی ہے

شگفتہ ہوتا ہی دل اپنا صورتِ یعقوب
جو بوئے پیرہنِ گلعذار آتی ہے

ترے شہید کے لینے کو خلد سے ای بت
سنا ہے حور میانِ مزار آتی ہے

ہو تحت و فوق کا عالم بہار سے مملو
ہوا پہ بوئے گلِ تر سوار آتی ہے

گرے جو کوئے صنم میں خوشا نصیب انکے
شمیمِ خلد میانِ مزار آتی ہے

ہمارا اُسکا جو ہر سو نگا ساتھ چھوٹا ہے
لحد پہ حسرتِ دل اشکبار آتی ہے

یہ کس کے آنے کی شادی ہے آج گلشن میں
کہ باغ باغ نسیمِ بہار آتی ہے

نثار ہوتی ہے جو نقش پاے شیرین پر
یہہ کس کی روح سر کوہسار آتی ہے

بندھا ہے دہیان جو کافر کی زلفِ پرخم کا
تو دِل سے آہ بھی اب پیچدار آتی ہے

کیا ہے سبزہ یہ پامال کس کی گلگون نے
نظر جو خاک زمردنگار آتی ہے

جلے کو اور جلاتے ہیں دوست بعد فنا
چرید تین کو شاخ چنار آتی ہے

پس از فنا بھی مری روح ہے تجسس میں
حرم میں دیر میں تجکو پکارتی ہے

خدا کرے کہ اجل اس سے پہلے آجاے
پھر آج **اشک** شبِ انتظار آتی ہے

ہو گئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑھ گئی
جسقدر عصیان بڑھے اُتنی ہی رحمت بڑھ گئی

جتنی ان آئینہ رویون کی محبت بڑھ گئی
اِس دلِ بیتاب کی اُتنی ہی حیرت بڑھ گئی

کم ہوئی کب حرص منعم کی جو دولت بڑھ گئی
پی گیا جتنی شراب اُتنی ہی غفلت بڑھ گئی

بلبل و گل کیطرح آپس میں ہیں راز و نیاز
عشق کچھ اپنا تو کچھ اُنکی محبت بڑھ گئی

ہجر میں بستر پہ مردہ سے پڑے رہتے تھے ہم
وصل جب اُنسے ہوا گھڑیون میں طاقت بڑھ گئی

ہم زمانے سے نرالی رسم و راہِ عشق بھی
کم ہوئی وہان اُنکی الفت یہان محبت بڑھ گئی

راتدن آنسو روان ہین دونون آنکھون سے مری
طولِ فرقت کے سبب رونیکی عادت بڑھ گئی

تھی کراہت دل کو سنکر قصۂ فرہاد و قیس
سابقہ تمسے ہوا جب اور نفرت بڑھ گئی

ایک دن کیا کہ ہمنے نہین دیکھا تمہین
اور بھی اب تو نہ ملنے کی شکایت بڑھ گئی

بعد مردن بھی کفن مین واز ہین آنکھین مری
میرے سایے سے حذر مانگے نہ کیون ہر اک بشر
چل گئی دل پر چھری دیکھا جو اُسنے ناز سے
بعدِ مردن بھی دکھایا تیرہ بختی نے اثر
حشر مین اُسکے گنہگار اسقدر بخشے گئے
آج ہی ہو تا خرام ناز سے محشر بپا
دِل مین کیا کیا خوش ہوے اپنے رقیبِ کینہ جو
معرکے سے عاشقِ جانباز ہٹتے ہین کہین
دیکھکر جوہر چمن بندی کا اُسکی تیغ مین
سر سے پا تک گُل ہین داغون نے مرصع کاریان
بے تکلف تا فلک جانے لگین چنگاریان
تیرہ بختی نے نچھوڑا ساتھہ بعد از مرگ بھی
ہر گلی کوچے مین افسانہ ہے حسن و عشق کا
راتدن میری طرف سے اُنکو بھڑکاتے ہین غیر
اب مریضِ غم ترے بچتے نظر آتے نہین
چھالے پڑ جاتے ہین مُنہہ مین سانس جب لیتا ہون
بعدِ مردن ہم یہ سمجھے تھے جنون جاتا رہا
ماجرا کیا ہے سحر ہوتی نظر آتی نہین
یار کو سودا مرا طرفہ تماشا ہو گیا

یار کے دیدار کی اسدرجہ حسرت بڑھ گئی
داغِ دل کی اب تو دوزخ سے حرارت بڑھ گئی
قتل کے سامان ہوے جسدن عنایت بڑھ گئی
یا پگھل کر رہ گئی یا شمع تربت بڑھ گئی
ہفت دوزخ سے کہین وسعت مین جنت بڑھ گئی
خیر گذرے جو نہ آئے وہ قیامت بڑھ گئی
ہم یہ سمجھے گالیان دین اُسنے عزت بڑھ گئی
زخم کھانے سے بدن پر اور ہمت بڑھ گئی
اور دیوانون کی وقتِ قتل وحشت بڑھ گئی
جنسِ دل کی یار اب آگے سے قیمت بڑھ گئی
اپنی آہ گرم کی کچھہ اب شرارت بڑھ گئی
جب ہوئی روشن ہماری شمع تربت بڑھ گئی
لیلی و مجنون سے بھی اپنی حکایت بڑھ گئی
ہو صفائی کیا بھلا رنجش کی صورت بڑھ گئی
کہتے ہین دو چار دن سے اور غفلت بڑھ گئی
داغِ دل کی اندنون ایسی حرارت بڑھ گئی
اور وحشت دیکھکر گلزار جنت بڑھ گئی
آج تو اپنی شبِ فرقت قیامت بڑھ گئی
جب سنوکھا دی زلف اپنی اُسنے وحشت بڑھ گئی

اپنی میت کو دیا کاندھا جو اُسنے آکے اشک

۱۸۹	کیا جانے کی ہمارے شان و شوکت بڑہگئی	۱۸

شومیِ بخت سے دو پیچ اکبار پڑے ‏— اُس مسیحا سے جدائی ہوئی بیمار پڑے
صدمۂ ہجر نے اکدم مین کیا کام تمام ‏— آئی آفت نہ کوئی ہمپہ نہ بیمار پڑے
تنکے چنتا پھرے دو صورتِ مجنون سو دن ‏— جسپر اکبار ترا سایۂ دیوار پڑے
بندۂ بت ہوئے زاہد جو ریاضت سے چھٹے ‏— اُتریں تسبیحیں جو گردن سے تو زنار پڑے
نگہِ ناز نے کتنون ہین مارا ظالم ‏— در پہ دم توڑ رہے ہین ابھی دو چار پڑے
جان اللہ حسینون سے بچے تو بچے ‏— ہاتھ دہو کر مرے پیچھے ہین ستمگار پڑے
میکدہ پیرِ مغان کا رہے آباد مدام ‏— درِ میخانہ پہ لوٹا کرین دو چار پڑے
شیخ کے حال پہ ہو لطف و عنایت و کرم ‏— راتدن زلف کی سودائیو نپر مار پڑے
آج دیکھو تو نظر آتا ہر اک ہو کا مقام ‏— کل یہین شہر بسے تھے یہین بازار پڑے
مر بھی جائین تو خبر ہو نہ یہ شیرین تمثال ‏— سر کو پھوڑا کرین اپنے سرِ کہسار پڑے
جل کے گہر خاک ہوا آہ کی جو فرقت مین ‏— بیٹھا رونے کو کسی جا تو وہان غار پڑے
تنِ خاکی کو بھلا روح یہ لیکر پھرتی ‏— کیا کرے سر پہ اگر مفت کی بیگار پڑے
دست و پا رکھکے جائین کہان اے وحشتِ دل ‏— جن پہ بل تھا ہمین اب ہین وہی بیکار پڑے
تو کسیدن تو دکہا جلوۂ معشوقانہ ‏— در پہ لاکھون ہین ترے طالبِ دیدار پڑے
جان اس غم کی کشاکش مین نہین بچنے کی ‏— کس بلا مین تری زلفونکے گنہگار پڑے
اپنی افسردہ دلی سے کبھی نالے نہ کئے ‏— میرے پیچھے تو بہت بلبلِ گلزار پڑے
دل ہی جب دینے پہ آئے تو حسین بہتیرے ‏— سینکڑون ہمکو زمانے مین طرحدار پڑے

۱۹۰	نہ ہوا صاف کبھی اشک بتِ آئینہ رو دل کی بیتابی سے ہم پانون بھی سو بار پڑے	۱۵

خود غیر کی بات تو نہ نظر ہم نہیں رکھتے
کیا دل نہیں رکھتے کہ جگر ہم نہیں رکھتے

جو دل میں ہے ظاہر ہے وہ چتون سے تمہاری
اے جان ابا تنی بھی نظر ہم نہیں رکھتے

کیونکر وہ یہان آپ تڑپ کر چلے آئین
نالون مین بھی انروزون اثر ہم نہیں رکھتے

ہے مد نظر راز محبت کا چھپانا
رونا تو کہان چشم بھی تر ہم نہیں رکھتے

دل جب سے کیا ترک جفاجو کے حوالے
گویا کہ اُسی روز سے سر ہم نہیں رکھتے

الفت مین تری سمجھے ہین ایذا کو جو راحت
وہ زخم جگر پر کبھی مرہم نہیں رکھتے

صیاد نے آزاد کیا موسم گل مین
افسوس کہ دو ایک بھی پر ہم نہیں رکھتے

جب شام ہوئی سو رہے میدان مین جا کر
اِس دہر خرابات مین گھر ہم نہیں رکھتے

تکرار کا موقع نہ محل بحث کا اے دل
خود منہہ سے وہ کہتے ہین کمر ہم نہیں رکھتے

ظاہر ہو جواب صبح قیامت تو عجب کیا
اپنی شب ہجران کی سحر ہم نہیں رکھتے

کر دیتی ہے یاد اُسکی زمانے کو فراموش
اِن روزون تو اپنی بھی خبر ہم نہیں رکھتے

طے دیکھیے یہ راہ عدم ہوتی ہے کیونکر
ہمراہ کوئی وقتِ سفر ہم نہیں رکھتے

قمری کی طرح اُس قد موزون پہ فدا ہین
اِس باغ مین خبر سرو شجر ہم نہیں رکھتے

دوڑے ہوئے خود سیم بدن اپنے گھر آتے
مجبور اِسی سے ہین کہ زر ہم نہیں رکھتے

اے رشک بسر دیکھیے کسطرح ہو اپنی
جز بے ہنری کوئی ہنر ہم نہیں رکھتے

اِدھر بھی یار کا ہوگا گذر کبھی نہ کبھی
ضرور ہوگا یہ آباد گھر کبھی نہ کبھی

ضرور ہوگا کدہ مین گذر کبھی نہ کبھی
کہ پھر کے آتا ہے انسان گھر کبھی نہ کبھی

فراق یار کی کب تک اُٹھائیگا صدمے
نکل ہی آئیگا مُنھ سے جگر کبھی نہ کبھی

مقابلہ کو جو اُس مہر وش کے آتا ہے
ضرور کھائیگا مُنھ کی قمر کبھی نہ کبھی

ابہی سے چاہیے کر رکھیں زادِ راہ کی فکر
جہانسے ہوئیگا آخر سفر کبھی نہ کبھی

لگائیں نخلِ تمنا تو باغِ الفت میں
کچھہ اسکا پہل ہی رہیگا ثمر کبھی نہ کبھی

نہ خالی جائیگی ای چرخ دون غریب کی آہ
دکھائی دینگے یہ نالے اثر کبھی نہ کبھی

پڑینگے جان کے لالے غمِ جدائی میں
ڈبو ہی دیگی مری چشمِ تر کبھی نہ کبھی

یہ جان لو کہ اُسی دن ہی اپنا کام تمام
لڑی گی اُنسے ہماری نظر کبھی نہ کبھی

عبث ہی شوقِ شہادت میں اضطراب اے دل
اتر ہی جائیگا تن سے یہ سر کبھی نہ کبھی

کتر کے پہینکدے صیاد گر یہی ضد ہے
نکل ہی آئینگے بلبل کے پر کبھی نہ کبھی

زبانسے سنتے ہیں لوگوںکی کچھہ کا کچھہ ہم بہی
جو ہے تو دیکھہ ہی لین گے کمر کبھی نہ کبھی

شبِ فراق جو گذری تو صبحِ محشر ہے
یقین ہمین بھی ہے ہو گی سحر کبھی نہ کبھی

بتوں کے اٹھی گیسو کا عشق کہیل نہیں
ضرور پہنچے گا اِنسے ضرر کبھی نہ کبھی

بلا کوئی نہ کوئی آئے گی کبوتر پر
تباہ ہو گا مرا نامہ بر کبھی نہ کبھی

کوئی کمال تو رکہتا ہو آدمی اے رشک
کہ کام آ ہی رہیگا ہنر کبھی نہ کبھی

رقیب پاس ہوں اور جان نثار دور رہے
خیالِ خام ہے یہ دل سے یار دور رہے

ہمیشہ ہیں تر و تازہ ہمارے داغ جگر
یہ وہ چمن نہیں جس سے بہار دور رہے

تڑپ تڑپ کے گزارے ہیں ہمنے چار پہر
شکیب و صبر شبِ انتظار دور رہے

پس از فنا ہی جو دیکھوں کہ غیر ہیں ہمراہ
تو کوسوں یار سے اپنا غبار دور رہے

وصالِ یار مہینوں کے بعد ٹہیرا ہے
بس اب یہ گردشِ لیل و نہار دور رہے

گھلا گھلا کے فراقِ صنم نے مارا ہے
تنِ نحیف سے میرے فشار دور رہے

قریب تر تھی جو رحمت گناہگاروں سے
ملک عذاب کے روزِ شمار دور رہے

ہوئے فراق مین شیرین و شونکے دشت نورد
بہت قریب تھے جو کوہسار دور رہے

دکھائی کچھہ نہ دیا جب کہ آنکھہ بند ہوئی
جہانکے سارے یہ نقش و نگار دور رہے

عذاب بعد فنا ہر بدن کا ہمسایہ
لحد سے غیر کے اپنا مزار دور رہے

گئے وہ دن کہ جو رہتے تھے خانۂ دل مین
ہماری ضد سے کہین جاکے یار دور رہے

کبھی تو ہو در دولت پہ حکم رہنے کا
کہانتک اب یہ ترا بیقرار دور رہے

چمن سے کام نہ ہمکو بہار سے مطلب
اسیر دام ہوئے لالہ زار دور رہے

رہے گی چشم تصور سے دید گھر بیٹھے
ہماری آنکھہ سے وہ بت ہزار دور رہے

شگفتگی تو ہے دلکو گلون کی دید سے اشک
خزان سے پر چمن روزگار دور رہے

دم لبون پر آگیا منہہ مین زبان بیکار ہے
اے مسیحا اب علاج نیم جان بیکار ہے

جو خرابی تھی مری تقدیر مین وہ ہو چکی
گردش لیل و نہار اے آسمان بیکار ہے

ڈر کے مارے حال دل کچھہ اُس سے کہہ سکتا نہین
ایک مدت سے مرے منہہ مین زبان بیکار ہے

فائدہ کیا زینت دنیا سے اب اے منعمو
بعد مرنے کے لحد پر سائبان بیکار ہے

کیا ہوا بے تسکین خاطر یار کے دیدار سے
دل ہوا افسردہ تو سیر گلستان بیکار ہے

کون سنتا ہے گلستان مین کسیکا درد دل
نالے ہین بیفائدہ بلبل فغان بیکار ہے

بعد مردن کوئی جانے یا نجانے غم نہین
مٹ گیا جب نام مرقد کا نشان بیکار ہے

ہر زوال حسن وہ مجمع نہین عشاق کا
اڑ رہی ہے خاک در پر پاسبان بیکار ہے

درپئے آزار گلچین باغبان ایذا رسان
اب گلستان مین لگانا آشیان بیکار ہے

کھولکر مرقد ذرا دیکھے کوئی بعد از فنا
خاک ہین سب عضو تن ہر استخوان بیکار ہے

آج یہان ہین کل خدا جانے کہان ہوگا مقام
جو مسافر ہین اُنہین قید مکان بیکار ہے

حیلہ سازی ہے نہ وہ ایذا رسانی کی چلین
مرگئے جب سے عدو ہم آسمان بیکار ہے

رات دن گھر مین پڑے رہتے ہین مُردے کی طرح
درد جو پہلو مین نہین قالب مین جان بیکار ہے

کاروانِ غم ہوا رخصت ذوق سے لیکے دل
ایک یوسف کے نہ ہونے سے کنوان بیکار ہے

بحرِ غم مین اپنی کشتی کی تباہی کیون نہ ہو
کٹ گئے گُن ٹوٹا پڑا ہے بادبان بیکار ہے

فصلِ گل ہے غم سے ہین آزاد مرغانِ چمن
دستِ گلچین شل ہوا ہے باغبان بیکار ہے

آ گئی سر مین سفیدی دن جوانی کے گئے
اشک ہیچ ہے اب تو عشقِ مہوشان بیکار ہے

ضد ہے یہی جو ترکِ ستمگر یہی سہی
خود پھیر لین گے حلق پہ خنجر یہی سہی

خط کا مرے جواب نہ اُس ترک نے دیا
پھر کر سلامت آیا کبوتر یہی سہی

تسکین تو ہو گی اُس قدِ دلجو کی ہجر مین
دیکھا کرین گے سرو و صنوبر یہی سہی

قسمت مین گر وصالِ بتِ سیمبر نہین
پوجا کرینگے دیر مین پتھر یہی سہی

ہون چشم تیرے تنگ سکھا دے تبِ درون
رہ جائے خشک ہو کے سمندر یہی سہی

پالین گے سانپ گیسوئے پیچان کے عشق مین
ٹھہریگا کچھ تو یہ دلِ مضطر یہی سہی

گھر مین دلہن نہین مین کرون نقدِ جان فدا
گر پاس کچھ نہین تو نچھاور یہی سہی

کنجِ لحد کو دیکھ کے کہتا ہون بعدِ مرگ
جب تک نہ ہاتھ آئے کوئی گھر یہی سہی

کوچے مین یار کے ٹھہرنا محال ہے
دس بیس روز ہوتے ہین چکر یہی سہی

ڈر ہے بڑا نہ رنج حساب و کتاب مین
بوسے دیا کرین ہمین گن کر یہی سہی

افشا نہ رازِ عشق ہوا مر محال ہے
دامن نہ آنسوؤن سے رہے تر یہی سہی

کرلین وہ اپنے چاہنے والون کا امتحان
کھلتا ہین آج غیر کے جوہر یہی سہی

تربت پہ کوئی پھینک دے دو چار برگِ گل
سمجھین گے ہم کہ پھولون کی چادر یہی سہی

راضی ہیں ہم شوق سے پہنائیں بیڑیاں
دیوانگانِ عشق کا زیور یہی سہی

کوئے صنم میں جائیں گے غیروں کے ساتھ ساتھ
غیروں سے ہمسری ہو تو رہبر یہی سہی

لیجا بٹھائے اُس آئینہ رو کو سرِ مزار
شرمندہ ہو گی روحِ سکندر یہی سہی

ہونٹوں کا بوسہ غیر کو لینے نہ دینگے ہم
جھگڑا کہ خون کا ہو لبِ کوثر یہی سہی

خلخال پہنے اشتاب وہ آئے مزار پر
برپا کسطرح سے ہو محشر یہی سہی

دو گھڑی ہم کہیں رونیکو اگر بیٹھ گئے
بھاگے کچھ تو جو باقی رہے گھر بیٹھ گئے

ہر برابر تری محفل میں جدھر بیٹھ گئے
خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ اُدھر بیٹھ گئے

منہ سے قاصد کے جو ہیں وصل کا انکار سنا
تھام کر ہاتھ سے ہم اپنا جگر بیٹھ گئے

جیسے پنہاں ہوا وہ نورِ نظر آنکھوں سے
روتے روتے یہ مرے دیدۂ تر بیٹھ گئے

شرم نے انکی ہمیں دید سے محروم رکھا
آئے بھی وہ تو جھکائے ہوئے سر بیٹھ گئے

پھیر لیں گے دل عندیدہ کو اپنے کیسے
ہم کسی روز پکڑ کر جو کمر بیٹھ گئے

خوب ہی حسرتِ دیدار نکالی ہمنے
انکی محفل میں بچا کر جو نظر بیٹھ گئے

یہ نزاکت ہے کہ لنگر جو پڑا گیسو کا
دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہ کمر بیٹھ گئے

دستِ جلاد میں دیکھی جو برہنہ شمشیر
سر جھکا کر وہیں بے خوف و خطر بیٹھ گئے

کٹ مرے رشک سے وہ بھی خریدار انکی
بزم منور کرو وہ جہاں رشکِ قمر بیٹھ گئے

ساتھ زاہد کے سوئے کعبہ چلے تھے میکش
سنکے یہ فصلِ بہاری کی خبر بیٹھ گئے

کم نہیں صورِ قیامت سے ہمارے نالے
یہ تلاطم ہوا پانی میں گہر بیٹھ گئے

بے کٹائے ہوئے سر اپنا نہ لیں گے بہانے
ہم بھی پہچان کے جلاد کا گھر بیٹھ گئے

ناتوان فصلِ خزا نہیں ہیں یہ مرغانِ چمن
قصد اُڑنے کا کیا ڈر کے پر بیٹھ گئے

اشک سایہ کی طرح ساتھ ہین ہر محفل مین یار
جسطرف جا کے وہ بیٹھے ہم اودھر بیٹھ گئے

اس جہان سے ساتھ اپنے اور تو کیا لیگئے
اونکے ملنے کی بڑی دلمین تمنا لے گئے

دوستو پہر فوق وہ رشک مسیحا لے گئے
خود اوٹھا کر اپنے کاندہے پر جنازہ لیگئے

اشک آنکھون مین بہر آئے دیکھکر حال زری
داغ مرنے کا مرے دلمین مسیحا لیگئے

مصر تک لائے نہین یوسف کو اہل کاروان
وصل کے مژدے پہ جان زلیخا لیگئے

دل کی بیتابی کا ہو تا کسطرح انکو یقین
ہم دکھانیکے لئے تھوڑا سا پارا لے گئے

کچھ پرستش کیلئے سنتے ہین ترسایان دہر
مفتون سے موئے گیسوئے چلیپا لے گئے

در کیا انکی ہوئی کیا آج انکو مل گیا
کاٹ کر جو رد برادنکے کلیجا لے گئے

کہل گیا عشق بتان کا راز سب پر بعد مرگ
لاش جو میری مرے احباب گنگا لے گئے

کشتۂ تیغ نگاہ ناز قاتل ہوگئے
سب بلاؤنسے بچا کر دل جو اپنا لے گئے

بھول کر رستہ چلا تھا آج کعبے کی طرف
کھینچ کر زاہد کو ہم سوئے کلیسا لے گئے

کھینچکر لائے فلک دیوانگان عشق کو
اہل محشر کے لئے طرفہ تماشا لے گئے

دیکھکر خالی مکان کیا کیا ہمین عبرت ہوئی
گر کبھی احباب سوئے طاق کسرا لیگئے

آج زاہد بزم مین اپنی نہ آئے پائین گے
کل چھڑا کر میکدے سے جام و مینا لیگئے

بعد مردن قبر مین بھی جوشش وحشت رہی
سر مین اپنے انکی زلفون کا جو سودا لیگئے

وادی وحشت مین پھوٹے پاؤنکے سب آبلے
نشتر مژگان پہ سبقت خار صحرا لے گئے

وادی وحشت مین ہاتھ آیا نہ کوئی خضر راہ
ہر طرف بہکا کے ہمکو غول صحرا لے گئے

عمر کھوئی مال و دولت کی ہوا و حرص مین
کیا ہوا حسرت کہ یہ سب اہل دنیا لیگئے

حشر برپا کر دیا لوگونسے ہمنے زیر خاک
دل نہین ہم لیگئے ساتھ اپنے فقط لیگئے

یہ غنچۂ فصل بہار ہی نے کھلایا ایک بار | | اہل گلشن سمجھ کر محب کو تنگ لے گئے

صاحب ہمت کو الفت زر سے کب ہوتی ہے ننگ
اہل حاجت جو ہمارے پاس آیا لے گئے

مہ جبین رخ پر انور چاندنی بھی دھوپ بھی
اُس کے ہین دونون مسخر چاندنی بھی دھوپ بھی
شعلے آہون کے جہنم پر بھی سبقت لے گئے
اڑ گئے سیماب بنکر چاندنی بھی دھوپ بھی
ناتوان ایسا ہوا ہون فرقت دلدار مین
جسم لاغر کو ہے پتھر چاندنی بھی دھوپ بھی
بے نقاب اُس ماہ کو یہ دیکھکر خجلت ہوئی
بن گئی ہے تنگ سمٹ کر چاندنی بھی دھوپ بھی
روز و شب فرقت کے آنکھون مین نہون کیون نکر سیاہ
بھاگتی ہر مُنھ دکھا کر چاندنی بھی دھوپ بھی
فرش نورانی اُنھین ملتا ہے جو ہین خاکسار
ہے مہیا بھر بستر چاندنی بھی دھوپ بھی
رات دن فرقت مین رہتا ہے ہمین جلنے سے کام
برق سان گرتی ہے ہمپر چاندنی بھی دھوپ بھی
ہوتی ہے خود رفتگی یہ روے روشن دیکھکر
گرتی ہے کہا کہا کے ٹھوکر چاندنی بھی دھوپ بھی
چار سو یاقوت و گوہر کے ہین نبدے فلک کن

صاف ہر دیوار و در پر چاندنی بھی دہوپ بھی
اپنے کمرے مین ہر وہ خورشید عارض مہ جبین
چار سو پہیلی ہے باہر چاندنی بھی دہوپ بھی
دست رنگین مہر تابان روے انور ماہتاب
لطف دیتی ہے برابر چاندنی بھی دہوپ بھی
رنج و راحت ساکنان کوے جانان کو ہے ایک
ہین اُنہین دونون برابر چاندنی بھی دہوپ بھی
جلوہ گر ہے بام پر وہ مہر طلعت ماہ وش
کس طرح پہیلے نہ گھر گھر چاندنی بھی دہوپ بھی
روز و شب فرقت کے سولی پر گذرتے ہین ہمین
ہے دل محزون کو خنجر چاندنی بھی دہوپ بھی
اک مہ تابان بغل مین دوسرا داغ جگر
رہتی ہے بالاے بستر چاندنی بھی دہوپ بھی
رات دن پھیلا ہوا ہے میری آہون کا دُہوان
کیون نہ ہو جاے مکدر چاندنی بھی دہوپ بھی

۳۰	جمع ہونا اشک کچھہ آسان نہین ضدین کا ہر جگہہ ثابت ہو کیونکر چاندنی بھی دہوپ بھی	۱۹۸

مجنون سے گو کہ عشق مین ہمسر نہو سکے اُس قد کا مثل سرو صنوبر نہو سکے افشاے راز عشق نہ منظور ہو اگر	کم بھی نہین اگرچہ برابر نہو سکے ہمرنگ لعل لب کے گل تر نہو سکے آنسو بھی اپنی آنکھہ سے باہر نہو سکے

اک بار گر ترے قدِ موزوں کو دیکھ لے
قمری سے پاسِ عشقِ صنوبر نہو سکے

دلمیں بتوں کے کچھ نہ اثر آہ نے کیا
نسبت کیا کہیں گے تم ہم پہ ہنر نہو سکے

حسرت تھی دیکھنے کی عروسِ بہار کو
دو پھول باغباں سے نچھاور نہو سکے

دعوائے ہمسری کرے کیا منہ ہی خار کا
مژگاں سے تیز جب کوئی نشتر نہو سکے

سنتے ہیں جن کو کرتے ہیں تسخیر آدمی
ہم سے پری جمال مسخر نہو سکے

آفت رسیدہ دل کی ہماری بساط کیا
ہمسر تمہاری زلف سے اژدر نہو سکے

دیوانے ہو کے فصلِ بہاری میں جان دیں
اُس گل سے ایک پھولوں کی چادر نہو سکے

سودائیوں نے وادیِ وحشت کی راہ لی
وہ کیا کرے جو آپ سے باہر نہو سکے

خط بھیجکر اُسے یہ دعا مانگتا ہوں میں
صیاد سے شکار کبوتر نہو سکے

اے چرخ کینہ جو ترا خانہ خراب ہو
آباد تجھ سے اُجڑے ہوئے گھر نہو سکے

آہوں نے میری چرخ کو یہ مضمحل کیا
پھر زور شور کے کبھی چکر نہو سکے

عاجز فرشتے ہو گئے وہ بد بلا ہے عشق
یہ معرکے کسی سے کبھی سر نہو سکے

جان بر ہو نامہ بر مرا کیا دستِ غیر سے
سر بر مخالفوں سے پیمبر نہو سکے

چرخِ دنی سے اور تو ملنا ہی کیا ہمیں
جب کہنہ بوریا بھی بستر نہو سکے

مجھ رند کی خراب نہ مٹی ہو بعد مرگ
بھٹی کے کام آئے جو ساغر نہو سکے

بڑھ جائے شوقِ بوسہ جو وہ ہونٹھ دیکھ لیں
ضبطِ عطش کبھی لبِ کوثر نہو سکے

خالق کو ہر طرح کا ہے ای **اشک** اختیار
چاہے تو انقلابِ مقدر نہو سکے

وصل کی اُنکے ابھی تک کوئی صورت نہوئی
دِل لگانے میں سوا رنج کے راحت نہوئی

کوچۂ یار میں صد حیف کہ تربت نہوئی
بعد مرنے کے میسر ہمیں جنت نہوئی

کیا کہین گذری ہے کسطرح سے یہ عمرِ عزیز — ایک مدت مجھے رونے سے فراغت نہوئی
کسطرح ہمکو بھلا دولتِ دنیا ملتی — مانگنے کی کسی کم بخت سے عادت نہوئی
فرقتِ یار کے صدمے نہین اب اٹھہ سکتے — زہر کہا لینگے اگر وصل کی صورت نہوئی
ناتوانی کے سبب دید سے محروم رہے — مرتے دم دیکھہ تو لین اتنی بھی طاقت نہوئی
تجکو اللہ نے بخشا ہے عجب حسن و جمال — کس کو اے بت ترے دیدار کی حسرت نہوئی
ہون وہ بیکس کہ دمِ موت پہ بھی نہ کسینے پوچھا — شمع اک رات بھی روشن سرِ تربت نہوئی
تہا کہ پڑ گیا ہولے سے جدہر جا نکلے — طرزِ رفتار سے کس روز قیامت نہوئی
بزدلی سے مرے منہہ پر نہ چڑہا کوئی رقیب — بیٹہنے گرمایا بہت اُسپہ حرارت نہوئی
مرضِ ہجر کا کرتے وہ مسیحا نہ علاج — دیکھہ جاتے ہمین اتنی بہی تو ہمت نہوئی
تھا جو عادی شبِ فرقت کی مین تنہائی کا — پسِ مردن بھی مجھے قبر مین وحشت نہوئی
لوگ پھسلے ہوے ہین خرقۂ سالوسی پہ — ہمپہ ظاہر کوئی زاہد کی کرامت نہوئی

۲۰۰ — بدگمان یار سے اے اشک نہایت ہین تنگ — کون سا دن ہے جو ہمپر کوئی تہمت نہوئی — ۱۴

قتل کو میرے کسیکو اے ستمگر بھیجدے — تجھسے اتنا بھی نہو تو اپنا خنجر بھیجدے
آنکھہ اٹھا کر بھی نہ دیکھین تارکِ دنیا تجھے — گر خزانہ بادشاہ ہفت کشور بھیجدے
۴
گھر مین آنیکی اجازت گر نہین دیتا ہمین — دیکھہ لین اپنی ذرا تصویر باہر بھیجدے
طفلِ دل مچلا ہوا ہے گیسوے یار کی — دشمنون مین دوست کو انسان کیونکر بھیجدے
ایک مدت سے تری زلفون کا سودائی ہون مین — موے مژگان کوئی اپنا بہرِ نشتر بھیجدے
اس برہمن زاد کو بھی آج دیدے اے بتا — اپنے صدقے کا کوئی تیلا فسونگر بھیجدے
لاشِ مردون سے پڑی ہے کوچۂ دلدار مین — کوئی اتنا بھی نہین اٹھواکے جو گھر بھیجدے

اُس لبِ شیرین کے بوسونکی خدا سے ہی دعا
یاد مین خالِ سیہ کی کہا کہ شب کو سو رہون
بعد مردن حیف اِتنا بہی نہ اُس گل سے ہوا
در پہ آ بیٹھے ہین اب تو اس ستم ایجاد کے
بزم مین کب تک ترا حسرت سے منہہ دیکہا کرین
ذبح کر ڈالے نہ قاصد کو کہین صدمے سے مری

کیا عجب جو وہ شکر خور نکوت شکر بہیجدے
کوئی ہیرے کی کنی تل کے برابر بہیجدے
قبرِ وحشی پر کبہی پہولونکی چادر بہیجدے
خود بخود آئین گے جہان چاہے مقدر بہیجدے
ایک تو ساقی اِدہر بہی مے کا ساغر بہیجدے
مین جواب خط سے گذرا وہ کبوتر بہیجدے

۲۰۱	**اشک** بیمارِ محبت کو وہی اکسیر ہے خاک دروازے کی اپنی وہ اُٹہا کر بہیجدے	16

صبحِ وصلت ہے فراقِ جان و تن نزدیک ہے
رنگ لائے یہ مرادِ پروانہ پن نزدیک ہے
اپنے مرنے کی خوشی کیونکر نہ مجہہ وحشی کو ہو
دیکہکر رفتار اُسکی ہے خجل طاؤس باغ
سبزۂ خط پر تو مائل ہے بہت او طفلِ دل
ہوتا ہے خالِ سیہ پر لب کے مسی کا گمان
زلف و رخ کو دیکہکر اُس شوخ کی کہتے ہین لوگ
دو قدم کا راستہ ہے کیجیے سیرِ عدم
آج تو تیر سہ پہلو میرے دل پر بہی لگا
جو وہان حاصل ہے وہ مطلب یہان بہی ہے حصول
ہے ہمین اصرار وصلت مین انہین انکار ہے
اپنے کوچے مین مجہے گڑنے نہین دیتا وہ شوخ

گورکن کو بہی بلا بہیجین کفن نزدیک ہے
پہاڑ کر نکلون گریبانِ کفن نزدیک ہے
قبر سے کہتے ہین جنت کا چمن نزدیک ہے
بہولجائے کبک بہی اپنا چلن نزدیک ہے
دیکہکر چل راستہ چاہِ ذقن نزدیک ہے
نکتہ بین سمجہین اُسکو اب دہن نزدیک ہے
کیا حلب سے دیکہنا ملکِ ختن نزدیک ہے
ملکِ ہستی سے نہایت ہی وطن نزدیک ہے
یہ نشانہ تو بہت ناوک فگن نزدیک ہے
بلکہ کعبے سے تو دیرِ برہمن نزدیک ہے
چاک یوسف کی طرح ہو پیرہن نزدیک ہے
کہائین میری لاش کو زاغ و زغن نزدیک

سنتے ہین ہم روئے روشن پر رہیگی اب نقاب	لے دلِ حسرت زدہ صبح کہین نزدیک ہے
گر شہادت ہو نہ قسمت مین تو کوئی کیا کرے	ہم بہی ہین موجود ترکِ تیغ زن نزدیک ہے
دیکھکر اُسکے لب لعلین یہ زلف پر شکن	لوگ کہتے ہین بدخشان سے ختن نزدیک ہے

٢٠٣	**اشک** حاصل ہے ہمین چشم تصور سے وصال دور ہونے پر بھی وہ گل پیرہن نزدیک ہے	٢٤

صبر کا کرتے ہین اپنے امتحان بیٹھے ہوئے
دیکھتے ہین ظلم تیرے آسمان بیٹھے ہوئے
کیا کرین گھر مین اکیلے ناتوان بیٹھے ہوئے
آؤ آہون سے ہلائین آسمان بیٹھے ہوئے
جس طرف جا کر ہوا ہین ایک ساعت اشکبار
اُس طرف کے آج تک ہین سب مکان بیٹھے ہوئے
سامنے چشمِ تصور کے رہین وہ گل سے گال
کیجیئے سیرِ گلستان بوستان بیٹھے ہوئے
قتل اورون کو کرے جا جا کے تو او ترکِ ناز
منھ ترا دیکھا کرین ہم نیم جان بیٹھے ہوئے
ہو چکا ہے دخترِ رز سے عقد جو مجھ رند کا
ہین برائے تہنیت پیرِ مغان بیٹھے ہوئے
رند کرتے ہین بیان کیا کیا مے و مغ کی ثنا
خوب چہکتے ہین ساقی کی دکان بیٹھے ہوئے
پہول نرگس کے چڑہاتے ہین تیری درگاہ مین

ملتے ہین آنکھون سے سنگِ آستان بیٹھے ہوئے
سامنا کرنے کو مجھ نالان سے مرغانِ چمن
اپنی اپنی صاف کرتے ہین زبان بیٹھے ہوئے
چل رہی ہے رشک سے تلوار آپس مین یہان
تم تماشا دیکھتے ہو جانِ جان بیٹھے ہوئے
کُنجِ عزلت مین پڑے رہتے ہین ہم حسرت زدہ
باندھنو باندھا کرین وہ بدگمان بیٹھے ہوئے
صدمۂ فرقت سے راتون کو یہ ٹکرایا ہون مین
ساری دیوارون میں ہین سرکے نشان بیٹھے ہوئے
میرے مرنے سے سگانِ کوے جانان شاد ہین
رات دِن کہایا کرینگے استخوان بیٹھے ہوئے
فصل گل مین آشیانون سے نکلنا ہے محال
بلبلون کی تاک مین ہین باغبان بیٹھے ہوئے
رنگِ زرد اپنا ہنساتا ہے اُنہین بے اختیار
دیکھتے ہین سیرِ کشتِ زعفران بیٹھے ہوئے
اُس کے کوچے سے فرشتے کا گذرنا ہے محال
جس طرف دیکھو اُدہر ہین پاسبان بیٹھے ہوئے
دِل مین دیتے ہین تصور سے حسینون کو جگہ
دیکھتے ہین گھر مین پریون کا سمان بیٹھے ہوئے
ہم تجسس مین پھرا کرتے ہین دیوانون کی طرح

وہ پری وش ہین خدا جانے کہان بیٹھے ہوئے
دیکھکر اُس گل کو یہ نالان ہُوئے مُرغانِ باغ
ہین کئی دِن سے گلوے خستہ جان بیٹھے ہُوئے
ہجر مین اُس حور کے یون دِل کو بہلائین گے ہم
رات دِن دیکھین گے ابوابِ الجنان بیٹھے ہوئے
بس نہین لیکن جدائی شاق ہے احباب کی
دیکھتے ہین کاروانِ رفتگان بیٹھے ہُوئے
کیا ہی دل مین آج جل جل کر ہُما ہوگا کباب
ہم جلاتے ہین جو اپنی استخوان بیٹھے ہُوئے
محوِ حیرت ہین یہ اُس یوسف لِقا کو دیکھکر
بے خودی مین کاٹتے ہین اُنگلیان بیٹھے ہوئے

١٠٣	دیکھکر کہتا ہے دلہاے شکستہ کو وہ شوخ **اشک** ہون تعمیر کیونکر یہ مکان بیٹھے ہُوئے	١٩

جس دل کو نہ الفت بتِ پرفن دیکھے
عقدۂ پروین کو تمنا ہو فدا ہونے کی
سمجھا وہ اِک فلکِ حسن ہر اک در دو خورشید
جلوۂ حسن دکھا کر اسے دیوانہ بنا
جانے کے آئین پرستان سے پری کو کیونکر
کیون نہ پھر اپنا گلا کاٹ کے زاہد مر جائے
ہمنے دیکھی زلفِ بتان جسکو کرے ژلوا

مال کاہے کو نچے گر کوئی رہزن دیکھے
تیرے بازو پہ جڑاؤ جو یہ جوشن دیکھے
جسنے سونے کی ترے ہاتہ مین کنگن دیکھے
ہاتہ دیکھا ہو تو چنگل بھی برہمن دیکھے
ادہرا ادہرا ترا اے یار یہ جوبن دیکھے
ساقیا تیری صراحی سی جو گردن دیکھے
چھوڑ کر کعبے کو وہ دیر برہمن دیکھے

شوق گلگشتِ چمن کا جو ہوا ہی اُنکو
آگے میرے دلِ پرداغ کا گلشن دیکھے

فرقتِ یار مین کیا کیا نہ مجھے رشک ہوا
نخلِ گل پر جو عنادل کی نشیمن دیکھے

اُس سہی قد نے جو ہونٹھون پہ ملی ہی مِسّی
سرو مین آج شگفتہ گلِ سوسن دیکھے

کندنی رنگ سے بچ جائیگا سونے کا ورق
اُسکے ماتھے پہ لگا گر کوئی چندن دیکھے

ناز کی چال سے کی اُسنے قیامت برپا
اپنے کشتون کی سرِ راہ جو مدفن دیکھے

کیا عجب ہر کسی حیلے سے بجھا دے اگر
شمع جلتی ہوئی گر وہ سرِ مدفن دیکھے

کیا دکھاتا ہی فلک اپنا چراغِ خورشید
چوندھیا جائے جو اُسکا رخِ روشن دیکھے

ہجرِ جانان مین عجب طرح بسر ہوتی ہی شب
وہ بھی گھبرائے جو دل کی مرے اُلجھن دیکھے

حسرتِ دید مین آنکھ اپنی لگا دی ہمنے
در و دیوار مین دو ایک جو روزن دیکھے

جیمین آتا ہی جو کچھ پاس ہی خود دے آون
راہ کب تک مری بیٹھا ہوا رہزن دیکھے

چھوٹے اس قیدِ تعلق سے یہ وارفتہ مزاج
برق سے کہدو کہ اگر مرا خرمن دیکھے

۲۰۴	زندگی بھر تو بڑے عیش سے گذری ہی اشک اغنیا کا پسِ مردن کوئی مدفن دیکھے	۱۰

تقدیر کوے یار مین جا کر پلٹ گئی
گو سون زمین پانونکے نیچے سے ہٹ گئی

شاید نقاب اُس رخِ روشن سے ہٹ گئی
جگنو بنی ہی چاندنی ایسی سمٹ گئی

بس چل سکا نہ غیر سے مجھپر برس پڑے
تقدیر آج بیٹھے بٹھائے پلٹ گئی

ملتے ہی زلفِ یار مرا دم نکل گیا
تقدیر یہ بھی کاٹ کے ناگن الٹ گئی

ہم آرزوے وصلتِ جانان مین مر گئے
حد سے زیادہ حرص بڑھی عمر گھٹ گئی

کس طرح دن فراق کا کٹتا ہی دیکھئے
درد و الم مین رات تو مر مٹ کے کٹ گئی

ہم عاشقون کے اور ہی لیل و نہار ہین
فرقت کا دن بڑھا تو شبِ وصل گھٹ گئی

خلخال کی صدا سے ہین مُردے بے غذا ہین
خواب گران سے چونک پڑے نیند اُچٹ گئی

اُسکو بہی روگ ہی تری آنکہون کی دید کا
کچہہ اندنون سے نرگس بیمار لٹ گئی

آتا ہے کیا وہ دیکہنے عیسٰی نفس مرا
بالین پر اپنے موت جو آکر پلٹ گئی

اُس ترک نازنین سے کسے یہ اُمید تہی
گردن ہماری ایک ہی رگڑے مین کٹ گئی

جاتا رہا دماغ سے سوداے زلف یار
موت آگئی کیا کہ پانو کی زنجیر کٹ گئی

پتہر مجہے طلسم محبت نے کردیا
جلاد نے جو تیغ لگائی اوچٹ گئی

الفت نے زلف یار کی آخر کو جان لی
پہانسی کیطرح میرے گلے مین لپٹ گئی

ہمسا بہی بدنصیب نہوگا کوئی بشر
گہر سے وہ آکے پہر گئے قسمت اُلٹ گئی

کہتے ہین دل کو دیکہکے وہ غمزدہ ہین ہم
کیا چیز تہی جگر گرد کدورت سے اَٹ گئی

٢٠٥	اے رشک ایک بوسے پہ ٹہیرا معاملہ وہ جنس دل بہی لے گئے قیمت بہی ہٹ گئی	١٦

آہون سے کیا عجب ہو جو کہسار جل اُٹہے
مین اُف کرون تو گنبد دوّار جل اُٹہے

او ترک آگ ہو تپ غم سے لہو مرا
مانند برگ کاہ نہ تلوار جل اُٹہے

ہو آہ آتشین سے جہنم ہمارا گہر
جو آئے زیر سایۂ دیوار جل اُٹہے

ہین گرمیان یہی جو بت شمع رو تری
ڈر ہی کہین گلے کی نہ زنار جل اُٹہے

آہ شرر فشان سے مری بہاگتے ہین لوگ
بازاریون کو ڈر ہے نہ بازار جل اُٹہے

سوز غم فراق کسی دن اگر بڑہے
تنکے کی طرح اپنا تن زار جل اُٹہے

دیوانہ مجہسا ہی نہین آتش قدم کوئی
پانونکے نیچے آگئے جو خار جل اُٹہے

گرم فغان ہین موسم گل مین جو بلبلین
گلچین کو خوف ہے کہ نہ گلزار جل اُٹہے

چنگاریان تہین آگ کی یا قطرہ ہائے اشک
انجام کار دیدۂ خونبار جل اُٹہے

پُتلا بنا ہے آگ کا وہ ترکِ شعلہ خو
چٹکی مین لے جو تیر تو سوفار جل اُٹھے

کیا آبِ آتشین مین ہے تاثیر ساقیا
بارُوت کی طرح تنِ میخوار جل اُٹھے

ہے یادِ معرکۂ ارنی گوے طور کا
کیا دور ہے جو طالبِ دیدار جل اُٹھے

شعلہ نفس وہ ہون کہ جو بھولے سے بات کی
گھر کے چراغ تک دمِ گفتار جل اُٹھے

اِس درجہ تیز آتشِ گل ہے بہار مین
بلبل یہ جو پھول توڑے تو منقار جل اُٹھے

کہتے ہین لوگ سُنکے مرے نالہاے گرم
ایسا نہو یہ مرغِ گرفتار جل اُٹھے

۲۰۶	ای اشک ہے رقیب کے گھر کی تو کیا بساط عاشق کی آہِ گرم سے کہسار جل اُٹھے	۱۶

بہار آتے ہی داغون سے تن مین آگ لگی
گلون سے چار طرف ہے چمن مین آگ لگی

دھوان یہ پھیل گیا ہے خطِ سیاہ نہین
عجب کی جا ہے کہ چاہِ ذقن مین آگ لگی

نہین یہ ابرِ سیہ دودِ آہ پھیلا ہے
کسیکی آہ سے چرخِ کہن مین آگ لگی

بہار آتے ہی داغِ جنون بھڑک اُٹھے
کہ بعدِ مرگ ہمارے کفن مین آگ لگی

وہ شوخ سرخ دوپٹہ جو سر سے اوڑھے ہے
تو شور ہے کہ خطا و ختن مین آگ لگی

فراقِ یار مین ہے آبِ آتشین جو پیا
ہے آبلو سے ہمارے دہن مین آگ لگی

حنائی پان کی لالی جو اُسنے ہونٹھون پر
یہی گمان ہوا سب کو دہن مین آگ لگی

نہ لی خبر کبھی اگر ہماری غربت مین
ہے یہ مروتِ اہلِ وطن مین آگ لگی

کہین کا ہمکو نہ رکھا برا ہو الفت کا
بلا سے جان ہوی غربت وطن مین آگ لگی

ہوا یہ رشک ترے لعلِ لب کا آخرکار
سنا ہے کانِ عقیقِ یمن مین آگ لگی

جو باندھی سرخ وہان سر پہ یار نے دستار
تپش سے دل کے یہان پیرہن مین آگ لگی

سُنا ہے جو ترے دانتون کی زرق برق کا حال
حسد سے معدنِ دُرِّ عدن مین آگ لگی

لہو کی بوند گری پانو سے کہ چنگاری / ذرا ہوا جو چلی سارے بن مین آگ لگی
بھڑک گیا جو کبھی اُسکا شعلۂ آواز / یقین ہوا کہ تمام انجمن مین آگ لگی
بجھایا آب وضو سے مرا ایک زاہد نے / سنا جو بتکدہ و برہمن مین آگ لگی

۲۰۷	اب اُنکے ہونٹھون کو اے اشک نے نظیر لکھو سنا ہے رشک سے کانِ یمن مین آگ لگی	۱۱

ہردم اِک آدمی وہان اپنا لگا رہے / اُتنا فراق مین تو کسیکا لگا رہے
چرچا کرون جو فصل بہاری مین رات دن / صیاد کے مکان پہ میلا لگا رہے
دس بیس عاشقون کے گلے بھی کٹا کرین / سیندور کا جبین پہ جو ٹیکا لگا رہے
اتنی پلا ہمین مے گلرنگ ساقیا / دو چار دن شراب کا تانتا لگا رہے
بھولین خطِ عذار تو مژگان کی یاد ہو / دلمین ضرور ہر کوئی کانٹا لگا رہے
اِکدن پلائین زاہدِ مغرور کو شراب / بھر دو دن کی نفل جو یہ دھبا لگا رہے
دو نامے دو پرون مین کبوتر کے باندھیے / اِک گر پڑے تو دوسرا نامہ لگا رہے
جلاد اس صفائی سے گردن پہ وار کر / بل تیغ مین نہ آئے نہ لگا رہے
راحت اِسی مین ہے ترے ایذا پسند کو / تیزاب کا جو داغ پہ پھاہا لگا رہے
بھولے کبھی نہ اُس بتِ ترسا کی دل سے یاد / ہردم خیال زلفِ چلیپا لگا رہے

۲۰۸	فرقت مین تذکرہ رہے اُس بیوفا کا اشک دِل رات بھر اِسی مین ہمارا لگا رہے	۱۱

گھبرا کے جان ہجر مین تن سے نکل نہ جائے / یہ عندلیب زار چمن سے نکل نجائے
کیون جانکنی سی ہوتی ہین فرقت مین ہاتھ پانو / اِک دفعہ دم سمٹ کے بدن سے نکل نجائے
گلچین پکارتے ہین یہ فصلِ بہار مین / گل لیکے عندلیب چمن سے نکل نجائے

رہتا ہون اُنکے سامنے خاموش اس لئے
آتا ہو بے نقاب وہ مہ پارہ بزم مین
ہشیار دل سے آچکا ہو کاروان خیال
آواز اپنی مجکو سنائین نہ بعد مرگ
غیر دینسے پہلے مجکو نشانہ کرے وہ تیر
وحشی کو تیرے در پہ نہ ہٹنے دے جب کوئی
دنیا کے مخمصون سے ملے کس طرح نجات

ہیکار کوئی بات دہن سے نکل نہ جائے
شرمندہ ہوکے شمع لگن سے نکل نہ جائے
یوسف تمہاری چاہ ذقن سے نکل نجائے
مردہ کہین تڑپ کے کفن سے نکل نجائے
ڈر ہو کہ تیر اُدھر کہین سن سے نکل نجائے
بیچارہ کیا کرے جو وطن سے نکل نجائے
جب تک غریب دار محن سے نکل نجائے

۲۰۹

اے اشک چرخ باز نہ آئیگا ظلم سے
جب تک کہ جان اپنی بدن سے نکل نجائے

۱۸

کونچین کٹ جائین جو پہلو مین رقیب آ بیٹھے
در پر اُس ترکِ جفا جو کے جو ہم جا بیٹھے
مرضِ عشق کا کچھہ بھی نہوا اُن سے علاج
مر گیا ہو نہ تڑپ کر کہین بیمار فراق
دیکھکر سبزۂ خط ہو دلِ مضطر ٹھہرا
کیا ہی طی راہ عدم ہو گئی آسانی سے
قتل کا حکم ہو عشاق کے کٹتے ہین گلے
جل گئے فرقت مین تری یار جو مین آہ کرون
بادشاہی سے ترے در کی گدائی بہتر
مال و زر خرچ کیا ہو تو یہ ہاتھ آئے ہین
رنگ گہرا ترے محفل کا نظر آتا ہے

ہم بھی ہین آج ترے سر کی قسم کہا بیٹھے
جھک گئے پیری سے کمان ہو گئے اِتنا بیٹھے
مُنھہ ہی دیکھا کیئے پہلو مین مسیحا بیٹھے
چل کے دیکھو یہان گھبرا رہے ہو کیا بیٹھے
اِسی بوٹی سے یقین ہو کہ یہ پارا بیٹھے
دم کہین پر لیا ہمنے نہ کہیں جا بیٹھے
دیکھتے ہین سرِ بازار تماشا بیٹھے
اُڑ اُڑا کر ابھی یہ گنبدِ خضرا بیٹھے
خود اُٹھا دین جو کبھی سر پہ ہما آ بیٹھے
تجکو الفت مین جو سمجھو تھی ہین دنیا بیٹھے
غیر اُٹھ جائے جو پہلو سے تو تنہا بیٹھے

مار ڈالیں گے یونہیں ہجر کے صدمے اکدن
کھا رہے ہیں الم و درد کلیجا بیٹھے

جلوۂ حسن بتاں ہمکو نظر آہی گیا
منہہ پہرا کر جو کبھی سوئے کلیسا بیٹھے

جائیں شادی کی جو محفل میں تو ہو بزم عزا
دلِ محزوں یہ کوئی لیکے کہاں جا بیٹھے

دوست تک بہول گئے شکل مری فرقت میں
متعجب ہوا جسے کہیں دیکھا بیٹھے

سخت جانی سے کسیطرح نہ یہ دم نکلا
تیغ کے ہاتھ مرے جسم پہ کیا کیا بیٹھے

خاک تک کرچکا برباد مری بعد فنا
اب تو آرام سے ہے چرخ ستم آرا بیٹھے

۲۱۰

ہو چکی پردہ دری عشق کے ہاتھوں ای اشک
کیا ہر اب چھپ کے اگر لاکھ زلیخا بیٹھے

۱۳

رونے کی فراق میں جو خو کی
نہریں بہیں چشم سے لہو کی

چھریاں تہیں نگاہیں جنگجو کی
کٹ کٹ گئی ہیں رگیں گلو کی

الفت اُس زلف مشکبو کی
زنجیر بنی مرے گلو کی

پوچھو نہ دل و جگر کی حالت
بوندیں ہیں اِدہر اُدہر لہو کی

موسیٰ کو نصیب کب ہوئی دید
باتیں ہیں یہ مرے رو برو کی

بے وجہ نہیں ہر ہر ذرہ سرخ
پچکاریاں سب ہیں یہ لہو کی

کیونکر اکھڑا رہے مری خاک
چلتی ہیں ہوائیں چار سو کی

کیا کیا اُسے چرخ نے مٹایا
جس چیز کی ہمنے آرزو کی

جب آگیا ذکر گیسوؤں کا
الجھی ہوئی اُسنے گفتگو کی

موسیٰ ہی سے تہی یہ لن ترانی
ہمسے نہ کبھی یہ گفتگو کی

کیا زخم جگر میں چبھہ رہے ہیں
مژگاں ہیں کہ سوئیاں رفو کی

رو رو کے بہا دی گردِ الفت
ترکیب نئی ہے شست و شو کی

۲۱۱	ہر اک سے بگاڑ کیون نہو اشک صحبت مین رہے ہین تند خو کی	۱۸

کوئی اپنی جگہہ بے خود کوئی بسمل کی صورت ہے
وہ گاتے ہین یہان کچھ اور ہی محفل کی صورت ہے
گھلا جاتا ہے سوزِ غم سے کچھ یہ دل کی صورت ہے
ہر سارے موم کی نرمی بظاہر سِل کی صورت ہے
اِدہر دردِ محبت اُس طرف داغِ غمِ فرقت
کلیجے کا تو وہ عالم ہے اور یہ دِل کی صورت ہے
پئے سیر و تماشا ایک دن تو جلوہ فرما ہو
ہمارا دِل بھی او لیلی ادا محمل کی صورت ہے
ذرا اُلفت تو کر دیکھے کوئی زہرہ جبینون سے
کنوان جو ہر زمانے مین چہِ بابل کی صورت ہے
ہر نقشا ایک لیکن فرق ہے ادنی و اعلی کا
حبابِ بحر کو دیکھا تو وہ بھی دِل کی صورت ہے
نہین یہ اشک آنکھون سے کہ بڑہکر تا گلو پہنچے
گریبانِ قبا اپنا لبِ ساحل کی صورت ہے
بہا کرتے ہین آنسو دیدۂ تصویر سے ہر دم
جو دیکھیگا وہ کہدیگا ترے مائل کی صورت ہے
ہوئی خود رفتگی سی دیکھتے ہی اہلِ محشر کو
حقیقت مین غضب پیاری مرے قاتل کی صورت ہے

کتان کی طرح اک دن چاک ہوگا جامۂ ہستی
ابھی سے داغ دل اپنا مہ کامل کی صورت ہے

پڑا رہتا ہوں مردے کی طرح دن رات فرقت میں
مرا بیت الحزن بھی گور کی منزل کی صورت ہے

جدائی میں ہوا اک زہرہ جبین کے عیش تلخ اپنا
چہ نخشب بھی نظروں میں چہ بابل کی صورت ہے

جہان میں بے طلب کسکو در مقصود ملتا ہے
صدف کو دیکھ لے غافل کف سائل کی صورت ہے

ہوا کے دیکھنے والے ہیں سارے طالب دنیا
اسی جانب کو ڈھلتے ہیں جدھر حاصل کی صورت ہے

خدا جانے کہ ہے کیا چیز یہ بیماری الفت
نہ دق ہی کی علامت ہے نہ کوئی سل کی صورت ہے

جدائی میں تری اس حال کو پہنچے ترے عاشق
جو مرنے سے بچا وہ طائر بسمل کی صورت ہے

جدائی کے تری رنج و الم ہم سے نہ اٹھیں گے
بتاشے کی طرح گھلتا ہوا اب یہ دل کی صورت ہے

۲۱۴	سیہ کاری ہماری اشک بڑا ہکر رنگ لائیگی ابھی تو یہ سویدا اپنے دل کا تل کی صورت ہے	۹

نصیب ہجر ہوا وصل یار کے بدلے
غم و الم سے جدائی کے جان نکل جاتی

خزان نے شکل دکھائی بہار کے بدلے
جو آتی موت شب انتظار کے بدلے

پس از فنا بھی وہ نفرت زدہ ہوں بالم ہیں
زمیں ہٹتی ہے پیچھے فشار کے بدلے

ثمر ملا یہ محبت کا بعد مرنے کے
ہما نے بھیجدی اک حور یار کے بدلے

دکھائی دیتی سکندر کو یاس کی صورت
جو ہوتا آئینہ لوحِ مزار کے بدلے

اثر یہ الفتِ گیسو کا ہے بعدِ فنا
ملی ہے سانپ کی بانبی مزار کے بدلے

جو عشق خال و خط زلف و رخ میں خاک ہوئے
ہزار رنگ ہمارے غبار کے بدلے

وصال میں بھی وہی کرب و اضطراب رہا
کبھی نہ رنگ دلِ بیقرار کے بدلے

چلے جہان سے پُرارمان ہزار حیف اے اشک
نہ رنگ گردشِ لیل و نہار کے بدلے

۲۱۳ — ۱۳

غلط سمجھے تھے وہ سب جو ہمیں گمراہ سمجھے تھے
معاذ اللہ کب اُس بت کو ہم اللہ سمجھے تھے

نہ صدمے اُٹھ سکے فرقت کے دم پر بن گئی آخر
غمِ دوری کو ہم پہلے ہی سے جانکاہ سمجھے تھے

کلیجا تھام کر ہاتھوں سے وہ غش ہو گئے آخر
نہایت بے اثر جو ناتواں کی آہ سمجھے تھے

حقیقت امتحاں میں کھل گئی پیرِ طریقت کی
بہت عشقِ مجازی کو وہ سیدھی راہ سمجھے تھے

بڑی اس مرتبہ جو مل گئی صبحِ قیامت سے
فراقِ یار کی ہم رات کو کوتاہ سمجھے تھے

ہوا فرہاد ہی سے طے نہ مجنوں کے قدم ٹھیرے
ہمارے دشتِ وحشت کو بھی رہگاہ سمجھے تھے

گئی سوئے عدم عشاق اُنکے جان دے دیکر
یہ شاید کوچۂ قاتل کو بازیگاہ سمجھے تھے

کبھی عاشق کے حالِ زار پر بت کو نہ رحم آیا
حقیقت میں وہ پتھر تھا جسے اللہ سمجھے تھے

مرادِ دل کسیکی آجتک تجھ سے نہ بر آئی
صنم ہم تو بڑی فیاض یہ درگاہ سمجھے تھے

یہ عزت کس گدا سے پائی ابراہیم ادہم نے
گدا وہ تیرے در کا تھا جسے ہم شاہ سمجھے تھے

تصور اک بتِ مغرور کا دل میں سمایا ہے
خیالِ غیر سے خالی یہ بیت اللہ سمجھے تھے

ڈبویا اس خیالِ خام نے بحرِ ندامت میں
محیطِ رحمتِ حق ہم تو اک چاہ سمجھے تھے

٢١٤	خوشی حد سے زیادہ موت کا باعث ہوئی آخر نہ اشک انجام وصل یار کا ہم آہ سمجھے تھے	٢٩

ہر اک سے چھپ کے ہین ایسی جگہہ وہ جان جان بیٹھے
تماشا دیکھتے ہین سارے عالم کا جہان بیٹھے
بندھا ہے رنگ کچھ اب کے نیا فصل بہاری مین
خدا چاہے تو واعظ کی جگہہ پیر مغان بیٹھے
زمانے مین چلن ہے آج کل بادہ پرستی کا
ہر اک کے قلب پر ہین سکّۂ پیر مغان بیٹھے
خرابات مغان کے کیا بیان اوصاف ہون ہم سے
سرون پر ابر رحمت چھا گیا آکر جہان بیٹھے
ہے مغ کا فیض جاری چار سو فصل بہاری مین
گدا کے بھیس مین زاہد بھی ہین زیر دکان بیٹھے
بتاؤن کیا سبب او ترک اپنی بیقراری کا
ترے تیر نگاہ ناز ہین تا استخوان بیٹھے
ہجوم عام ہین کیون گھر سے اپنے نازنین نکلے
سراپا جسم پر پائے نگہہ کے ہین نشان بیٹھے
نہین نے موسم گل مین ہمین کیا کیا ستایا ہے
خزان مین اپنا سر پیٹا کرین اب باغبان بیٹھے
یہی دھڑکا ہر گھر غیرون کے اُنکے گھر سے ملحق ہین
نہین معلوم مرغ نامہ بر جا کر کہان بیٹھے

شراب آتشین فرقت مین پینے کی سزا پائی
کہ اک مدت مین ہین تبخالہ کام و زبان بیٹھے
ملی ہے وہ حلاوت وصلت دلدار مین ہمکو
یہی کہتا ہر دل چوسا کرین اُنکی زبان بیٹھے
کسی نے اس دل مجروح پر گویا نمک چھڑکا
جو حسن و عشق کی سُننے کو اک دن داستان بیٹھے
نہ روئین کس طرح ہم تلاش یوسف دل مین
برس جاے یہ ابر تر تو گرد کاروان بیٹھے
ہلاکت مین ہماری ذات سے سارا زمانہ ہے
اُٹھے طوفان اشکون کا جو آہون کا دُہوان بیٹھے
بہلا اس چرخ بے بنیاد کی تو کیا حقیقت ہے
تماشا ہے جب آہون سے ہماری لامکان بیٹھے
بیان ہونے لگے دونون طرف سے درد دل اپنے
چمن مین ہم جو بلبل کے قریب آشیان بیٹھے
نہ یہ کم بخت اپنی کج روی سے باز آئے گا
قیامت آئی سمجھیے جو تھک کر آسمان بیٹھے
سوا اس کے نہین کچھہ کام ہم وحشی مزاجون کا
اُڑاتے ہین گریبانون کی اپنے دھجیان بیٹھے
قیامت تک بتون کی زلف کا سودا نجائیگا
یونہین ہم دل کی سلجھایا کرینگے گتھیان بیٹھے

کئی دن سے ہماری بیقراری کا یہ عالم ہے
جگر پر تیر پڑ جائے کوئی جیسے سنان بیٹھے

غم و رنج و الم حسرت بھرے ہین خانۂ دل مین
کوئی مہمان جو گھر مین آئے تو کہیے کہان بیٹھے

لگے پتھر برسنے وحشیون پر سقفِ گردون سے
کسی دن جا کے بھولے سے جو زیرِ آسمان بیٹھے

خرابی کے ہمارے دیدۂ گریان ہوے باعث
محلہ سارا ویران ہو گیا اِتنے مکان بیٹھے

محبت کے سبب جوڑا کی صورت سے رہے وہ ہم
اُٹھے تو ساتھ اُٹھے اور جو بیٹھے تو اَمان بیٹھے

نہ ملنے کا سبب پوچھو نہ اپنے خستہ حالون سے
وہین کے ہو رہے جس جا تمھارے ناتوان بیٹھے

ابھی تک تو ہر اک خاتمہ بالخیر ہو جاتا
سہارے سے تری بیداد کے ہین نیم جان بیٹھے

بتون کے ہجر مین یون رو کے کہو یا چشم گریانکو
کہ جیسے فصل باران مین کہین کوئی مکان بیٹھے

حوالے کر دیا درد و الم کے دِل جگر اپنا
جو کچھہ موجود وہ کھا رہے ہین یہ مہمان بیٹھے

۱۶	جبین سائی کی حسرت کے گئے اے اشکبار اُس در تک بہت بگڑا جو ہم جا کر قریب پاسبان بیٹھے	[illegible]

صبحدم چلمن سے رخسارے نظر آنے لگے
ہر تماشائی کو ہی تارے نظر آنے لگے

ہجر مین گھبرا کے سیر باغ کو جس دن گیا
گل سبد مین مجکو انگارے نظر آنے لگے

مہوشونکو کوچہ گردی سے نہین دم بھر فراغ
تھے جو ثابت اب وہ سیارے نظر آنے لگے

تب خبر لی یار نے اپنے مریض ہجر کی
موت کے آثار جب سارے نظر آنے لگے

فصل گل مین جوش کھا کھا کر ابلتی ہی شراب
مے کے شیشے صاف فوارے نظر آنے لگے

عشق مین چاہ زنخدان کے ہوا یہ ناتوان
مور کے سوراخ اندارے نظر آنے لگے

اضطراب دل سے ہلتے ہین شہیدونکے مزا
ہر طرف مقتل مین گہوارے نظر آنے لگے

ایک بوسے مین حلاوت اسقدر حاصل ہوئی
صاف دونون لب شکر پارے نظر آنے لگے

جسکو دیکھا وہ گرفتار طلسم حسن ہے
سب مجھے آفت ہی کے مارے نظر آنے لگے

کاتب اعمال نے لکھا ہی کیا کیا جھوٹ سچ
نامۂ عصیان کے پشتارے نظر آنے لگے

خوب رو یا جا کے مین بھی قصر کیکاؤس مین
جا بجا اٹھے جو نقارے نظر آنے لگے

میری جانب سے مقرر یار کو کھٹکا ہوا
اسطرف بھی اتو ہر کارے نظر آنے لگے

کیون کیا افسوس مین لے یار سیر باغ کو
گل مری آنکھو مین انگارے نظر آنے لگے

کیا کھلے ہین تیرے وارفتہ براہ عشق کا
پیکر تصویر بیچارے نظر آنے لگے

۲۱۶	اشک کیا فتنے خرام ناز سے انکے اٹھے حشر کے آثار جو سارے نظر آنے لگے	۲۰

جشن وصال یار ہے دور شراب ہے
نوروز بھی ہے اور شرف آفتاب ہے

کیا جانیئے کہان دل پر اضطراب ہے
سچ تو یہ ہے غریب کی مٹی خراب ہے

دو روز بھی رہا نہ حسینونکا رنگ روپ
کس درجہ بے ثبات یہ عہد شباب ہے

روئے گلرو کی یاد مین جب گھر مہک گیا
آنسو نہین ہین چشم مین عطر گلاب ہے

آشوب چشم سے ترے ساقی ہر دلمین داغ
کہتے ہین نرگسی جسے یہ وہ کباب ہے

کیا اعتبار زندگی مستعار کا
انسان کی ہست و بود یہ نقش بر آب ہے

پھیلی ہر روئے یار کی دریا مین روشنی
پر نور قمقمے کی طرح ہر حباب ہے

ہر ذرہ اُسکے عارض روشن کے سامنے
سورج مکھی کا پھول ہے یا آفتاب ہے

چارون طرف فساد ہے فتنے ہین جا بجا
آشوب چشم یار سے عالم خراب ہے

کس طرح جلوۂ رخ جانان نظر پڑے
ضعف بصر ہمارے لئے خود حجاب ہے

کیا تیز ہو نہ آتش رنگ حنا ہے آج
ساقی کے ہاتھ مین بط مے تک کباب ہے

نکلی جو روح تن سے گھروندا بگڑ گیا
انسان ہر اک اسیر طلسم حباب ہے

آہون سے ہجر مین ہر زمانہ اُلٹ پلٹ
جو چیز جس جگہ ہے اُسے انقلاب ہے

کوٹھے پہ چاندنی مین کھڑا ہے وہ مہر وش
کہتے ہین سب قران مہ و آفتاب ہے

برعکس آج کچھ نظر آیا معاملہ
ہین جانکنی مین ہم تو اُنہین اضطراب ہے

انگیا کی ہین کٹوریان گلنار عکس سے
دو قمقمون مین نور کے گویا شہاب ہے

شرمندگی جو اپنے گناہون سے ہے مجھے
اشکون کی رات دن یہان منہ پر نقاب ہے

ہین لن ترانیان ارنی گوے طور سے
معشوق بے نیاز ہے حاضر جواب ہے

کہتے ہین منہ مین اُس لب نازک کو دیکھ کر ہم
منقار عندلیب مین برگ گلاب ہے

۲۱۷	**امیر اشک** بادشاہ سے دبتے نہین فقیر تکیہ جو آستان رہ بوتراب ہے	۱۴۳

ہوے ذلیل جو دولت کی جستجو مین رہے
گہر کی طرح سے ہم حفظ آبرو مین رہے

نہ اپنے خانہ بدوشون کا پوچھیے احوال
بسر کی رات کو شبنم مین کُہلو اوس مین رہے

کیا بہار میں صیاد نے حلال مجھے
یقین ہے بوے گل تر مرے لہو میں رہے

فریفتہ ہوں ازل سے میں سبزہ رنگوں کا
عوض شراب کے سبزی مرے لہو میں رہے

نقاب رخ سے ہٹاے نہ وقت ذبح جو ترک
ہماری جان بھی اٹکی ہوئی گلو میں رہے

کبھی دکھایا نہ بے پردہ اپنا جلوۂ حسن
تمہارے دید کی موسیٰ بھی آرزو میں رہے

خبر نہیں کہ بہار آئی کب گئی کس دن
جنوں کا جوش رہا شغل ہاو ہو میں رہے

سوال دید سمجھ کر کیا نہ موسیٰ نے
ذرا لحاظ بھی انسان کو گفتگو میں رہے

غم فراق صنم سے نجات دے اے موت
کہاں تلک اب کوئی وصلت کی آرزو میں رہے

عزیز جان رہے صیاد کے دو بلبل میں
کہ اپنے گھر کی طرح خانۂ عدو میں رہے

ہمیشہ یار کی تصویر پاس رکھیں گے
کہ ہول دل کا یہ تعویذ ہی گلو میں رہے

مقطع
بتوں کی زلف کے سودے میں قتل ہوتا ہوں
عجب نہیں کہ سیاہی مرے لہو میں رہے

۲۱۸
موا ہوں عشق میں اک بحر حسن کے اے اشک
یہ آرزو ہے کہ میت بھی آبجو میں رہے
۲۷

عشق میں پیدا عدو سے جان کے لالے ہوگئے
عقرب جرارہ ہندی سانپ پالے ہوگئے

وحشت دل کی مری اللہ رے آتش پائیاں
گرم آہوں سے ہرن جنگل میں کالے ہوگئے

کاوشیں کرنے لگیں جب شوخیاں مژگان صنم
قتل پر تیار دو جنگی رسالے ہوگئے

دھیان میں دانتوں کا کیا اشک مسلسل ہیں رواں
دو گھڑی میں موتیوں کے ڈھیر پالے ہوگئے

بجلیوں کے ساتھ پہنیں یار نے جو بالیاں
ماہ نو کے گرد دو چھوٹے سے ہالے ہوگئے

اسقدر سوز الم کی ہے حرارت جسم میں
تیغ کے منہ میں لہو لگتے ہی چھالے ہوگئے

طے کیا جو وادی وحشت کو میں نے سر کے بل
پاؤں کے بدلے مرے تالو میں چھالے ہوگئے

مال دنیا روسیاہی کا سبب کیونکر نہو
دیکھلو چھونے سے جسکے ہاتھ کالے ہوگئے

ہجر کی آئیں شبیں گذرے وہ ایام وصال
ہو چلے تہے خشک داغ دل پہر آلے ہو گئے

نعمتیں دنیا کی تہیں موجود جن کے واسطے
خود دہان گور کے وہ سب نوالے ہو گئے

ہیں ازل سے عاشق و معشوق میں ازدوبانہ
خندۂ گل صبحدم بلبل کے نالے ہو گئے

مدفن عشاق مر کر کوے جانان میں بنے
مستند جنت کے اب گویا قبالے ہو گئے

کون ماتمدار اپنا وادی غربت میں تہا
دیدۂ گریان ہمارے رونے والے ہو گئے

لطف دیتے ہیں زوال حسن میں موے سفید
کیچلی افعی بدل کر کوڑیالے ہو گئے

ص کوچۂ جانانکا اللہ رے شرف مرنیکے بعد
داخل جنت وہانکے رہنے والے ہو گئے ص

کہو کے اک نور نظر کو ہو گئے بیکار ہم
روتے روتے راتدن آنکہوں میں جالے ہو گئے

بت پرستی کا زمانے میں ہوا ایسا رواج
مسجدونکی جا محلوں میں شوالے ہو گئے

دل کی دل میں رہگئیں افسوس ساری حسرتیں
ہجر جانانہ میں ہمیں جینے کے لالے ہو گئے

چشم فتانہ پر ہوے مائل گرفتاران زلف
قتل کو جلاد کے قیدی حوالے ہو گئے

تہی کہاں کی دشمنی کیا جانیئے صیاد کو
بلبلوں کے خون سے لبریز تہالے ہو گئے

میری آنکہوں میں پہرا کرتا ہے وہ بوٹا سا قد
نخل گل کے دیدہ پرآب تہالے ہو گئے

رند بد قسمت جو ہیں انکو نہیں لطف بہار
پارہاے ابر تر روئی کے گالے ہو گئے

بزم ماتم ہجر ساقی میں ہوئی بزم نشاط
ساغر مے زہر کے مجکو پیالے ہو گئے

کی جو خوش چشموں کی الفت میں فقیری اختیار
رشک آہوے تتار مرگچھالے ہو گئے

دل بتوں کی جلوہ گاہ ناز کہلانے لگے
گہر خدا کے تہے کبھی اب تو شوالے ہو گئے

کوئی دم آنسو فراق یار میں تہمتے نہیں
یہ تو ساونکی جہڑی ہا دونکے جہالے ہو گئے

چار دن بیمار کو گویا سنبھالے ہو گئے

زندگی بھر تو حسینوں کی محبت نہ گئی | بعد مردن بھی مرے سر سے یہ آفت نہ گئی
کوئے جاناں میں جو مدفون ہوا میں قتل کے بعد | روح قالب سے نکل کر سوئے جنت نہ گئی
دفن ہونے نہ دیا کوچۂ جاناں میں مجھے | قتل ہونے پہ بھی غیروں کی عداوت نہ گئی
سچ کہا ہے کہ برا ہوتا ہے دل کا بھی لگاؤ | ہو گئی ترک ملاقات محبت نہ گئی
تپ غم دیکھیے مرنے پہ بھی جائے کہ نہ جائے | ہڈیوں سے مری اب تک تو حرارت نہ گئی
فتنہ برپا ہوا بھولے سے جدھر جا نکلا | کہاں قدموں سے لگی اُسکی قیامت نہ گئی
قبر پر چادر کمخواب ہے روشن ہیں کنول | بعد مرنے کے بھی منعم کی امارت نہ گئی
عمر بھر خاطرِ غمگین میں رہی گردِ ملال | دِل ہو یا شیشۂ ساعت کہ کدورت نہ گئی
حسرت و یاس سے دیکھا کیے منہ قاتل کا | آرزوے وصل کی تا روز شہادت نہ گئی
رخ روشن نے ترے منہ کو لگایا دھبا | منہ بھی دھونے سے سیاہی کی علامت نہ گئی
جانتے گر تو نہ دیدار کے طالب ہوتے | فکر موسیٰ کی بھی تا کنہ حقیقت نہ گئی
جہاں مارے دم پرسش طبقاتِ دوزخ | کس جگہ ڈھونڈنے مجکو تری رحمت نہ گئی
عشق کا راز نہ کس طرح سے افشا ہوتا | میرے چہرے ہی سے زردی کی علامت نہ گئی
غم رسیدہ ہی جہاں چھیڑ دیا پھوٹ بہا | دِل دکھانے کی تمہاری بھی عادت نہ گئی
آنکھیں جو دیکھ کے میت کی یہ فرماتے ہیں | گئے دنیا سے مگر دید کی حسرت نہ گئی
خون ہوتا ہی رہا ایک نہ اِک حسرت کا | تیرے کوچے سے کسی روز سلامت نہ گئی
رنگ اچھا نہیں کچھ دل کا خدا خیر کرے | حسنِ گل صرفِ خزاں ہو گیا وحشت نہ گئی
دِل نے کب رنج و غم ہجر سے فرصت پائی | گھر سے رونق ہوئی کس روز مسرت نہ گئی
بڑھکے پہنچی ہر وہاں یار تری لطف رسا | جہاں اربابِ کرم کی کبھی ہمت نہ گئی

آب شمشیر نے جلاد کی ٹھنڈا کیا تو کیا
دل سے لیکن تپش غم کی حرارت نہ گئی

حل معمّا تو دہن کا کسی صورت نہوا
کمر یار کے مضمون کی بہی دقت نہ گئی

۲۲۰

لاکھ گردون نے کیا **اشک** ہمین خوار و ذلیل
اہل دولت سے رُکے رہنے کی عادت نہ گئی

۲۴

غوطہ زن بحر مین گر وہ چمن آرا ہو جائے
ہر حباب لب جو پہول کنول کا ہو جائے

عشق گیسو مین نہ مجکو کہین سودا ہو جائے
جان آفت مین پڑے سب کو تماشا ہو جائے

مضمحل ہو دل بیتاب تو اچھا ہو جائے
کیمیا ہو کہین کشتہ جو یہ پارا ہو جائے

آہین کرتا ہون جو مین غم سے تو ہلتی ہے زمین
کرون نالے تو خدا جانے ابہی کیا ہو جائے

بادہ نوشی کا خیال آئے چمن مین جو تجھے
شاخ پر غنچۂ گل کہل کے کٹورا ہو جائے

آبرو کہو نہ جگہ دیکے بتون کو دلمین
کہین ایسا نہو کعبہ یہ کلیسا ہو جائے

مجھسا دیوانہ بہی دنیا مین کوئی کم ہوگا
اب بہی ہے خوف کہ سایہ نہ پرکا ہو جائے

چشم فتان سے اشارے جو کرے وہ شب وصل
پتلیون کا مری آنکھونکو تماشا ہو جائے

ہجر جانان مین ڈبو دے کہین طوفان سرشک
پار دریائے الم سے مرا بیڑا ہو جائے

دیکھکر عارض رنگین کو ہر اک گل ہو سفید
سنبل تر پہ یہ گیسو ترا طرہ ہو جائے

چار دیوار عناصر یہ نہ بھول اے غافل
کہین ایسا نہو لڑکو نکا گہروندا ہو جائے

لاکھ ایذا ہو سمجھتا ہون اُسے مین راحت
درد پہلو کا مرے واسطے تکیا ہو جائے

وصل مین بھول کے آہ شرر افشان جو کرون
رخنہ سب پہل کے مقیش کا سہرا ہو جائے

عشق گیسو مین تو ماؤف ہو بد تسے دماغ
سنبل الطیب سنگہا دو ابہی سودا ہو جائے

رخ پر نور یہ ہے کسکو بہلا تاب نظر
بے حجابانہ چلے آئیے پردا ہو جائے

کب کسی جا ہے قرار اُس بت ہر جائی کو
اب تصور بہی جو آئینے چھلاوا ہو جائے

خاصیت بوم کی اب غیر نے پیدا کی ہے
جائے جس جا قدمِ نحس وہ صحرا ہو جائے

نغمہ سنجانِ چمن میں ہوں وہ شیرین گفتار
قفس اپنا جہاں رکھدیں وہیں میلا ہو جائے

بدنِ صاف کی اللہ رے نزاکت اُسکی
عکس ہائے نگہ شوق سے میلا ہو جائے

شمعرویوں کی محبت میں جو میں گل کہاؤں
پر پروانہ ہر اک داغ کا پھاہا ہو جائے

سخت جان ہوں جو کروں نذر ہی خود سر اپنا
نیمچہ پڑتے ہی جلاد کا دونا ہو جائے

معجز حسن ہے اُس بت کے یہ کچھ دور نہیں
کفِ رنگین سے نمایاں یدِ بیضا ہو جائے

رخِ رنگین کو ترے دیکھ کے ہوں زرد ایسے
کہیں کے ہر غنچۂ گل شاخ پہ گیندا ہو جائے

۲۲۱ — ۲۴

راتدن اشک یہی حق سے دعا ہے اپنی
گھر میں آنے کا رقیبوں نے محلکا کیا ہے

نکلنے کٹنے لگے جس سمت سے وہ جانجہان نکلے
ہوی برپا قیامت جا بجا گھر سے جہان نکلے

ہوئی منظور جب ہمکو سگِ جانان کی مہمانی
لحد کو توڑ کر باہر ہماری استخوان نکلے

ترقی پر حرارت سوزشِ دل کی ہے از روز افزون [?]
کروں گر بات منہ سے شعلۂ آتش فشان نکلے

دو روزہ صفحۂ عالم پہ ہیں منقوش تصویریں
زمیں کھودی جہاں وہ چار قبروں کے نشان نکلے

نہ ہو قدرِ سخن کیونکر ہمارے قدردانوں کو
عزیزِ خلق ہو گر جانور شیرین زبان نکلے

وہ بلبل ہیں کہ پکڑ کر لے چلا صیاد جب ہمکو
اُڑاتے خاک سر پر گلستانسے باغبان نکلے

نظر آئی جو ابرو اُسکی رونا تھم گیا اپنا
ٹھہر جاتا ہے مینہ بھی آسماں پہ جب کمان نکلے

لفافہ کھل گیا لبکے بریں ہے پارسائی کا [?]
جنہیں زاہد سمجھے تھے وہی پیرِ مغان نکلے

خیالِ حق پرستی ہی رہا بادہ پرستی میں
سوئے کعبہ چلے جب چھوڑ کر مے کی دکان نکلے

گلستان میں ہو شادی آمدِ فصلِ بہاری کی
پہنکر ہار پھولوں کے چمن سے باغبان نکلے

چھپائے سے خبثِ زلف چھپا ان کی نہیں چھپتی
یقیں ہے بعد مرنے کے بھی مرقد سے دھوان نکلے

قیامت تک یونہین تڑپونگا قاتل سخت جانی ہے
جدائی ہو سر و تن مین تو مُسپر بھی جان نکلے

برابر جان کے رکھا تھا دلمین حسرت و غم کو
ہمارے گھر سے جب ہم مرگئے تب میہمان نکلے

پتا کچھ بھی نہ یوسف کا نپایا آجتک ہمنے
اسی جانب سے گذرے مصر سے جو کاروان نکلے

ہری دیوانگی پر ہنس نہ ظالم عشق وہ شے ہے
گریبان پھاڑ کر فردوس سے حورِ جنان نکلے

کہین گر دلمین کیا نباش اپنی پہ ندامت ہے
کفن دیوانگانِ عشق کی جو دھجیان نکلے

سٹری ہو کر نکلجائینگے اُنکے چاہنے والے
وہ جبدن گھر سے منت کی پہنکر بیڑیان نکلے

بت زہرہ منش پر جان دینے کا ارادہ ہے
الٰہی اک یہان بھی چاہِ بابل سا کنوان نکلے

رہینگے چپ نہ بعد از مرگ بھی اکدم وہ نالان ہین
مثالِ نے ہماری استخوان سے فغان نکلے

ہوا سے وادیِ وحشت مین ہر سو اُڑتے پھرتے ہین
ہم او لیلی منش مجنون سے بڑھکر ناتوان نکلے

وہ دیوانے ہین ہم افلاک سے پتھر برستے ہین
جو بھولے سے کبھی گھبرا کے زیرِ آسمان نکلے

کہان کے گل خزا مین نغمہ سنجانِ چمن کیسے
نہ کچھ بھی بلبلون کے پر میانِ آشیان نکلے

دکھائے گر اثر مرنے پہ زردیِ رخِ عاشق
تو سبزی کے عوض مرقد پہ نخلِ زعفران نکلے

۲۲۲

نہ کیونکر قمریون کی آنکھ سے شمشاد گر جائین
جو گلگشتِ چمن کو اشکؔ وہ سروِ روان نکلے

۱۷

دلِ وحشی کو ہو تسکین تو بہلا تھوڑی سہی
بوئے گل لاکے سنگھادے جو صبا تھوڑی سہی

سبزہ رو کاہیکو پہلو سے ہمارے سرکین
ہے جو دلمین کششِ کاہربا تھوڑی سہی

گھرِ یار کا کیا جانئے کیا عالم ہو
اور بڑھ جائے اگر زلفِ رسا تھوڑی سہی

گیسوئے یار پہ وارفتگی اتنی کب تھی
بڑھ گئی سر مین سمائی جو ہوا تھوڑی سہی

کیا تماشا کی نہو دنیا مین پری رویونکا
حسن کے ساتھ خدا دے جو وفا تھوڑی سہی

کیا کرین کیا نہ کرین بحرِ جہا مین انسان
پائی مانند حبابون کی بقا تھوڑی سہی

کس لیے چرخ دنی کے ہوں ملامت کش
قبر کے واسطے ملجائیگی جا تھوڑی سی

خال و چشمان سیہ مست سے الفت ہے دلا
مے گلرنگ میں افیون بھی ملا تھوڑی سی

ایسا گہر ہو کہ پس از مرگ ترے کام آئے
کون مانع ہے عمارت بھی بنا تھوڑی سی

ساقیا دور سے آتے ہیں ترے مست فقیر
خبر میخانے کی ہمکو بھی پلا تھوڑی سی

خار کی طرح سے کھٹکے گی ہمیشہ دل میں
آرزو رہگئی گر بعد فنا تھوڑی سی

تا قیامت بھی جو دیکھوں میں اُسے جی نہ بھرے
حسرت دید مرے دل میں ہے کیا تھوڑی سی

اُف کرے کوئی تو دو چار قدم اُڑ کے گرون
ناتواں ہوں مجھے کافی ہے ہوا تھوڑی سی

عشق ہے دل میں جسینوں کا ازل کے دن سے
میرے حصے میں بھی آئی ہے بلا تھوڑی سی

ہو گئی صحبت اغیار کی اُنکو تاثیر
رہگئی ہے فقط اک شرم و حیا تھوڑی سی

تنگ زندان ہے ہمیں وحشت دل سے دنیا
پاؤں پھیلا نہیں سکتے کہ ہے جا تھوڑی سی

۲۲۳

اِسی آئینے میں آتی ہے نظر یار کی شکل
اشک درکار ہے دل کی بھی صفا تھوڑی سی

۲۲۴

سیکڑوں دل اُنکی زلف پرشکن میں رہگئے
کچھ اُلجھکر جو گرے چاہ ذقن میں رہگئے

جان بحق عاشق ہوئے غیر انجمن میں رہگئے
گل ہوئے صرف خزاں کانٹے چمن میں رہگئے

حال سوز دل بیان کرنے نہ پائے یار سے
حرف مطلب آبلے ہوکر دہن میں رہگئے

مقتل عشاق گویا شمع کی بزم ہے
سیکڑوں جل جل کے پروانے لگن میں رہگئے

حسرت آغوش جاناں دیکھنا مرنے کے بعد
ہاتھ اپنے دونوں پھیلا کر کفن میں رہگئے

کاوش مژگان جاناں بہولکر کہتا ہوں میں
ٹوٹ کر شاید کہیں کانٹے بدن میں رہگئے

کر دیا عریاں بدن جامہ دری کے شوق نے
تار کچھ باقی ہمارے پیرہن میں رہگئے

ہجر میں سامان تہے سب وصل عروس مرگ کے
کچھ حباب آنکھوں کے تہے دولہا دولہن میں رہگئے

کام اپنا کر گئی جلاد کی تیغِ ادا
ذبح ہو ہو کر بہت سے انجمن میں رہ گئے

آجکل ہر تیری جانب اے صنم سب کی جبیں
بت فقط پتھر کے دیرِ برہمن میں رہ گئے

ہوں وہ دیوانہ کہ بعد از مرگ جب آئی بہار
داغِ سودا پھول بن بنکر کفن میں رہ گئے

رفتگاں کی یاد میں کہتے ہیں ہم غربت زدہ
پھر نہ آئے جا کے جب اپنے وطن میں رہ گئے

پارہ ہائے شیشۂ دل لیگئے چن چنکے لوگ
کچھ نگیں ہو بنکر بتوں کے نورتن میں رہ گئے

انتہا اپنی ضعف و ناتوانی کی یہ ہے
کاہ کی صورت لپٹ کر پیرہن میں رہ گئے

کنجِ مرقد میں ملی راحت نہ ہمکو بعدِ مرگ
ایک دو ناسور جو داغِ کہن میں رہ گئے

بلبلوں کے دل سے پوچھے کوئی آفاتِ خزاں
یہ ہوا صدمہ کہ مر کر چمن میں رہ گئے

جانور ہیں سب وہ کیا جانیں بھلا رفتارِ ناز
بار ہا کبکِ دری تجھ سے چلن میں رہ گئے

جب غریبوں نے جدائی کے نہ صدمے اٹھ سکے
مر کے وارفتہ ترے بیت الحزن میں رہ گئے

عہد میں تیرے یہ بدلا زاہدوں کا اعتقاد
چھوڑ کر کعبہ جو دیرِ برہمن میں رہ گئے

دشتِ غربت میں جسے خواہانِ نقدِ جاں سنا
ہم اسی جا انتظارِ راہزن میں رہ گئے

تیرِ آہِ بیکساں کے زخم میں اختر نہیں
آجتک سوراخ یہ چرخِ کہن میں رہ گئے

بیکسوں کو قبر ہی ملتی نہیں مرنے کے بعد
ہم ابھی تک انتظارِ گورکن میں رہ گئے

مر کے شاید بھول جاؤں اس پری پیکر کو میں
اس لئے عقدے مرے بندِ کفن میں رہ گئے

۲۲۴

کیا ہوئے اے اشکؔ وہ ہر قول جنکے مستند
تذکرے بعد از فنا اہلِ سخن میں رہ گئے

۱۵

تر بتر ہو جو مژہ چشم کی خونباری سے
قطرہ افشانی ہو اک نور کی پچکاری سے

حال تب حضرتِ موسیٰ کا کہو کیا ہوتا
خود تجلی آئے جو وہ پردۂ زنگاری سے

حسن پیدا ہوا جب حد سے سوا گل کہائے
رشکِ طاؤس چمن بنگئے گلکاری سے

دوشِ احباب پہ بھاری ہے جنازہ اپنا
بیٹھے جاتے ہین گناہونکی گرانباری سے

پھونکدے آج تو آہِ شرر افشان تو بھی
باز آئیگا نہ یہ چرخ ستمگاری سے

آتشِ عشق سے اللہ مرے دلکو بچائے
سیکڑون جل گئے ہین گھر اسی چنگاری سے

زندگی سے مری مایوس نہون کیون احباب
قیس و فرہاد موئے ہین اسی بیماری سے

نغمہ سنجانِ چمن نوحہ کنان ہین ہر سو
باغ ماتمکدہ ہے میری گرفتاری سے

وقتِ بد مین کوئی ہوتا ہے بھلا کس کا شریک
دل نے بھی ہاتھ اُٹھایا مری غمخواری سے

یادنے سبزۂ رخسار کی بے چین کیا
پھٹ گئے زخمِ جگر مرہمِ زنگاری سے

دامنِ ابر مین چھپ جائے نہ کیونکر مہتاب
شرمگین ہے ترے شبدیز کی اندھیاری سے

حال رونیکا شبِ ہجر کہا تک لکھین
تنگ ہین کاتبِ اعمال مری زاری سے

قافلہ دل کا ہو کوچۂ گیسو مین تباہ
رات اندھیری ہے چلین راستہ ہشیاری سے

بار اک سر پہ محبت کا لئے پھرتے ہین
کم نہین ہم ترے عشاق بھی بیگاری سے

٢٢٥	فلکِ دون کی خوشامد کرین ہم کس لئے اشک باز آئیگا نہ کافر یہ دل آزاری سے	١٧

ہر طرف غلغلۂ حسنِ بتان رہتا ہے
یہ سبب ہے جو پر آشوب جہان رہتا ہے

راتدن دھیان مین گیسوئے بتان رہتا ہے
دم الجھتا ہے ہمیشہ خفقان رہتا ہے

میرے رونے کا شبِ ہجر نہ پوچھو احوال
اک سمندر ہے کہ آنکھونسے روان رہتا ہے

شان و شوکت سے فلک کی یہی ہوتا ہے یقین
کوئی اس قصرِ زبرجد مین نہان رہتا ہے

کوئی ساعت نہین جلنے سے مرے دلکو فراغ
اس لئے آٹھ پہر گھر مین دھوان رہتا ہے

پوچھتے پھرتے ہین کعبے مین ہر اک سے ہم رند
کس محلے مین یہان پیرِ مغان رہتا ہے

اور دو روز کا مہمان ہے یہ حسنِ شباب
عمر بھر کون مری جان جوان رہتا ہے

اِس لیئے دلمین حسینونکو جگہ دیتے ہین
جن کا ڈر ہوتا ہے خالی جو مکان رہتا ہے

حسرت و یاس و غم و درد کا ہر دل مین ہجوم
اِنہین دو چار سے آباد مکان رہتا ہے

سجدے کرتے ہین وہان گبر و مسلمان آکر
جس زمین پر ترے قدمونکا نشان رہتا ہے

مندمل زخم کلیجے کا مرے ہو کیونکر
دھیان گیسو کا تری مشک فشان رہتا ہے

خط سے محفوظ ابھی تک تو ہے وہ چاہِ ذقن
اُس سے ڈریئے کہ جو خسپوش کنوان رہتا ہے

یاد آتے ہین جوانی کے مزے پیری مین
صبح کو رات کا آنکھون مین سمان رہتا ہے

کعبۂ دل مین یہی رہتی ہے دن رات پکار
کون اگر بتِ معنہ وریہان رہتا ہے

عشق مین بھولتا پھلتا نہین انسان کبھی
زندگی بھر یہ چمن صرفِ خزان رہتا ہے

عشق بھی طرفہ بلا ہے کوئی گر سچ پوچھو
رگ و پی مین صفتِ روح روان رہتا ہے

۲۲۶
پوچھتی آتی ہے اِدھر اشک بلا گردون سے
عاشق غمکش و ناکام کہان رہتا ہے
۱۴

عیان ہے وصل کا اِنکار اُنکی چشم و ابرو سے
اِشارہ ہے براتِ عاشقان برشاخ آہو سے

ہوا ہے سامنا جس روز اُس کے قدِ دلجو سے
گری ہین قمریان کھا کھا کے غش سروِ لبِ جو سے

محبت دِل نے پیدا کی ہے کس ترکِ جفا جو سے
صدا واحسرتا کی آرہی ہے اپنے پہلو سے

بنے ہین چنپئی رنگت سے عارض پھول چنپا کے
دماغِ جان معطر وصل مین رہتا ہے خوشبو سے

اِشارون مین بہت سے عاشقون کو قتل کر ڈالا

تڑپ کر بجلیان کیا کیا گرین ہین تیغ ابرو سے
غم فرقت سے ہے یہ اشک طوفان خیز کا عالم
بنا چوراہا اُس کافر کا کوچہ چار آنسو سے
محبت نے تری چشم فسونگر کی مجھے مارا
مری تقدیر مین لکھی ہوئی تھی موت جادو سے
مہینون خاک ہم چھانا کیئے دیر و کلیسا مین
محبت دل نے پیدا کی جو اُس کے خال ہندو سے
شب تاریک مین اُڑتے ہوئے جگنو نظر آئے
گرے جب بال چھوڑنے سے افشان اُسکے گیسو سے
قیامت تک سحر ہوتی نظر آتی نہین ہمکو
شب فرقت نے سیکھی ہے درازی اُسکے گیسو سے
چراغ آکر جلاوے کون راتون کو پس از مردن
غریبون کی لحد پر روشنی رہتی ہے جگنو سے
نہوگا بزم عالم مین گدا مجھہ سا بھی کم قسمت
ہوا ہو گرمی گلگون نکل جاتی ہے چلو سے
مرے نزدیک گیسو ہو کہ ابرو دونون موذی ہین
خدا انسان کو پالا نہ ڈالے سانپ بچھو سے

۲۲۷	عذاب جان ہے نافہمون کی صحبت اشک دانا کو ہمین پالا پڑا ہے آج کل اک طفل بدخو سے	۲۱

آشفتۂ گیسوئے حسینان ہون ازل سے		طفلی مین ہی وحشت رہی سوئے جنگل سے

بسمل ہوا مین تو جو اِدہر زلف کی آئی
مارا ہے شکار اُسنے ہوا وار زحل سے

کام آیا نہ انکا نہ کوئی سحر نہ افسون
تسخیر حسینون کو کیا حسنِ عمل سے

کرتی رہی گو کاوشین اُسکی صفِ مژگان
رستم کی طرح مُنہہ نہ پہرا فوج کی دل سے

اڑوا دیا غبار نے اُس ناقہ نشین کو
آپس کی لڑائی نہین کم جنگ جمل سے

تنگ آکے فلک سے جو کرین قصد عدم کا
اِس حاکم ظالم کے نکل جائین عمل سے

نسیجے نظر آتے نہین بیمارِ محبت
اب حال دگرگون ہے تری ہجر مین کل سے

دیکہی جو زبان آئینہ رہ یان چبا کر
لو شمع کی باہر نظر آئیگی کنول سے

زینت کے بہانہ سے نہ آزار دو دل کو
کوڑی کی صفت زلف مین پیدا ہوئی بل سے

قائل ہون علو ہمتیِ یار کا مین بہی
تسخیر کیا غیر کو سفلی ہی عمل سے

بالون مین ہو پھیرے دِلِ صد چاک کا شانہ
گتہی یہ سلجہنے کی نہین پنجۂ شل سے

ہم وہ ہین کہ پتہر کے بہی مارے نہ مرینگے
سازش ترے دیوانون نے کرلی ہے اجل سے

بوسہ لیا جب ابروے قاتل کا تو سمجہے
میوہ کوئی شیرین نہین تلوار کے پہل سے

دِن رات پہرا کرتا ہون پہرتا ہوا آہین
گاڑہی یہ دخانی ہے چلی جاتی ہے کل سے

بہاگی ہے یہ مجہہ رند سے کہا کہا کے شکستین
توبہ کبہی نکلے گی نہ قاضی کے محل سے

باتون مین لگا کر کہین دِل کو نہ اڑا لے
گہبراتا ہون اُس شوخ کے مین پہیر بدل سے

کیا حسن پرستی مین گذرتی ہے مزے سے
گہر مین مرے پریون کے رہا کرتے ہین جلسے

اُس ترکِ جفا جو سے ہے امیدِ ترحم
کم عقل ہی ہو جاتی ہے سودے کے خلل سے

پریان کہان دیوونکا گذر اب نہین اِس جا
آواز یہ آتی ہے سلیمان کے محل سے

وا حسرت ہے زبان وصف مین لبہاے صنم کے
یاقوت سے خوشرنگ تو شیرین ہے عسل سے

وصل اُس بت کافر کا مقدر مین نہین ہے یا اشک

۱۳	اب حکم بہی آنے کا نہین ہر ہمین کل سے	۲۲۸

مار ڈالا ہے جدائی نے ہمین قاتل کی
قلب ہا یسے تو صفا عشق کی تاثیر سے ہون
فاتحہ پڑہنے تو آئیگا کبہی مرقد پر
جان لی کاوش مژگان پری پیکر نے
وصل ہر اُس بت کافر کا نہین قسمت مین
شیفتہ دل ہر مرا اک بت لیلی وش پہ
دلمین لیلی کے بہی تہوڑی سی جگہ ہو جاتی
جذب الفت نے زلیخا کے عجب کام کیا
کس کی یہ جلوہ گہ ناز ہے بزم عالم
اُس یم حسن کی چوکہٹ پہ مرا دم نکلا
حیرت افزا ہر دلا اُس بت مہوش کا حسن
کیون نہون ٹہرے حسینونکی فسون ساز آنکہین

کسی کروٹ نہین آرام تڑپ سے دل کی
اُسکے دلکی مین کہون وہ کہے میرے دل کی
حسرتین مرکے نکالین گے ہم اپنے دل کی
بڑی مشکل سے ہے یہ پہانس نکالی دل کی
ساتہ جائیگی موے پر مرے حسرت دل کی
مجکو دیوانہ بناتی ہے ہوا محمل کی
بید مجنون سے بنا ہوتی اگر محمل کی
سیر یوسف کو دکہادی کشش کامل کی
سیکڑون اُٹہہ گئے رونق نہ گئی محفل کی
موت تقدیر مین لکہی تہی لب ساحل کی
بڑہ گئی خون کبوتر سے بہی رنگت تل کی
اِنکو مٹی سے بنا ہی چہ بابل کی

۲۴	سیر گلشن مین بسر کیجئے ایام فراق اشک اِس وقت کہی تمنے ہمارے دلکی	۲۲۹

دل مین ترے گیسو کی محبت کا گذر ہے
خورشید جبین ابروِ خمدار قمر ہے
کہتا ہر شکستہ مرا دل دیکہہ کے وہ بت
مردہ مجہے سمجہے ہر جو شام شب فرقت
آسان حسینونکی نہ جانے کوئی الفت

آسیب زدہ جسکو سنا تہا یہی گہر ہے
چاندی کی ہر تلوار تو سونے کی سپر ہے
کیا جانیئے کس بندۂ اللہ کا گہر ہے
مٹہی مین دبائے ہوئے کافور سحر ہے
جانونکا ہی نقصان ہر جی کا ہی ضرر ہے

جانکاہ ہین میرے لیے ایام جدائی
آفت کی جو ہے شب تو قیامت کی سحر ہے

کیا حال ہی مجھ کشتۂ حسرت کا نہ پوچھو
دل زخم رسیدہ ہی تو پُر داغ جگر ہے

فرقت مین لہو رونے سے فرصت نہین ہمکو
جب دیکہیے دامان مژہ خون سے تر ہے

آنکہین لہو ہوگئے ہین تیر ہین دونون
پہلو مرے خالی ہین نہ دل ہی نہ جگر ہے

کیا مرتبے پائے ہین تمہارے شہدا نے
جو زخم بدن پر ہے وہ فردوس کا در ہے

کچھہ رکہتی ہی کاوش مرے دل سے صف مژگان
شبخون کئے جو آنے کی کئی دن سے خبر ہے

غیر اُس سے اب اظہار محبت نہین کرتا
پہچان لیا اُسنے کہ یہ موت کا گھر ہے

لہر آتی ہی جسوقت تو ہوجاتا ہون بیہوش
یہ افعی گیسو کی محبت کا اثر ہے

تشبیہ عبث دیتے ہین سب جانورون سے
آہو کی سی ہی آنکھہ نہ چیتے کی کمر ہے

منجدہار مین دریائے الم کے ہی مری ناؤ
آفت کا تلاطم ہے قیامت کا بہنور ہے

آئی ہے مری اک بت شیرین پہ طبیعت
زندہ رہا تو آب کے پہاڑونکا سفر ہے

کسکو نہین صحبت مین ترے غم سے تعلق
آئینہ بہی ماتم زدونکا دیدۂ تر ہے

جاتا ہی نہین لعل سیہ فام کا سودا
جن ہی کہ مرے سر پہ سوار آٹہہ پہر ہے

ٹہیرا ہی کبہی آ کے مرے قلب و جگر مین
کیا تیر مین اُس ترک کے سرخاب کا پر ہے

برپا ہے یہ کس عاشق ناشاد کا ماتم
ہر دم تہا ہر گل باغ مین کہولے ہوئے پر ہے

چہلا ہی حسن یار کا سمجھے تہے اُسے ہم
گیسو مین جو اُلجہا ہوا بالے کا گہر ہے

ذرہ زار ہون رکتا نہین روکے سے کسیکے
جو روزن دیوار ہے میرے لیئے در ہے

پوچھہ آتا ہون بلبل سے ہر اک باغ مین جا کر
کچھہ فصل بہاری کے بہی آنے کی خبر ہے

۲	ہل سکتے نہین ضعف و نقاہت کے سبب اشک دو چار قدم بہی ہمین کوسون کا سفر ہے	۱۸

پھر نظر آتے ہین کچھ رنگ مقدر بدلے — پھر مجھے دیکھ کے جلاد کے تیور بدلے

بوسے ہونٹھون کے دئیے پارۂ دل لے لیکر — ہم بھی یہ سمجھے کہ یاقوت سے پتھر بدلے

کچھ عجب حال رہا یار جدائی مین تری — رنگ بیمارِ محبت نے ہین دن بھر بدلے

جس جگہ جا کے رہا ڈھونڈ نکالا مینے — اُسنے بھی ضد سے مری سیکڑون ہین گھر بدلے

کیا تماشا ہو وہ دھوکے سے چلے آئین اُدھر — میرے گھر سے جو رقیب اپنا کہین گھر بدلے

نظر آئے نہ زمانے مین کوئی سودائی — رنگ جس روز تری زلف معنبر بدلے

آہنی تار ہے گویا رگِ سودا اپنی — کئی ٹوٹے کئی فصاد نے نشتر بدلے

خاک ڈالین نہ کفن پر پسِ مردن احباب — ابھی ہمنے تو یہ کپڑے ہین نہا کر بدلے

سخت جانی نے شہادت سے بھی رکھا محروم — گو کہ جلاد نے میرے کئی خنجر بدلے

کوئی لاتا ہی نہین یاس ہے نامے کا جواب — ہو کے مجبور کئی ہمنے کبوتر بدلے

دیکھیے مجھ خاک نشین کی جو صفائے باطن — آئینہ اپنا مرے دل سے سکندر بدلے

جان دون اُس لبِ شیرین کی محبت مین اگر — کیا عجب ہو مری خاک سے شکر بدلے

بیوفا اور وفادار کی پہچان نہ ہے — غیر کے سر سے ہمارا نہ کہین سر بدلے

یار کے حسن پرآشوب سے جی ڈرتا ہے — کہین ایسا نہو رنگ رخ محشر بدلے

جا کے رنگ آج گلستان کا مٹا آیا مین — تخت دل سے مرے بلبل نے گل تر بدلے

کھل گیا حال یگانون کا ہمین بعد فنا — کوئی اتنا نہین جو قبر کی چادر بدلے

بغتہ پامال ہوے جاتے ہین عشاق کے دل — طرز رفتار الٰہی وہ ستمگر بدلے

۲۳۱	کیا بگاڑا ہے فلک کا کوئی پوچھے اے اشک مجھ سے لیتا ہے یہ کاہے کے ستمگر بدلے	۲۲

گیسو پہ آنکھ دل کی جو الجھن مین پڑ گئی — پھانسی سی آ کے اک مری گردن مین پڑ گئی

برباد میری آہِ شرربار نے کیا — چنگاری بلبلون کی نشیمن مین پڑ گئی
رہنے نہ دیگا مجھکو میرا اضطرابِ دل — مٹی بہت سی گو مرے مدفن مین پڑ گئے
پہنچی جو اُس کے شعلۂ رخسار کی چمک — اِک کھلبلی سی وادیِ ایمن مین پڑ گئی
دیکھا نہ پیار سے نہ کبھی کھل کے بات کی — کیا جانین کیا گرہ دلِ دشمن مین پڑ گئی
ہاتھ آیا سلسلہ یہ نیا عشقِ زلف مین — سیلی قضیر کی مری گردن مین پڑ گئی
ہم دل جلون کو چین پس از مرگ بھی نہین — اُٹھ اُٹھ کے خاک قبر سے گلشن مین پڑ گئی
مورِ ضعیف کو بھی نہ دانہ ہوا نصیب — اِس مرتبہ کمی مرے خرمن مین پڑ گئی
جوشِ جنون مین زلفِ پریشان جو دیکھ لی — پھر تو طبیعت اور بھی الجھن مین پڑ گئی
کرتا ہے رم پہ رم مری تربت کو دیکھکر — عادت بُری یہ ترک کے توسن مین پڑ گئی
نالان چراغِ گور ہے قاتل کو دیکھکر — پانی کی بوند یا کوئی روغن مین پڑ گئی
کیا کیا سحر کو دیکھ کے چین بر جبین ہوا — ہل دل مین شب کے چین جو دامن مین پڑ گئی
ممکن نہین کہ رو نہ رو لون مین وہ گھڑی — عادت یہ الفتِ بتِ پرفن مین پڑ گئی
الفت کسی سے کی نہ کبھی زلف کو چھوا — زنجیرِ غیب سے مری گردن مین پڑ گئی
اب دیکھیے ہو مذہب و ملت کا فیصلہ — گھتی سی اب تو شیخ و برہمن مین پڑ گئی
لایا بچا کے ترک سے مین اپنا نقدِ دل — کچھ آج خاک دیدۂ رہزن مین پڑ گئی
مارے وہ یا جلائے اُسے اختیار ہے — جانِ عزیز اب کفِ دشمن مین پڑ گئی
اُس سرو قد سے عشق ہے ہر قمری کی طرح — تحریر اِک ہماری بھی گردن مین پڑ گئی
بر شاخِ سبح و ہیتِ ترسا ہے واقعی — جو کر گئے ہی جان سی ارگن مین پڑ گئی
آہ مین اُسکی بادِ بہاری کا رنگ ہے — اِک جان تازہ سی گلِ گلشن مین پڑ گئی
کیون دل نے اسکے گیسوے پیچان سے لو لگی — بیٹھے بٹھائے جان اِک الجھن مین پڑ گئی

۲۳۲	جس روز ہمنے نالۂ رنگین کئے ہین اشک اِک دہوم واہ واہ کی گلشن مین پڑ گئی	۱۰

گہر گرے کچھ اشک کے طوفان سے دیکھے مرگئے
زار ایسا کردیا رنج فراقِ یار نے
دیکھتے حسن صفا اُس آئینہ رو کا مرے
کو بکو بے مقنع و چادر حسین پہرنے لگے
بک رہی ہے اب سر بازار بے پردہ شراب
شہد مین پیدا ہوا زہر ہلاہل کا اثر
لیلی و مجنون کے دم تک تہے فسانے عشق کے
جان دی کتنون نے اگلے سال تیرے ہجر مین
نامہ و پیغام کی کسطرح نکلے اُنسے راہ

آپ کے سب عاشق جانباز کب کے مرگئے
سایۂ دیوار مین آئے تو دب کے مرگئے
رہنے والے اندنون شاید حلب کے مرگئے
کیا کرین اب دیکھنے والے بہی سب کے مرگئے
چاہنے والے جو تہے بنت العنب کے مرگئے
لیکے ہم دو چار بوسے اُنکے لب کے مرگئے
سانتہ اُن لوگون کے شاعر بہی عرب کے مرگئے
رہگئی اُنمین سے جو باقی وہ اب کے مرگئے
آدمی دو ایک تہے جو اپنے ڈہب کے مرگئے

۲۳۳	اب کوئی اُس بیوفا سے اشک پیتا تا نہین رات دن کے رنج و غم سے دل بہی سب کے مرگئے	۱۱

غلام باوفا گیا گہر سے نکلین میفروشون کے
گلے کاٹے پڑے رہتے اپنے سرفروشون کے
دل پر آبلہ عشاق کے دیکھے تو فرمایا
بنایا گیسوؤن نے یار کو ضحاک کا ثانی
صفین مژگان کی ہین رنگین پر اشک خونین سے
حقیقت مین بڑی سفاک ہین یہ گیسوؤن والے
صد ہر و کہیو مثال ابر باران فیض جاری ہے

عبث پیچھے پڑا ہے محتسب ہم بادہ نوشون کے
کیا احسان قاتل نے اُتارے بار دوشون کے
ابہی تک خام آتے ہین نظر انگور خوشون کے
کلیجے عاشقون کے کہا رہے ہین مار دوشون کے
ہمارے یہ حوالے ہین سالے سرخ پوشون کے
کبہی مارے ہوے جیتے ہین ان مار دوشون کے
خرابات جہان قایم ہے دم سے میفروشون کے

شراب لالہ گون ذرات بے وسواس پیتے ہیں
شہیدان محبت کے کوئی سمجھے نہ کم رستے
گئے دنیا سے وارفتہ تھا ہے سبزۂ خط کے

قصور خلد ہیں گویا مکان اُن مے فروشوں کے
خدا بھی وصف کرتا ہے انہیں یاقوت پوشوں کے
بس اب لاشے اُٹھاؤ چل کے اپنے زہر نوشوں کے

۲۳۴

فقط گندم نما ہیں اشک یہ زاہد ہوتے ہیں
نہ آجانا کہیں تم دام میں ان جو فروشوں کے

۲۶

عشق مژگان میں جو ہیں جی سے گذرنے والے
سخت جان تیری مداوا نہیں کرنے والے
نہیں غیروں کے اُبھارے سے اُبھرنے والے
دل میں ناسور ہو تیر نگہ ناز کے ہیں
جا لگے ہم کو ترے بحر محبت کے غریق
آہوے چشم سے کچھ دور نہیں خط عذار
سر ہتیلی پہ لئے پھرتے ہیں عاشق تیرے
امتحان میں کبھی قاتل کے نہ ٹھیرینگے رقیب
اُٹھ رہیگی نہ شکایت کوئی قاتل کے حضور
دیگا ہر عضو گناہوں کی گواہی دم حشر
دوست دشمن کو ہے صدمہ ترے جانبازوں کا
جانتے ہیں مجھے وحشی نگہوں کا کشتہ
دل صدچاک کا شانہ کیا جب سلجھے ہیں
وصل کی آس بہت دور ہے اب ٹھیری کر
مرکے ہی جائیگا سودا نہ تری زلفوں کا

وار سے وہ نہیں مرکر بھی اُترنے والے
زخم دل آپ ہی بھر آئینگے بھرنے والے
مر مٹیں گے جو ترے در کے ہیں مرنے والے
زخم بھر جائیں مگر وہ نہیں بھرنے والے
ڈوبکر اب نہیں پیڑے یہ اُبھرنے والے
جہاں سبزہ ہو وہیں اُسکے ہیں چرنے والے
ملک الموت سے ڈرتے نہیں مرنے والے
وہی مرجائیں گے جو لوگ ہیں مرنے والے
کہہ گذرتے ہیں جو ہیں جی سے گذرنے والے
بچ نہ جائیں گے مکرنے سے مکرنے والے
داغ کس کس کو نہیں دیگئے مرنے والے
سبزۂ گور پہ آہو نہیں چرنے والے
غیر سے پہ ترے گیسو تھے سنورنے والے
کام یون بگڑے سنورتے ہیں سنورنے والے
اور ہوتے ہیں وہ آسیب اُترنے والے

خوف اُس افعیِ گیسو کا نہین عاشق کو
پھیر لی آپ چھُری حلق پہ دیکھہ او جلّاد
اِمتحان کرتا ہے غیروں کا عبث او قاتِل
کیا کرین خلد مین حورونکی صباحت لیکر
بھول کر بھی نہ گذر گورِ غریبان پہ کیا
شبِ ہجران مین گلا کاٹ کے مرجاینگے
راتدن کیون نکرین ظلم و ستم بے وسواس
رکھہ دیتے ہین گلا تیغ کے نیچے اپنا
لبِ جان بخش کا بوسہ جو کوئی ملجائے
شعر ویونکی محبت ہے ہمارے دلمین

یون تو ہستی سے بھی ڈر جاتے ہین ڈرنے والے
یون گلا کاٹ کے مرجاتے ہین مرنے والے
ہم اِنہین جانتے ہین یہ نہین مرنے والے
نمکینِ حسن پہ ہم لوگ ہین مرتے والے
یاد کا ہے کو اُٹھہین آینگے مرنے والے
اب مصیبت تیرے عاشق نہین بھرنے والے
ہین تو کیا بت پہ خدا سے نہین ڈرنے والے
جان دینے پہ مرے جاتے ہین مرنے والے
خضر کی طرح سے پھر ہم نہین مرنے والے
شکل پروانونکے جل جل کے ہین مرنے والے

۱۷	**اشک** آتے ہین تو آیا کرین شہابِ فراق ہم بھلا ایسی بلاؤن سے ہین ڈرنے والے	۲۳۵

مرغِ دل کو صیدِ وحشیان ہاور ونکا ناوان چھوڑ دے
اپنا شہبازِ نظر او آفتِ جان چھوڑ دے
جیتے جی کس طرح عاشق کو ہے جانان چھوڑ دے
دم نکل جائے اگر بلبل گلستان چھوڑ دے
یون تری زلفون کے قیدی کو ڈرا جاتے ہین لوگ
سانپ کا جوڑا یہان رہتا ہے زندان چھوڑ دے
نعرہ زن دشتِ جنون مین عاشقِ مژگان جو ہو
خوف کے مارے اسد اپنا نیستان چھوڑ دے

پھر قرار آئے نہ مرقد مین کسیکی رُوح کو
یار اگر آتا سوئے گورِ غریبان چھوڑ دے

ہو گیا جمعِ تماشا اہلِ محشر کا ہجوم
جی یہ کہتا ہے کہ اب قاتل کا دامان چھوڑ دے

مر کے نکلین گے یہان سے اب گرفتارانِ زلف
جیتے جی ممکن نہین ہمکو یہ زندان چھوڑ دے

غرق ہونے سے کہین ہو اہلِ عالم کو نجات
اشک ریزی گر ہماری چشمِ گریان چھوڑ دے

دیکھ لے جس روز آکر کوئے جانان کی بہار
کیا عجب جو گلشنِ فردوس رضوان چھوڑ دے

جلوہ گاہِ ناز جانان مین گذر جس روز ہو
دَیر کو ہندو تو کعبے کو مسلمان چھوڑ دے

تودہ باروت کے مانند اُڑ جائین پہاڑ
پھلجھڑی جس دن ہماری آہِ سوزان چھوڑ دے

گتھیان پڑ جائین پھر سوئے میانِ یار مین
تا کمر جس دن وہ اپنی زلفِ پیچان چھوڑ دے

ہین یہ دیوانے بھی وہ طرفہ تماشا ای پری
موسمِ گل مین ہر اک لڑکا دبستان چھوڑ دے

تیرے کشتے کی کسی صورت سے نیت تو بھرے
آج زخمون پر مرے سارا نمکدان چھوڑ دے

خوفناک ایسی ہے اِن روزون ترے وحشی کی شکل
دیکھ لے گر دور سے مجنون بیابان چھوڑ دے

باغ مین جاکر مین جس دن نالۂ رنگین کرون
زمزمے اپنے ہر اِک مرغِ خوش الحان چھوڑ دے

۲۳۶ زندگانی کا مزا تھا اشک جب تک تھا شباب
دِل سے کہتا ہون بس اب عشقِ حسینان چھوڑ دے ۲۲

کوئی دل تاب ترے دید کی لا ہی نہ سکے
کسی غنچے مین یہ نیرنگ سما ہی نہ سکے

ہو وہان یار جہان آدمی جا ہی نہ سکے
راہ وہ بھول بھلیان ہے کہ پا ہی نہ سکے

گھر تک اُس شوخ کے ہم ضعف سے جا ہی نہ سکے
کبھی حالِ دلِ بیتاب سُنا ہی نہ سکے

مفت سم کیون ہوا اس قالب خاکی کا وجود
یہ بگڑ جائے تو پھر کوئی بنا ہی نہ سکے

دِل کی حسرت تو کسی روز بیان کر دیتے
ڈر سے غیرونکے وہ خلوت مین بلا ہی نہ سکے

ہین وہ عارض کہ دہکتے ہوئے انگارے ہین
آدمی ہاتھ کبھی جسکو لگا ہی نہ سکے

رہروِ ملکِ عدم نے نہ دیا ساتھ افسوس
قافلہ بڑھ گیا ہم رہ گئے جا ہی نہ سکے

طائرِ دل کسی صیاد سے ہوگا نہ شکار
وہ نشہ ہے کہ جسے کوئی اُڑا ہی نہ سکے

دیکھ لیتے کبھی ہم بہی گُلِ سوسن کی بہار
مستی ہونٹھو پہ نزاکت سے لگا ہی نہ سکے

جبہہ سا در پہ بتون کے رہے عاشق برسون
اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹا ہی نہ سکے

تذکرہ اُلفتِ پرویز کا سنکر بگڑے
حالِ شیرین کی وفا کا تو سنا ہی نہ سکے

اور کیا عشق مین اِس دل کی ہو خاطر داری
اِسقدر غم کی ہے افراط کہ کھا ہی نہ سکے

ناتوانی کا یہ عالم ہے غمِ ہجران سے
آہ کھینچون تو لبون تک مرے آ ہی نہ سکے

یا الٰہی کوئی ایسا ہو سبب بعدِ فنا
کوئے جانان سے صبا خاک اُڑا ہی نہ سکے

بے حجابانہ جو آجائے وہ خورشید جمال
کبھی ٹالے سے ٹلیگا نہ یہ بار غم ہجر
کہین ہو جائے جو خلطہ تن و جان کیصورت
رہِ الفت مین دلا ہین یہ فنا کے معنیٰ
پانون پھیلاؤن مین وہ گیسوؤنکے سودے مین
توڑکر پاؤنکو اس طرح تو بیٹھے عاشق
زہر غم کر گیا ایسا رگ و پے مین تاثیر

شپرہ چشم کی آنکھون مین سما ہی نہ سکے
بوجھ اتنا ہو سر پر کہ اٹھا ہی نہ سکے
غیر پھر محفل جانان سے اٹھا ہی نہ سکے
کھو کے انسان کبھی آپ کو پا ہی نہ سکے
کہ مجھے وحشت جنون سے کوئی لا ہی نہ سکے
کوچہ یار سے اٹھ کر کہین جا ہی نہ سکے
استخوان ہیں ترے ہوسے پر کوئی کھا ہی نہ سکے

۲۳۷

سن کے وصلت کی تمنا جو وہ بگڑا اشک
ہم یہ گھبرائے کہ کچھ بات بنا ہی نہ سکے

۲۱

فرقت مین اُسکی عقل و خرد ہوش و جان چلے
عاشق کو قتل کر کے بہت شادمان چلے
دل کھو لکر فراق مین رویا جو مین کبھی
ہر سو نکا ساتھ چھوٹتا ہے جسم و روح کا
دیتے ہین آفتاب پرستی کو ہم رواج
چھوڑے نہین یہ بال حسینون نے دوش پر
سیر چمن کو ساتھ جو آیا وہ گلبدن
حسرت سے دیکھ دیکھ کے کہتی ہے عندلیب
کہتا ہے داغ دل کو مرے دیکھکر وہ شوخ
آہین کرون جو گیسوئے پرخم کی یاد مین
آگے قدم نہ حد چمن سے بڑھا سکے

یوسف کے ڈھونڈنے کو یہ کاروان چلے
پھرنے دو گردِ روح کو ٹھیرو کہان چلے
مثل حباب تیرتے ہر سو مکان چلے
پھرا یہ گھر تک تو کمین کے مکان سے چلے
منظور ہے کہ پیر مغان کی دکان سے چلے
صیاد لیکے دام سوے گلستان چلے
تازہ بہار لیکے سوے گلستان چلے
دامن کو جھٹک کے کہان باغبان چلے
جلتا ہوا چراغ یہ لیکر کہان سے چلے
کہتا ہے کیچ چھپ کے گردون وہان چلے
پڑ رات آسیا کی طرح ناتوان چلے

سینہ سپر ہے ترک ستمگر کے سامنے
اُس ترک کی گلی مین یہ ہر سو پکار ہے
جاتے ہین دل سے حسرت و اندوہ قبل مرگ
کم ہو کسیطرح سے نہ افسردہ خاطری
صبح شبِ وصال قیامت بپا ہو
اس درجہ مشقِ دشت نوردی ہے آجکل
حسرت ہے کشتہ ہو گئی دیوانگانِ عشق
اللہ رہی جذبِ الفتِ کوے پری رخان
دشوار آدمی کو نہین منزل عدم

ناوک چلے خدنگ چلے یا سنان چلے
چلنا ہو جسکو آج پہ امتحان چلے
مدت کے بعد گھر سے مرے میہمان چلے
ضد ہے ہماری باغ مین بادِ خزان چلے
نالے فلک کو سنکے صداے اذان چلے
تھک جاے میرے ساتھ اگر آسمان چلے
منت کی وہ بڑہا کے جو ہین بیڑیان چلے
پکڑے ہمارے پانون ہین لے جہان چلے
اِس راہ مین ضعیف چلے یا جوان چلے

۲۳۸

مارا ہے زرد کرکے محبت نے ہمکو اشک
لیکر ہم اِس چمن سے گل زعفران چلے

۲۴

کسی دِن دیکھہ لین رنگت اگر رخسارِ جانان کی
حکایت بھول جاے عندلیبون کو گلستان کی
پلا کر خونِ دِل برسون غمِ جانان کو رکھا ہے
جہان تک ہو سکا مہمانیان کین اپنے مہمان کی
جدائی ہجر مین اِک گل کی یہان تک خون روتا ہون
لہو سے سُرخ رہتی ہے زمین سارے گلستان کی
عداوت ہے کہان کی وحشیون سے پاسبانون کو
بہار آتے ہی کھو جاتی ہے کنجی قفل زندان کی
کبھی چرنے کو سبزہ آ نکلتے ہین ادہر وحشی

بن گئے دم پہ ترے ہجر میں رُوتے رُوتے | دِل کی دو روز میں جاتی رہی طاقت ساری
بعد مردن نہ رہیگا یہ کبھی سوز و گداز | سرد ہو جائیگی دم بھر میں حرارت ساری
چار دن مجمعِ احباب نہ رہنے پایا | دیکھتے دیکھتے برہم ہوئی صحبت ساری
وصل کے باب میں تکرار ولا خوب نہیں | ایکدن خاک میں مل جائیگی عزت ساری
بے نقاب آگیا محشر میں اگر وہ سفاک | دِل کی اُس روز نکل جائیگی حسرت ساری
دِل کی بیتابی سے راحت ہوئی ہمکو پس مرگ | مثل گہوارے کے جنبش میں رہی تربت ساری
شبِ غم کاٹ تو دی ہمنے قسم مر مٹ کے | لے گیا چار پہر میں کوئی طاقت ساری
جلکے آہیں سحری گر دوں جو کبھی کرتا ہوں | ڈگمگا جاتی ہے اُسوقت عمارت ساری
قیس و فرہاد ہی کیا معرکہ آرا تھے فقط | ہم بھی جھیلے ہوئے ہیں عشق کی آفت ساری
گر پیمبر ہی حسین ہو تو نہیں بوئے وفا | یاد ہے ہمکو زلیخا کی حکایت ساری
نقد دِل دیکے حسینوں کو مصیبت میں پڑے | اب پشیمان ہوئے جب لٹ گئی دولت ساری
ہم چھپائیں بھی جو بالفرض تو کب چھپتا ہے | عشق کی چہرے سے ظاہر ہے علامت ساری
گلبدن حسنِ دو روزہ پہ عبث ہیں مغرور | جھائیاں پڑکے بگڑ جائیگی رنگت ساری
کوئے جلاد میں اتنے شہدا دفن ہوئے | جا ٹھہرنے کی نہیں بھر گئی جنت ساری
لن ترانی کی نہ لو گو ہر مشتاق جمال | سن چکے ہیں ارنی گو سے حقیقت ساری
سنتے ہیں جبہ و عمامہ ہوئے رہن شراب | مغبچے لے گئے زاہد کی کرامت ساری
کسطرح حضرتِ یوسف کا نہو آئینہ گمان | وُہی شوکت وہی صولت وہی صورت پیاری

۲۴۰ — لے گئے دِل بات نہ پوچھی کبھی چھوٹوں اُسنے / اپنے مطلب کی تھی اے اشک محبت ساری — ۲۷

ہمیشہ کاوشِ مژگانِ یار رہتی ہے | انی سنان یہ کلیجے کے پار رہتی ہے

کبہی خزان کبہی فصل بہار رہتی ہے
الٹ پلٹ یونہین لیل و نہار رہتی ہے

گلون کیطرح شگفتہ ہین داغ پیری مین
مرے چمن کی خزان مین بہار رہتی ہے

شباب تک ہین مزے ساری زندگانی کے
کہان چمن مین ہمیشہ بہار رہتی ہے

اثر یہ الفت دندان کا ہی جو بعد فنا
گہرفشان مری شمع مزار رہتی ہے

گلے کٹاتے ہین کیا ذوق شوق سے عاشق
اجل انہین کے سر و نیر سوار رہتی ہے

جنون پہراتا ہی کانٹو نپہ رات دن ہمکو
ہر آبلے مین یہان نوک خار رہتی ہے

طریق عشق حقیقی کے قیس کیا جانے
ہمیشہ سر پہ تو لیلی سوار رہتی ہے

مرے طرح سے پریشان زلف یار بہی ہے
یہ کسکے غم مین بہلا سوگوار رہتی ہے

لحد پہ بیٹہکے روتی ہی بیکسی دن بہر
ابد اس رات کو شمع مزار رہتی ہے

نجائیگی کبہی اپنی کدورت خاطر
گہڑی یہ آٹہ پہر پر غبار رہتی ہے

کبہی نہ سیر چمن کی جنونمین جی بہر کے
بہار دوش ہوا پر سوار رہتی ہے

بتونکے جور و ستم سے تنگ ہین یارب
ہر ایک سمت یہی اب پکار رہتی ہے

نہ چار پہول چڑہاے کسینے گر نہ سہی
ہواے گل یہان شمع مزار رہتی ہے

جنون نے بتیان گلکاریون کی جلوائین
پس از فنا بہی لحد پر بہار رہتی ہے

موئے پہ بہی نہ گیا روگ عشق بازی کا
اب ایک حور میان مزار رہتی ہے

کسے ہوا نہین سودا تری محبت کا
بدن مین گل کے قبا تار تار رہتی ہے

نہین ہی وحشت دل کچہہ بہار پر موقوف
مرے گلے کا ہمیشہ یہ ہار رہتی ہے

زمانہ روز نئی کروٹین بدلتا ہے
الٹ پلٹ یونہین لیل و نہار رہتی ہے

نہ کیون ہو مصحف عارض پہ حسن سبزے سے
تمام لوح زمرد نگار رہتی ہے

خلش جو دلمین ہی بلبل کے وہ نہین جاتی
گلون کے پاس چمن مین مزار رہتی ہے

لطیف طبع ہین جو وہ کسی پہ بار نہین
ہوا پہ بوئے گلِ تر سوار رہتی ہے

نہین یہ زلفِ مسلسل کی یاد آٹھ پہر
کوئی بلا مرے سر پر سوار رہتی ہے

گلوئے خشک یہ جلاد تجھ سے کٹ نہ سکا
ستمگرون کی چھری آبدار رہتی ہے

ہے کون موت کا انسان کی روکنے والا
کسی کے حکم کی امیدوار رہتی ہے

نہین یہ قالبِ خاکی مین اپنے روحِ لطیف
پری اسیرِ طلسمِ غبار رہتی ہے

۲۴۱	جلا جلا کے ہمین اشک گو کہ مار اہے یہ روح اب بھی اُسی پر نثار رہتی ہے	۱۲

آئی بہار مرغِ چمن بولنے لگے
بلبل قفس مین شوق سے پر تولنے لگے

فصلِ آمدِ بہار کا سنکر پس از فنا
دیوانے اپنے بندِ کفن کھولنے لگے

اعجازِ حسنِ یار مسیحا سے بڑھ گیا
پتھر مین جان پڑ گئی بت بولنے لگے

تاثیرِ جذبِ شوق دکھاؤن جو مین کبھی
بلبل کی طرح غنچۂ گل بولنے لگے

آیا جو فاتحہ کو وہ عیسیٰ نفس مرا
مردے تمام زیرِ زمین بولنے لگے

اللہ رے اضطرابِ عنادل بہار مین
منقار سے بند ہے ہوئے پر کھولنے لگے

وہ حسنِ دلفریب ہے جلاد کا مرے
محشر مین بھی اُسیکے ہر اک بولنے لگے

جان آگئی بدن مین مسیحا کو دیکھکر
کمرین مسافرانِ عدم کھولنے لگے

پاسنگ کو ہمارے نہ پہنچا کوئی رقیب
میزانِ امتحان مین جو وہ تولنے لگے

عشاق اتنے قتل ہوئے ہین کہ حد نہین
کیا دور ہے جو رات کو رن بولنے لگے

اعجازِ حسن سے یہ تمہارے عجب نہین
چپ ہو ابھی تو طوطیِ خط بولنے لگے

۲۴۲	سمجھے ہین بے وفا ہمین اپنی طرح سے اشک ہر بات مین جو ہمکو ہین وہ تولنے لگے	۲۵

سانپ کی گہر سے دور ہم گہر بنائین گے

بگڑے ہوئے جو کام ہین دلبر بنائین گے
کہتے ہین خاک کشتۂ حسرت کی دیکھکر
مجہہ ناتوان کی قبر پہ روتے ہین زار زار
لکہا ہے اپنے وحشتِ دل کی حکایتین
بے جرم و بے خطا جو کیا عاشقون کو قتل
بیڑا ہمارا بحرِ الم مین تباہ ہے
تقدیر کی ہوئے پہ بہی گردش بچائیگی
رو رو کے خون کرینگے تمہاری شکایتین
جانے بپائین اُس بُتِ خوبی کے پاس غیر
ہین ناتوان بہی آپ گلا کاٹ لین گے ہم
قاصد کو ذبح کرکے پچہتا رہے ہین اب
رکہہ چہوڑا ہے چہپا کے ترا سنگِ آستان
ہوتا چلا ہے حسن پرستی کا اب رواج
اندہیر ہے جہان مین آشوبِ حسن سے
کہتا ہون دل مین دیکہہ کے آنکہونکے شعبدے
سمجہے ہین اپنا تشنۂ دیدار جو مجہے
رو کر لہو وہان بہی یہ دیوانگانِ عشق
جی بہر کے سخت سُست وہ باتین سنائین گے
مر جائین گے کبہی نہ کبہی کاٹ کر گلا

ص

۴

بتخانہ نجف کی زمین پر بنائین گے

دِل توڑ کر کسیکا وہ کیونکر بنائین گے
سونا بنے جو اس سے تو زیور بنائین گے
آبِ روان کی کہتے ہین چادر بنائین گے
ہم تارِ زلفِ یار کا مسطر بنائین گے
باتین بہت سی اب وہ ستمگر بنائین گے
جب ڈوب جائیگا تو وہ لنگر بنائین گے
مٹی سے میری سیکڑون ساغر بنائین گے
دریا لہو کا عرصۂ محشر بنائین گے
دریا کی حد پہ سدِ سکندر بنائین گے
ناخن کوئی تراش کے خنجر بنائین گے
رو رو کے آنکہین خون کبوتر بنائین گے
لوحِ مزار ہم وہی پتہر بنائین گے
بتخانے لوگ دیکہنا گہر گہر بنائین گے
کیا ہوگا اپنے خون کا جو محضر بنائین گے
دیوانہ اب مجہے وہ فسونگر بنائین گے
بے آب میرے واسطے خنجر بنائین گے
گلزار سارا عرصۂ محشر بنائین گے
ہم اپنے دِل کو آج سے پتہر بنائین گے
ابرو کی لاگ پر کوئی خنجر بنائین گے

ممکن نہین کہ اُسکو گرا وے نہ آسمان
پتھر کا بھی مکان جو توانگر بنائین گے

رہنے نہ دیگا چین سے اِکدم یہ کینہ جو
گھر ہم بھی آسمان کے باہر بنائین گے

تلوار رکھہ کے بیچ مین سوئینگے رات کو
دیوار آہنی وہ سراسر بنائین گے

بگڑی ہوئی ازل سے ہے تقدیر عاشقان
کیونکر کسی کے کام مقدر بنائین گے

٢٤٣

دل مین بتون کا دھیان ہر اے اشک رایدن
کافر خدا کے گھر مین بھی کیا گھر بنائین گے

اپنے بیگانے ہون احباب چھٹین گھر چھوٹے
سب گوارا ہر پر اے بت نہ ترا در چھوٹے

واعظا موسم گل ہین یہ مے احمر چھوٹے
منہ لگی ایسی پری جب تو وہ کیونکر چھوٹے

مجکو غنچون کے چٹکنے کی صدائین آئین
یا تنیچے کہین مرغان چمن پر چھوٹے

میری آنکھون سے ہین یون اشک مسلسل جاری
جسطرح آب روان کی کہین چادر چھوٹے

اُس بت حسن کی یاد آگئی جب فرقت مین
دونون فوارے اِن آنکھونکے برابر چھوٹے

دشت گردی مین گذرتے ہین جنون لیل و نہار
دم نکل جائے تو ذرات کا چکر چھوٹے

عشق کے ہاتھ سے لاکھون ہوئے آوارۂ وطن
گھر غریبونکے چھٹے شاہون سے کشور چھوٹے

سر سے سودا نہ حسینون کی محبت کا گیا
عمر بھر ہاتھ سے لڑکونکے نہ پتھر چھوٹے

دل مین کہتا ہون ملا خلد اگر بعد فنا
کہین ایسا تو نہو کوچۂ دلبر چھوٹے

کہان از روزن بجا ہوش و خرد عقل و حواس
سب کے سب ہمسے ہین یہ عشق کی حد پر چھوٹے

جذب پیدا کرے اِتنا تو مرا زخم گلو
کہ چھوڑانے سے بھی گردن سے نہ خنجر چھوٹے

بال کنگھی کے ادھر ناز سے جھٹکے اُسنے
دلمین اپنے یہی سمجھا مین کہ اژدر چھوٹے

موسم گل مین بھی ہمنے وہ بلائین کھینچین
دم نکلنے پہ بھی ہونٹھون سے نہ ساغر چھوٹے

انکی زلفونکے اسیرون نے رہائی پائی
مرغ دل دام مین صیاد کی پھنسکر چھوٹے

نہ پیا آبِ بقا عاقبت اندیشی سے
رہ گئے اُنکو خطِ شوقیہ چلے آتے ہین
شبِ وصلت بھی رہا کرتی ہے چہرے پہ نقاب
حالِ اسیریٔ قفس کا جو کوئی پوچھتا ہے
ہین نہ صیاد کو کس طرح دعائین قاصد
جذبِ الفت کی جو تاثیر دکھائین وحشی

قیدِ ہستی کی مصیبت سے سکندر چھوٹے
نامے لے لیکے ہزارون ہین کبوتر چھوٹے
دیکھیے کب یہ گہن سے مہِ انور چھوٹے
رو گئے ہم کہتے ہین برسون ہین ہوئے گھر چھوٹے
کبھی ہدہد کبھی صدقے مین کبوتر چھوٹے
کبھی چٹکی سے نہ فصاد کی نشتر چھوٹے

٢٤٤	دام گیسو کو نہ سمجھے تھے بلا ہم اے اشک پھنس گیا طائرِ دل دیکھیے کیونکر چھوٹے	٢٢

قسمت مجھے ہاتھ آئی ہے کیا شمع سحر کی
اُس شوخ نے جس روز محبت کی نظر کی
مرنے پہ کریں عود تری زلف کا سودا
مرتے ہی عناصر مین ہوا تفرقہ پیدا
تقدیر سے چارہ نہین اے رشکِ مسیحا
اللہ نے ایسا ہی تجھے حسن دیا ہے
کیا جلد ہوا سوے عدم قافلہ اپنی
گل دیکھ کے چھلونگے ترے ہاتھ پر اپنے
دیکھو نگہِ تیز سے عاشق کے نہ دل کو
جاتے ہی ترے چھا گئی یہ دلپر اداسی
ہر بات سے اک بجلی لطافت کی محبت
اُسکے دُرِ دندان کے تصور نے رولایا

تلوون مین تجھی آ گئے جو آتش ہر ایک سر کی
سب گرمیان کافور ہوئین داغ جگر کی
مرقد پہ جلائے کوئی بتی جو اگر کی
دیوارین گرین چار طرف سے مرے گھر کی
ہم مرگئے جب آپ کو لوگون نے خبر کی
بت بنگیا انسان جہان رخ پہ نظر کی
ہم رہگئے تیاریون مین زادِ سفر کی
بہتی نئی سوجھی مجھے طاؤس کے پر کی
آلودۂ خون ہوگی ہر سے تیرِ نظر کی
دو روز مین جاتی رہی رونق مرے گھر کی
مرکر بھی نکلونگا مین گردش سے ہنوز کی
ہین ندیان آنکھون سے رواں آبِ گہر کی

باہم رخ و گیسو کو ہوئی دیکھ کے حیرت
سو دے مین تری زلف کے روتی ہین یہ آنکھین
تا زیست گئی دل سے نہ مژگان کی محبت
دیوانہ جو زلفونکی محبت مین ہوا ہون
کیونکر نہ جگر خوف سے پانی ہو شب ہجر
رگ رگ مین سمایا ہے تری زلف کا سودا
بلبل کو ہے بے پر جیسے صیاد نے مارا
اللہ رہی نزاکت جو پڑا زلف کا لنگر
اطراف مین گویا کہ ہین اس عشق کے ہاتھون

ہر شب کی سیاہی بہی سفیدی بہی سحر کی
بو روغن بادام سے آتی ہے اگر کی
دیتی رہی ایذا یہ ہمین پہانس جگر کی
ہر پہول سے آتی ہے مہک مجکو اگر کی
جن دیکھ کے ڈرتے ہین او داسی سے گہر کی
یہ ہڈیان بو دین گی جلانے مین اگر کی
صورت بہی قفس مین نہ دکہائی گل تر کی
بل کہا گئی دیکہو ذرا حالت تو کمر کی
جنت کی خبر ہے نہ خبر ہمکو سقر کی

۲۴۵ بگڑی ہوئی ہے سارے زمانے کی ہوا اشک
مٹی نہ ہو کس طرح خراب اہل ہنر کی ۲۶

میرے گھر جانے سے کچھ راہ پہ ہین آئے ہوئے
مجکو پاتے جو نہین پہرتے ہین گہبرائے ہوئے
دل ہین دونون کی محبت کا مزا پائے ہوئے
مین بہی حیرت زدہ ہون وہ بہی ہین گہبرائے ہوئے
اسکی زلفون پہ ہین جن لوگون کے دل آئے ہوئے
کچھ سڑی ہو گئے کچھ پہرتے ہین گہبرائے ہوئے
ہاتھ سے غیر کے شاید ہین دغا پائے ہوئے
کہ وہ ہم سے بہی ہین ملنے کی قسم کہائے ہوئے
اسد اب ہین دیکھ کے افعی کو مین ڈر جاتا ہون۔

یاد آجاتے ہین گیسو ترے بل کہائے ہوئے

یاس سے دیکھہ رہے ہین مری صورت پس مرگ
دستِ نازک سے کفن کو ہین وہ سرکائے ہوئے

مرگیا عاشق دل خستہ و ناشاد کوئی
گہر سے باہر وہ گئے ہین کہین گہبرائے ہوئے

طفل دل اک گل رخسار کا دیوانہ ہے
سوئے گلزار لئے جاتا ہون بہلائے ہوئے

راہ چلنے مین کسی روز اُلجہکر نہ گرین
زلف کو اپنی یون تک پہرتے ہین لٹکائے ہوئے

دل کو اُلجہانے کی زلفون مین نہ تدبیرین کر
جانور بہی نہین پہنستے ہین دنا پائے ہوئے

بلبلِ سوختہ دل کی ہین غضب گرم آہین
پہول شاخون پہ حرارت سے ہین مرجہائے ہوئے

اپنے عشاق کا احوال نہ پوچہا او ظالم
درد رہتا ہے دلون مین کہ ہین دُکھہ پائے ہوئے

خاک مین مجکو ملانے کی پس از مرگ ہے فکر
گور کہدتی ہے لے جاتے ہین نہلائے ہوئے

اُلٹے پہر جاتے ہین اللہ رے تِرے حسن کا رعب
حرف مطلب کے زبانون پہ جو ہین آئے ہوئے

رحم سے مین نہین اِن ستم ایجادون کے

بیٹھے ہین سیکڑون دل زلف مین اُلجھائے ہوئے

رات دِن جشن کے سامان جہان رہتے تھے
جا کے دیکھا تو پڑے ہین وہ مکان ڈہائے ہوئے

صحبتِ بد کا اثر ہوتا ہے سچ کہتے ہین
تجھکو غیرے ہی ہوا خواہ ہین بہکائے ہوئے

معجزے کا جسے انکار ہو وہ کافر ہے
مُردے جی اُٹھے مسیحا ترے ٹھکرائے ہوئے

بخشکو بھیجے جو گنہگار تری زلفون کا
حشر مین لائے ملک بیڑیان پہنائے ہوئے

دردِ دل دردِ جگر چھپ نہ سکا فرقت مین
میرے رسوائی کے باعث مرے ہمسائے ہوئے

کون ہے گورِ غریبان پہ جلائے جو چراغ
بیکسی چار طرف چھاونی ہے چھائے ہوئے

اِمتحان چاہنے والون کا انہین ہے منظور
مین تو موجود ہون اغیار ہین گھبرائے ہوئے

وہ جو گلگشت کو آئے مہک اُٹھا گلزار
اپنی بو باس پہ گل تھے بہت اترائے ہوئے

تیرے دیدار کی حسرت مین جیا ہون اب تک
ملک الموت بڑی دیر سے ہین آئے ہوئے

چار دِن بھی نہ حسینون کا رہا حسنِ شباب

گل سے چہرے نظر آنے لگے کمہلائے ہوئے

٢٤٦	حضرتِ عشق خرابی کے ہین باعث اسے اشک ہم اِنہین مرشدِ کامل کے ہین بہکائے ہوئے	٤٢

جدائی اُس کی تڑپاتی ہے مجکو زیرِ مدفن بہی
غم و اندوہ نے پیچھا نہ چھوڑا بعدِ مردن بھی
ادا و ناز اب سیکھی نکالا اُسپہ جوبن بھی
تمہارا اے پری پیکر قیامت تھا لڑکپن بھی
کسیکی جان جاتی ہے کوئی دیوانہ ہوتا ہے
قیامت کا نکالا ہے پری پیکر نے جوبن بھی
نگاہِ ناز بسمل کرکے ہے دل کے تجسس میں
جلاکر محبکو بجلی ڈھونڈتی ہے میرا خرمن بھی
طبیعت سادگی پر آجکل مائل ہے اُس بت کی
نزاکت کہتی ہے ہین ہتھکڑی سونے کی کنگن بھی
دلِ نالان ہمارا چھیڑ دیکھے وہ بتِ ترسا
کبھی اِس لطف سے بجتے نہ دیکھا ہوگا ارگن بھی
ذرا فصلِ بہار آئے جنون کا جوش ہونے دو
اُسی دن ہوگا پرزے جیب کے ہمراہ دامن بھی
ضعیف و زار ہین کیونکر نہون کاکل کی الفت مین
ہمیشہ جونک بنکر خون پیتی ہے یہ ناگن سے
ضعیفی مین جوانی کا کبھی عالم نہین رہتا

نحیف رض

ہوئی تصویر کہنہ اُڑ گیا سب رنگ روغن بھی
پھرے دن بھر جو رات آئی کہیں جا سو رہے جا کر
ترے خانہ بدوشوں کا کہیں ہوتا ہے مسکن بھی
سحر وہ کسی عاشق کو جا کر قتل کر آئے
ہیں چھینٹیں آستین پر خون میں آلودہ ہے دامن بھی
ہوے پر رو کے دوری میں تری دریا بہا دینگے
حبابوں کی طرح تیرا کریگا اپنا مدفن بھی
گلستان میں بہار آئی و یا کوئی بلا آئے
عنادِل ذبح ہوتے ہیں اُجڑتے ہیں نشیمن بھی
جہنم ہے ریاضِ خلد اُس کافر کی فرقت میں
جو وصلت ہو تو ہے گلزارا براہیم گلخن بھی
طلائی رنگ سے ہے اور ہی کچھ حسن کافر کا
نظر آتا ہے سونے کا ورق ماتھے کا چندن بھی
یہ نازک ہے پہنکر ہار ساقی اُٹھ نہیں سکتا
جھکی جاتی ہے لنگر سے صراحی دار گردن بھی
مسلمان ہی نہیں جور و ستم سے تنگ آئے ہیں
بتون کے ہاتھ سے ہیں آجکل نالان برہمن بھی
جو کوہِ طور پر دیکھا تھا وہ جلوہ نظر آتا
دکہا دیتا تھا موسیٰ کو کبھی یہ روئے روشن بھی
ترے ہونٹھوں کی مسّی اے پری رو یاد آتی ہے

چمن مین داغ دیئے ہین ہمین گلہائے سوسن بھی
جو اُس ناوک فگن نے تیر ہنس ہنس کر لگائے ہین
چمکتے ہین ستارون کی طرح سینے کے روزن بھی
موے پر اور کچھہ وحشت زیادہ ہو گئی اپنے
نظر آتا ہے چشم غول اب مرقد کا روزن بھی

۲۴۷	مقدر مین کہان اسے **اشک** اب دیدار جانان کا رقیبون نے کئے ہین بند دیوارون کے روزن بھی	۱۸

کہین نہ شاد دلِ بیقرار رہنے دے — نہ چین سے مجھے زیرِ مزار رہنے دِے
بتونکے عشق سے دِل داغدار رہنے دے — اسیطرح مجھے اے گردگار رہنے دِے
طلب ہے دلکی عبث مجھسے یار رہنے دے — کوئی تو پاس مرے غمگسار رہنے دے
گلے ادا سے لگا کر نہ قتل کر مجکو — مین گذرا پیار سے اپنا یہ پیار رہنے دے
نہ توڑ توڑ کے برباد کر انہین گلچین — چمن مین کچھہ تو گلونکی بہار رہنے دے
پھنسا ہے طائر دل جاکے دامِ گیسو مین — یہ مفت ہاتھہ لگا ہے شکار رہنے دے
ہے بعد رنج کے راحت مثل یہ ہے مشہور — کلیجا ناوکِ غم سے فگار رہنے دے
بنی ہے ماتھے کا ٹیکا ترے شہید کی خاک — یہ سرخ سرخ جبین پر غبار رہنے دے
مزا ملے ہمین آغوشِ یار کا پسِ مرگ — یونہین زمین جو ہمیشہ فشار رہنے دے
سُنگھا سُنگھا کے شبِ وصل گیسوئے مشکین — جنونکو سر پہ ہمارے سوار رہنے دے
موئے پہ اوج ہوا اے فلک غنیمت ہے — سوار دوشِ ہوا پر غبار رہنے دے
پس از فنا اسی کوچے مین دفن کر دینا — پڑا ہے در پہ ترے خاکسار رہنے دے
لہو بہا عوض جوئے شیر او فرہاد — کوئی نشان تو سر کوہسار رہنے دے

وہیں ملے ہیں یہ جراح شکر کرنے کو — بدن پہ زخم جو ہیں بے شمار رہنے دے
چلے یہاں سے ہم اے باغبان خدا حافظ — اٹھا رکھ اپنا چمن لالہ زار رہنے دے
چھپے ہیں قبر میں آفاتِ دہر سے مر کر — جو آسمان بھی یہ کہنہ حصار رہنے دے
جو مر بھی جائیں تو برباد خاک ہو اپنی — کہیں نہ گردش لیل و نہار رہنے دے

۲۴۸ — جو بس ہو اس فلکِ بد شعار کا اے اشک
جہان میں پھر نہ یہ نقش و نگار رہنے دے — ۱۷

جو اس طرف نظر لطف یار کچھ ہوتی — تو کم یہ گردش لیل و نہار کچھ ہوتی
امید وصل کی تم سے جو یار کچھ ہوتی — شکیبیِ دلِ پر اضطرار کچھ ہوتی
اگر نہ الفتِ مژگانِ یار کچھ ہوتی — تو دل میں کیوں خلشِ نوکِ خار کچھ ہوتی
نہ روکے اشکوں سے دھوتی جو عندلیب چمن — ضرور رنگِ گل کی کلی پر غبار کچھ ہوتی
دعا خدا سے جو ہم کرتے صبح ہونے کی — زیادہ اور شبِ انتظار کچھ ہوتی
اُسے بھی مہر و محبت میں صرف کر دیتے — جو اور زندگیِ مستعار کچھ ہوتی
نہ بچتا ہاتھ سے صیاد کے کوئی بلبل — بہار میں جو ہوائے شکار کچھ ہوتی
حباب بحر کے مانند تیرتا گردون — ہماری چشم اگر اشکبار کچھ ہوتی
جو امتحان کے لئے غیر بھی طلب ہوتے — ضرور گل کوئی کھلتا بہار کچھ ہوتی
جو اُنکے مصحفِ عارض پہ خط نکل آتا — تو پھر یہ لوحِ زمرد نگار کچھ ہوتی
نہ رحم آتا اگر حالِ زارِ مجنوں پر — خجل تو لیلیِ ناقہ سوار کچھ ہوتی
فنا سے پہلے نکل جاتے دل سے حسرت و غم — اگر صدائے شکستِ حصار کچھ ہوتی
ہزار بار ارِنی کہتے حضرتِ موسیٰ — جو دل میں حسرتِ دیدارِ یار کچھ ہوتی
ہوا بھی غیر کی آتی اگر لحد کی طرف — ضرور روح مری بیقرار کچھ ہوتی

تو لذت اور ہی وقتِ فشار کچھ ہوتی جو سرخ رنگ نہ لوح مزار کچھ ہوتی		خیال آتا جو آغوشِ یار کا پسِ مرگ ترے شہید کا کا ہیکو چہرہ تپا رہتا
٢٥	کبھی یقین نہ اُس کینہ خواہ کو آتا جو دل مین اشک محبت ہزار کچھ ہوتی	٢٤٩

ڈر کے جاتا تھا نہ مین زلفِ دوتا کے سامنے
لے گئے مجھ کو اجل کالی بلا کے سامنے
کھینچ کر اِک آہ ہجرِ یار مین ہم مر گئے
کیا چراغِ زندگی ٹھیرے ہوا کے سامنے
دم نکلنا اپنا وہ عیسیٰ نفس دیکھا کیا
ناؤ ڈوبی ہے ہماری نا خدا کے سامنے
سوچکر کیا کیا گئے تھے آج اپنے جی مین ہم
بات بھی پوری نہ نکلی دل ربا کے سامنے
بت پرستی مین گذاری ہمنے یہ عمرِ عزیز
حشر مین کس منہہ سے جائین گے خدا کے سامنے
گنجِ بادآورد کو بھی ہاتھ سے چھوتا نہین
مالِ دنیا ہیچ ہے تیرے گدا کے سامنے
پھر نگاہِ ناز سے کافر کی بچنا ہے محال
آ گیا انسان جب اُس تیرِ قضا کے سامنے
ایک ہی گردش مین سرمہ ہو گئین سب ہڈیان
مال تھے کیا چرخ کی ہم آسیا کے سامنے

اُس نے چاہا جب مری کا ہیدگی کا امتحان
آئے خود کہنچ کہنچ کے دانے کہربا کے سامنے

باتین ہوتی ہین تصور سے صنم کے رات دن
حالِ دل کہتے ہین اپنے آشنا کے سامنے

کاغذِ تصویر کی صورت اُڑا مین ناتوان
لے گئے جب آشنا مجکو ہوا کے سامنے

جان دی ہے مین نے اک شیرین دہن کے عشق مین یا
دفن کرنا چشمۂ آبِ بقا کے سامنے

اِن بتون کو دیکے دِل ناحق مصیبت مین پڑے
رات دِن رہنے لگے رنج و بلا کے سامنے

گر تنفر سے سگانِ کوئے جانان چھوڑ دین
استخوان مین اپنی رکھدونگا ہما کے سامنے

ہو چکی مہمان نوازی کوچ دنیا سے کرین
ہے عدم کی راہ اِس مہمان سرا کے سامنے

بھر کے اشک آنکہون مین فرمایا خدا بخشے اُسے
ذکر میرا جب ہوا اُس بے وفا کے سامنے

آنکھین سب الفت سے ملتے ہین جدہر جاتے ہو تم
نقش حب کیا ہے تمہارے نقش پا کے سامنے

قتل کی سُن کر خبر جان آ گئی عشاق مین
زندگی کو موت سمجھے اِس فنا کے سامنے

پھر نہ منھہ کھولا خجالت کے سبب گل کے حضور
جب کرا ہا عندلیبِ خوش نوا کے سامنے

کیون تصدق ہو نہ آگر روزِ اسکندر کی روح
گرد آئینہ ہے اِس دِل کی صفا کے سامنے

دِل بھی روشن ہے مرے داغ جگر کے نور سے
رہتی ہے قندیل یہ عرشِ خدا کے سامنے

جب گلستان مین گیا وہ گل کی کلیان کھل گئین
کیا نسیمِ صبح اُس کے بادپا کے سامنے

زلفین بکھرائے ہوئے جب ناز سے ہنستے ہین وہ
کوندتی ہین بجلیان کالی گھٹا کے سامنے

فقر کی دولت سے رہتا ہے ہمیشہ دل غنی
ہاتھ پھیلاتے ہین کب ہم اغنیا کے سامنے

۲۵۰	دفن کو تھوڑی سی جگہہ دیدین بُلا کر اشقیا کو ہے یہہ کیا مشکل شہیدِ کربلا کے سامنے علیہ السلام	۱۹

روشن ہوئی بزم اُسکی مرے سوزِ جگر سے
ویران رہا دِل الفتِ گیسو کے اثر سے
دین تھین جو کبھی ناوکِ مژگان کو شکستین
کاہل ہوا گر عشق تو کیا کیا نہین ہوتا
اعجاز کہین موئے میان کو تو بجا ہر
چھپتا نظر آتا نہین اُس زلف کا سودا

لو شمع کے مانند نکلنے لگی سر سے
اِس گھر مین نہ ٹھیرا کوئی آسیب کے ڈر سے
ٹوٹے ہوے وہ تیر نکلتے ہین جگر سے
گل چاک گریبان ہین محبت کے اثر سے
کیا دور ہے ٹانکا نکل آئے جو کمر سے
ہر آہ دھوان دھار نکلتی ہے جگر سے

دُھوکے مین چلے آئین کسیدن تو عجب کیا
ہنس ہنس کر نہ آئینے مین دیکھا کرو ابرو
لٹکاتے ہو زلفون مین جو میرا دلِ داغی
برسون ہین لہو کاوشِ مژگان نے رُولایا
شبہاے جدائی نے کیا ہے مجھے کُشتہ
ہستی مین ہم آتے ہی چلے مُلکِ عدم کو
تجکو مرے آنے کی کسی نے نہ خبر کی
دندانکے تصور مین جو کھینچے نفسِ گرم
تاثیر دکھاوٴن ہین اگر وحشتِ دل کی
پانوٴنکو لپٹ جائیگی خود بیڑیان ہوکر
چکر مین ہون جبسے ہوا عشق زنخدان
بیہودہ یہ تالوین نہین ہین مرے چہالے

گہر میرا بدلجائے اگر غیر کے گہر سے
خنجر کو بجہاتا ہے کوئی آبِ گُہر سے
دیکہو یہ علی بند جدا ہو نہ سپر سے
اب لختِ جگر آنے لگے دیدہٴ تر سے
دُہونا مرے زخمون کو بہی سرخاب کے پر سے
دم لینے کی فرصت نہ ملی آکے سفر سے
شب ہوگئی بیٹہے ترے در پر جو سحر سے
پیدا ہوے جگنو مری آہون کے شرر سے
خود پہاڑ کے کپڑونکو نکلجائین وہ گہر سے
دوہاتہ اگر زلف بڑہے اُسکی کمر سے
اللہ نکالے مری کشتی کو بہنور سے
طی راہِ محبت مین کیا کرتا ہون سر سے

۲۵۱	سوزِ غمِ فرقت کے جلاے ہوئے ہین اشک پروا نہین گر آگ بہی افلاک سے برسے	۲۳

چہٹی بے جان دل ہو ہو کر اُس کی زلفِ پیچان سے
عدم کو غمزدون کا قافلہ جاتا ہے زندان سے
جو قصد اُٹہنے کا کرتا ہون کسی دِن کوئے جانان سے
لپٹ جاتی ہے حسرت آکے اُسدم میرے دامان سے
تنگ آیا ہون مین طولِ شبِ تاریکِ ہجران سے
طلوعِ صبحِ محشر ہو مرے چاکِ گریبان سے

چمن ماتمکدہ ہے بلبلون کے شور و افغان سے
سبد ہین گل کے یا تابوت جاتے ہین گلستان سے
جگر زخمی ہے اپنا کاوشِ مژگانِ جانان سے
عوض اشکون کے خون جاری ہی ہردم چشم گریان سے
اُٹھا سکتے نہین اغیار مجہہ کو کوے جانان سے
وہ بلبل ہون کہ مر کر بہی نہ نکلونگا گلستان سے
ہمنساؤن چہیڑ کر اُنکو تو وہ ضد سے نہین ہنستے
تماشا ہے کہ بجلی بہاگتی ہے کشتِ دہقان سے
گئی جان اُسکی جس نے اُنکی مژگان سے محبت کی
سلامت بچ کے نکلا کون شیرونکے نیستان سے
کمر مین تیغ و خنجر کے نہ ہونے کا بہانہ ہے
جو وہ چاہین چہری کا کام لے لین اپنی مژگان سے
دہانِ تنگ کے بوسے کے دینے مین تامل ہے
طلب کرتے ہین ہم مُہرِ سلیمانی سلیمان سے
اسیرانِ محبت کو کوئی کب روک سکتا ہے
سُرنگین یار کے گہر تک پہنچ جائین گی زندان سے
اذیت مین مزا ملتا ہے مجکو یا کہ قاتل کو
چہڑک لونگا نمک زخمون پہ خود لیکر نمکدان سے
ازل کے روز سے ہم تشنۂ دیدارِ جانان ہین
بھلا بجھتی ہے کیونکر پیاس دیکھین آبِ حیوان سے

اکیلا گھر شبِ فرقت مین ویرانی سے بدتر ہے
مہیب آتی ہین آوازین در و دیوار و ایوان سے
جلائی شمع ہر شب کون مجھہ وحشی کی تربت پر
کبھی کچھہ روشنی ہو جاتی ہے غول بیابان سے
فراق یار مین گل میری نظرون مین ہین انگارے
ہر اک سروِ گلستان کم نہین سروِ چراغان سے
بنا دیتا ہے سوزِ دل اُنھین پرکالہ آتش
نکلتے ہین اگر آنسو ہمارے چشم گریان سے
کہین آرام سے رہنے نہ دیگا آسمان مجکو
پہاڑ و نپر کہین پہینکے نہ لیجا کر بیابان سے
یقین ہے غرق طوفانِ بلا ہو کشتی گردون
اگر ٹپکے کوئی آنسو ہمارے چشم گریان سے
حیاتِ جاودانی ہاتھہ آئے خون مین تر ہو کر
نہائے کشتۂ حسرت تمہارے آبِ حیوان سے
اثر وحشت کرے گی ونہیان یہ صیاد کو آیا
نہ باندہے بلبلون کے پر مرے تارِ گریبان سے
مزارِ کشتگانِ ناز جو کہد وائے جاتے ہین
خزانہ کیا کوئی ملجائے گا گنج شہیدان سے

تو گل پیشہ ہین جو کچھہ خدا دیتا ہے کہاتے ہین
گدا سے کام ہے امراؔشک نہ مطلب ہے سلطان سے

کعبے مین مستجاب ہماری دعا ہوئی
درگاہ ان بتون کی نہ حاجت روا ہوئی

جسروز سلطنت کی بتونکو ہوا ہوئی
اُڑ اُڑ کے زلف فرق پہ بالِ ہما ہوئی

دُنیا سے جسرقون کا چلنے لگے قافلہ
دہڑکن ہمارے دلکی صدائے درا ہوئی

جان آئی بوسہ لیکے خطِ سبزِ یار کا
بوٹی تو زہر کی تہی مجھے کیمیا ہوئی

وہ دشت گرد ہون جو ہوا دفن بعد مرگ
گردش زمین کو صفتِ آسیا ہوئی

ہر پہر کے آستانِ صنم پر رہی نگاہ
پتلی ہماری آنکھہ کی قبلہ نما ہوئی

بولے خرامِ نازِ صنم دیکھکر ملک
محشر مین دوسری یہ قیامت بپا ہوئی

دِل مین کسی حسین کا تصور نہین رہا
ویران کچھہ دنون سے یہ مہمانسرا ہوئی

دِیوانہ کردیا ترے گیسو کے عشق نے
میرے گلے کا ہار یہ کالی بلا ہوئی

صیاد نے جو صدقے مین اپنے رہا کیا
ہر عندلیب چھٹ کے قفس سے ہما ہوئی

یہ رند چھوڑدیگا جو پینا شراب کا
سن لیجیئگا دخترِ رز پارسا ہوئی

قابو مین دست و پا نہین ضعف کے سبب
اُڑکر اُدہر چلا مین جدہر کی ہوا ہوئی

جور و ستم بتونکے اُٹھائے خوشی خوشی
باعث خرابیون کی ہماری وفا ہوئی

گھر میرا پوچھتی ہوئی آئیگی دیکھنا
جسروز آسمان سے نازل بلا ہوئی

پابند عشق زلفِ بتان اِسکا نام ہے
زنجیر پانٔون سے نہ مرے پر جدا ہوئی

بیمار چشم کو بہی سہارا سا ہوگیا
نرگس کی شاخ ہاتہ مین اگر عصا ہوئی

ایذا پسند مجھسا نہوگا جہان مین
جو جو ستایا اُسنے محبت سوا ہوئی

۲۵۳	دیکھو جسے وہ کشتۂ تیغ جفاے اُشناہے جلاد کی گلی نہ ہوئی کربلا ہوئی	۲۹

کعبہ و دیر و کلیسا مین جبین سائی ہے
سن لیا ہے جو کسی سے کہ وہ ہرجائی ہے

ایسی ناقوس برہمن کی صدا بھائی ہے
مین ہمیشہ یہی سمجھا کیا شہنائی ہے

دھوم ہے چار طرف فصل بہار آئی ہے
وحشیونکو ہوس بادیہ پیمائی ہے

ہو سکا خاک نہ بیمار محبت کا علاج
اسی منہہ پر انہین دعوی مسیحائی ہے

ہیچ سے دشت جنون خون کف پا سے مرے
چارسو پھولا ہوا لالۂ صحرائی ہے

جانتی ہے مجھے وارفتہ جو صورت کا تری
حور بنکر مرے بالین پر اجل آئی ہے

دیکھہ لینے سے غرض ہے وہ کہین جاکے رہین
دور مین سے ہی سوا آنکھہ مین بینائی ہے

دل کی بیتابی سے مجبور چلے جاتے ہین
اسنے ملنے کی تو سو بار قسم کھائی ہے

بند آنکھین کئے جاتے ہین عدم کے سفری
راستے مین کہین بھیڑ نہ کہین کھائی ہے

تذکرۂ آنکھ نہ دو شوخ لطافت کے سبب
ہر شمار اندھو نہین انکا جنہین بینائی ہے

اسکے دل دیدیا پھر اسکو نہ اتنا سمجھے
بعد مدت کے یہ کھوئی ہوئی شے پائی ہے

جان سی آگئی اپنے جسد بے جان مین
اسطرف کی جو کسی روز ہوا آئی ہے

دم و پہلو مین جو ہر وقت رہا کرتا ہے
راہ مین دل نے مرے چوٹ کہین کھائی ہے

عشق مین ساری بلاؤنکا مجھی پر ہے ہجوم
روز نازل یہان اک آفت بالائی ہے

جسکو دیکھا نگہہ گرم سے وہ خاک ہوا
آگ اس چشم فسونساز نے برسائی ہے

یاد پیری مین مجھے آتے ہین وہ افعی زلف
سانپ کے کاٹے کی اب دیکھئے لہر آئی ہے

انکی آنکھون مین نہین سرمے کے یہ دنبالے
تیر تھین کھل گئین مژگان مین صف آرائی ہے

غنچۂ گل یہ عجب حسن ہے اللہ اللہ
منہہ چھپائے ہوئے گھونگٹ مین دلہن آئی ہے

میرے قاصد کا ہر اک گھر مین بپا ہے ماتم
جیسی مرنے کی ہمیر کی خبر آئی ہے

سمجھا تاریکئ مرقد کو مین ایام فراق
وہی راتین ہین وہی گوشۂ تنہائی ہے

دیکھتا ہے چمن حسن کی اپنے وہ بہار
آئینہ سامنے ہے محو خود آرائی ہے

بھر گئی بلبلِ نالا پہ چھری گلشن مین
دِل لہو ہو گیا غم سے ہر مژہ خون افشان
طور پر برق گرانے کا ارادہ پھر ہے
تیر سینے قاضی کے نہ اب پھر کے کبھی آئیگی
انگلیان اُٹھتی ہین لوگون کی ہمہ تو کیطرف
اِک نظر دیکھتے ہی اُس بُتِ کافر کا جمال
کون رسوا ہوا یار تری الفت مین

خاک اُڑاتی ہوئی جو بادِ صبا آئی ہے
تار پر آنسوؤن کے ہمکو خبر آئی ہے
رخِ روشن سے نقاب اُسنے جو سرکائی ہے
توبہ مجھہ رندِ خرابات سے چکرائی ہے
حسن ہر شئی کے لئے باعثِ رسوائی ہے
کیا طبیعت مری آندھی کی طرح آئی ہے
ہر گلی کوچے مین صدہا ترا سودائی ہے

٢٥٤	یاد ہے قصۂ منصور مجھے خوب اے اشک کچھہ نکلجائے اگر منھہ سے تو رسوائی ہے	١٥

اِک نہ اک مجھپہ ہمیشہ نئی افتاد پڑی
قیدِ زینت کے بہانے سے بڑھائی تو نے
سبکے سب چھوٹ بچا جائین گے دمساز و رفیق
لوگ کہتے تھے کہ تیار رہے چور نگ مین ہاتھ
سخت باتونسے حسینونکی ہوا چکنا چور
جو سے شیر اسکو سمجھتا ہے عبث تو دلمین
نیشتر دیکھہ کے یاد آگئی مژگان اُسکی
وحشتِ دل نے کیا زلفِ مسلسل مین اسیر
تو بھی اسدم مجھے خود رفتہ نظر آتا ہے
کام آرے کا کیا برقِ نگہہ نے اُسکی
خون بہانیکا بہانہ نہ کہین ہو جائے

دِل مین جبسے محبت کی ہے بنیاد پڑی
نیند بھی یا تو نہین سونے کی جو صیاد پڑی
کوئی جبسے وز گڑھی او ستم ایجاد پڑی
ایک تلوار نہ پوری کبھی جلاد پڑی
شیشۂ دل پہ ہمارے نئی افتاد پڑی
تیری بربادی کی ہے نیو یہ فرہاد پڑی
ایک برچھی سی جگر پر مرے فصاد پڑی
نئی بیڑی یہ مرے پانون مین حداد پڑی
چھانون تجھپر کسی وحشی کی ہے فصاد پڑی
آنکھہ جبسے وہ چمن مین سوئے شمشاد پڑی
تیرے سر دودہ کی ندی تو ہے فرہاد پڑی

تھپاز ملنے میں نہ عشاق کشی کا دستور
ظلم کی تجھ سے بنا او ستم ایجاد پڑی

کوئے جانان میں قدم رکھتے ہی آ جو گئی موت
مجھپر افتاد ہے یہ صورتِ شداد پڑی

نزع میں بیٹھہ کے رویا کئے بالین پہ مری
وصل قسمت میں نتھا ایکیہ یہ افتاد پڑی

٢٥٥
بڑھ گئے تیغ ادائے ستم ایجاد کے زخم
اشک مرہم میں تھی خاکسترِ فولاد پڑی
٢٧

دل میں جو الفتِ گیسوئے رسا رہتی ہے
لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں بلا رہتی ہے

بارہ پر یار کی جو زلفِ رسا رہتی ہے
کچھ کرمونکی ہی ہمت سے سوا رہتی ہے

دم میں دروازیکے ہو جاتے ہیں سو سو پھیرے
رات دن یار کی کانون میں صدا رہتی ہے

جی میں آتا ہے کہ اک روز میں اُسنے پوچھون
تیرے دلمین کسی عاشق کی بھی جا رہتی ہے

جب میں جاتا ہون کبھی بوئے گلِ تر کیطرح
کوچۂ یار میں چو بائی ہوا رہتی ہے

جان آجاتی ہے انسان کے تنِ بیجان میں
دمِ عیسی ترے کوچے کی ہوا رہتی ہے

اہل نخوت کی نمایش بھی ہے مانند حباب
جان کی خیر ہے جتبک کہ ہوا رہتی ہے

دم نکلنے پہ کہان نغمہ و خوش الحانی
نے بھی بجتی ہے اِسی سے کہ ہوا رہتی ہے

اپنے کوچے میں کہین دفن مجھے کر دینا
خلد میں بعد فنا میری بلا رہتی ہے

سبزہ رو یونسے محبت ہی ملاقاتین ہین
عاشقون میں صفتِ کاہربا رہتی ہے

سلطنت کا ہے مزا نفس کشی میں غافل
عجب اکسیر یہ پیشِ فقرا رہتی ہے

آتا جاتا ہے حسینون کا تصور دل میں
خالی کس روز مسافر سے سرا رہتی ہے

آندھیان سرخ جو مقتل سے اُٹھا کرتی ہین
کچھہ شریک اُس میں بھی خاکِ شہدا رہتی ہے

برسون آتا نہین دل میں کسی مہر کا خیال
کوئی ایسی بھی زمانے میں ہوا رہتی ہے

حالِ دل میرا وہ بت دل سے سنے یا نہ سنے
آدمی کے لئے کہنے کو تو جا رہتی ہے

ایسے ایسے تو بہت یاد ہین فقرے اُنکو
درد سر ہے کبھی پانون مین حنا رہتی ہے

تیرہ بختون کی لحد پر رہین کیا شمع و چراغ
منہہ پر برستا ہے کسی روز ہوا رہتی ہے

دیکھکر غیر یہ کیا دل مین نہ جلتے ہونگے
اُنکے پہلو مین جو خالی مری جا رہتی ہے

مان لیگا وہ شہ حسن مرے کہنے کو
کہ اثر دار دعائے فقرا رہتی ہے

الفتِ سبزۂ خط زہر ہوئی حق مین مرے
اِسی بوٹی مین سنا تہا کہ شفا رہتی ہے

دم نکلجائیگا توڑا جو دلِ نازک کو
بند اِس شیشی مین اے یار ہوا رہتی ہے

اہلِ دنیا کی خرابی کا نہ گر پاس کرون
سقفِ گردون ابہی اک آہ مین آ رہتی ہے

حسرتِ دید مین آنکھونسے نکلجاتا ہے دم
چشمِ مشتاق تری مرنے پہ بہی وا رہتی ہے

دیکھکر خارِ مژہ خون ہر آنکھون سے روان
کیا نگہہ آدمی کی آبلہ پا رہتی ہے

مصر کہ حضرت یوسف کا کسے یاد نہین
اِن حسینون مین کہین بوئے وفا رہتی ہے

کاروان ہو نہ کسی یوسف گم گشتہ کا
درد انگیز جو آوازِ درا رہتی ہے

۲۵۶	فرطِ الفت سے نہین چھوڑتا جلادے اشک دوست کے پردہ مین ساتھ اپنی قضا رہتی ہے	۱۹

ہوا دشوار چھپنا سوزِ غم کا قلبِ مضطر سے
لگے شعلے نکلنے شمع کی صورت مرے سر سے

یہ عالم ہے کہ اُٹھہ سکتا نہین مین اپنے بستر سے
مجھے بہی ہو گیا دورانِ سر گردون کے چکر سے

محبت ہوتی جاتی ہے ہمین مژگانِ دلبر سے
چھری کا بہی لگانا سیکھہ لین پہلے فسونگر سے

بتون کی زلف پیچان دیکھکر مین دل مین کہتا ہون

خدا کی شان پیدا مشک بھی ہوتا ہے پتھر سے
تو وہ رنگین ادا ہے ہو گنبد گلشن مین گر تیرا
صدا آنے لگی بلبل کے نالون کی گل تر سے
یہ اونے شعبدہ ہے الفت دندان حبانان کا
کہ جگنو بن گئے جوہر اڑتے ہین قاتل کی خنجر سے
رقیب رکینہ جو پر غالب آیا نامہ پر اپنا
گیا ہے صید گویا باز کو سے ہمنے کبوتر سے
گزر جاتی ہے آسایش سے انسان کی فقیری مین
قناعت کی بھی دولت ہاتھ آتی ہے مقدر سے
نہوگا استخوان کا نام تک باقی مزارون مین
بخطیرے سنگ مرمر کے نظر آتے ہین باہر سے
کسی کی ناوک بیداد نے زخمی کیا شاید
روان ہین خون کے فوارے پر و بال کبوتر سے
بتون کی زلف کا سودا تو یون ہر گز نہ جائیگا
رگ جان دیکھ پہلے چھیڑ کر فصاد نشتر سے
کسی نے گر وہان پوچھا گنہگاران الفت کو
چھپا کر منہہ نکل جائینگے ہم میدان محشر سے
رہا سولی پہ فصل گل مین اپنی وحشت دل سے
چبھا تلوے مین جو کانٹا نکل آیا مرے سر سے
مثال حرف کسکا قید ہے نقش عداوت ہون

جلانے پر بھی نکلوں گا نہ مین باہر کبھی گھر سے
عداوت کے یہ معنے ہین مرے دل کے جلانے کو
جوابِ خط لکھا جلاد نے خونِ کبوتر سے
سمجھتے ہین ہم اپنی بود و نابود ایک عالم مین
لپٹ کر رہ گیا ہے جسمِ لاغر تارِ بستر سے
اُٹھایا ہے وہ بارِ عشق ہمنے ناتوانی مین
زمین کشتی کی صورت ڈگمگا جاتی ہے لنگر سے
اِشارہ ہے کہ عاشق کی نہین تقدیر مین وصلت
مرے خط کا جواب اُسنے لکھا سرخاب کے پر سے
٢٥٧ طبیعت عہدِ طفلی سے ہے مائل بادہ نوشی پر ٢١
ہوا کرتا تھا نت اُشک ہمکو شیرِ در سے
قد اُنکا بڑھ پر ہے چال آفت ہوتی جاتی ہے
ابھی سے جا بجا برپا قیامت ہوتی جاتی ہے
مےِ گلرنگ پر زاہد کو رغبت ہوتی جاتی ہے
جو طینت پاک ہوتی ہے ہدایت ہوتی جاتی ہے
جدائی کے الم سے غیر حالت ہوتی جاتی ہے
ہماری پھر وہی اگلی سی صورت ہوتی جاتی ہے
صفائی جب نہو دل مین تو کیونکر وصل کی ٹھہرے
محبت کے عوض اب تو عداوت ہوتی جاتی ہے
بُرا پیچھے پڑا ہے روگ اِن روزون محبت کا

ابھی سے دست و پا کی سلب طاقت ہوتی جاتی ہے
کبھی آہین جو کرتا ہون دہوین منہہ سے نکلتے ہین
تپ غم کی رگ و پئی مین حرارت ہوتی جاتی ہے
چمن کو دیکھکر کچھہ اور وحشت رنگ لاتی ہے
گل و گلزار سے بھی اب تو نفرت ہوتی جاتی ہے
لگے زاہد بھی آنے میکدے مین بادہ نوشیکو
خدا کے فضل سے ظاہر کرامت ہوتی جاتی ہے
ستائین جس قدر جی اُنکا چاہے کون مانع ہے
ہمین جور و ستم سہنے کی عادت ہوتی جاتی ہے
کسیکو پھر کبھی دہوکے مین اپنا دل نہ دیدینا
ہمین یہ فرح کرنے مین نصیحت ہوتی جاتی ہے
کھڑے ہین کب سے عاشق قتل ہونے کی تمنا مین
نصیب دشمنان جنس شہادت ہوتی جاتی ہے
وہ لڑوانے کی خاطر دے رہے ہین بارہ غیرونکو
یہان مرنے پہ آمادہ طبیعت ہوتی جاتی ہے
طریقے سیکہتے جاتے ہین بارسے آشنائی کے
ہر اک سے راہ مین صاحب سلامت ہوتی جاتی ہے
لگی دل کی بری ہو تی ہے گذرے جبیہ دو جانتے
وہ جو جو ظلم کرتے ہین محبت ہوتی جاتی ہے
عیان ہے صبح پیری ٹھنڈی سانسین بھر رہا ہون مین

ہوا سرد آرہی ہے اور غفلت ہوتی جاتی ہے
کوئی تو ماہ پیکر فاتحہ پڑہنے کو آتا ہے
یہ کیسی روشنی بالائے تربت ہوتی جاتی ہے
بلائے ہجرِ جانان سے چھوڑا یا موت نے ہمکو
رگون سے دم نکلتا ہے تو راحت ہوتی جاتی ہے
محبت مین ہم اُسکی نقد جان و دل لُٹاتے ہین
خدا کی راہ مین صرف اپنی دولت ہوتی جاتی ہے
کہان ناپیری مین لطفِ عیش شکلِ اخترِ گردون
سحر ہوتے ہی برہم شب کی صحبت ہوتی جاتی ہے
عبث ارمان ہے گردون کو مرے برباد کرنے کا
ہوئے خود پریشان خاکِ تربت ہوتی جاتی ہے

۲۵۸	مزے اے اشک جو کوئی صنم کے یاد آتے ہین جہنم سے بھی بدتر ہمکو جنت ہوتی جاتی ہے	۱۸

جیئے جب تک رہی دیدارِ قاتل کی تمنا بھی
کیا ممنون احسان ذبح کرکے مجکو قاتل نے
خدا جانے اُٹھا کر اپنے کوچے سے کہان پہینکے
لگا خنجر ادہر منہ پہیر کر میری جانب سے
کنوین مین گر پڑینگے گر یہ زہرہ وشن سنائینگے
دلِ دیوانہ اکدن زلفِ پرخم مین پہنسائینگے
حُدی خوان گر ہوتا قیس کے آگے ناقے کے

ہمارے ساتھ کشتہ ہوگئی دل کی تمنا بھی
نہ ہے باقی نہ جہگڑا تھی یہ بسمل کی تمنا بھی
نہین جلاد کو معلوم بسمل کی تمنا بھی
بیان مین کر چکا جلاد سے دل کی تمنا بھی
اگر ہوتا تو کرتے چاہ بابل کی تمنا بھی
اگر باقی رہی طوق و سلاسل کی تمنا بھی
کبھی لیسی کو ہوتی نہ محمل کی تمنا بھی

پلا جام مے گلرنگ اپنے ہاتھ سے ساقی
کسیدن تو ہو پوری اہل محفل کی تمنا بھی

عذارِ یار پر اچھا ہوا جو خط نکل آیا
کہین ملجائے تھی زہر ہلاہل کی تمنا بھی

دعا مرنے کی اپنے کیون نہ مانگون یا تو ایمین
تھکے ماندے ہی کو ہوتی ہے منزل کی تمنا بھی

یہ دل جلتا ہے جب تک آنکھ سے آنسو نکلتے ہین
کبھی پوچھو تو صاحب شمع محفل کی تمنا بھی

مرین گر ڈوب کر بحر الم مین ہم تو بہتر ہے
نہین دلکو ہمارے اب تو ساحل کی تمنا بھی

ہماری طرح کیون یہ شام سے تا صبح روتی ہے
نکلتی ہی نہین کیا شمع محفل کی تمنا بھی

تمہارا سنگ کا مر گئے ٹکرا کے سر اپنا
یہی تھی اس پری رو اہل محفل کی تمنا بھی

گلا خنجر سے کٹ سکتا نہین کیا سخت جان ہون مین
رہی جاتی ہے دل ہی دلمین قاتل کی تمنا بھی

چھری کیا پھیر اکیا وہ حلق پر دیکھا کئے ہم بھی
نکالی خوب ہمنے مرتے دم دل کی تمنا بھی

جو کچھ دیتا ہے تو اپنے کرم سے مین وہ لیتا ہون
نکلتی ہے تجھی سے تیرے سائل کی تمنا بھی

٢٥٩	فقط پر اک بت زہرہ جبین کے اشتیاق دل آیا کنوین جھکوائیگی اب چاہِ بابل کی تمنا بھی	٢١

قاصد کے پاؤن کا مرے در پر نشان ہے
سب کو قدم رسول کا اب تک گمان ہے

پردہ مین دردِ دل کا ہمارے بیان ہے
نالان مثال نے کے ہر اک استخوان ہے

دِل کو کسیکی زلف معنبر کا دِھیان ہے
بو فون سے مشکِ ناب کے مملو مکان ہے

دِل بھی ہمارا کیا متبرک مکان ہے
چارون طرف کسیکے قدم کا نشان ہے

شہرہ ہے کس کے حسن کا سارے جہان مین
اِک غلغلہ زمین سے تا آسمان ہے

شعلے نکل رہے ہین تپِ غم سے رات دن
پہلو مین اپنے دل نہین گندھک کی کان ہے

ہمکو کچھ اپنے دل کی ابھی تک خبر نہین
اِتنا تو جانتے ہین نزولی مکان ہے

کچھ ان بتون کو کعبہ دِل کا نہین لحاظ
اِس کی خبر نہین کہ یہ کس کا مکان ہے

آخر بتون نے دل مرا برباد کر دیا
کہتا رہا ہزار پرایا مکان ہے

شیشے شراب کے ہین کہ گلدستۂ جنان
میخانہ گلفروش کی گویا دکان ہے

دیکھین تو کون تیغ پہ رکھدیتا ہے گلا
منظور عاشقون کا اُنہین امتحان ہے

ایذا نہ جسم زار کو دے بعد مرگ کے
۲
کر رحم اے زمین کہ ترا میہمان ہے

دندان کے عشق مین نہ نکلجائے آہ گرم
گو گرد کی زمین مین ہیرے کی کان ہے

برباد دل ہوا مرا آنکھون کے سامنے
اتنا تو پوچھیئے کہ یہ کسکا مکان ہے

فیض سخن نے آپ کے شیرین بیان کیا
گویا مرے دہن مین تمہاری زبان ہے

برباد بوے گل کی طرح ہون جہان مین
مجھ ناتوان کا دوش ہوا پر مکان ہے

الفت مین یار اپنا پرایا نچاہیئے
زہیئے ہمارے دل مین یہ کسکا مکان ہے

کچھ جنس دل کی اپنی بڑی مالیت نہین
لیکن مجھے تو اب بھی اُسی پر گمان ہے

خود ہونٹ چاٹتا ہے وہ اپنے دم سخن
اس درجہ میرے یار کی میٹھی زبان ہے

کرتی ہین قتل اُسکی نگاہونکی تیزیان
مژگان ہین تیر ہین نہ وہ ابرو کمان ہے

۲۶۰
ایذا رسانیان ہین وہی ظلم و جور اشک
اب تک مزاج پیر فلک کا جوان ہے
۲۰

بلائے جان ہوا ذکر بت حور اشمائل بھی
جلالی اسم سے جلنے لگی عقد انامل سے
اثر کچھ تو دکھا دیتا ہے اپنا عشق کامل بھی
لہو کے آنسوؤن سے مجھکو رونا میرا قاتل بھی
رہیگا غلغلہ اپنی وفا کا سارے عالم مین
کریگا یاد مجھکو زندگی بھر میرا قاتل بھی

محبت سے بتانِ بے وفا کے ہاتھ اُٹھا بیٹھون
کسی صورت سے مانے جب مرا کم بخت یہ دل بھی
تری آہون نے ای مجنون لگا دی آگ صحرا کو
دھوان دینے لگے ایسا نہو لیلیٰ کا محمل بھی
اُلٹتا ہے نقاب اپنے رخ روشن سے وہ جس دم
چھپا لیتا ہے منہہ شرما کے اپنا ماہِ کامل بھی
کھنچا وحشت مین طول اِس مرتبہ اپنی اسیری کو
کہ آخر ہو گئی جزو بدن طوق و سلاسل بھی
اشارے ابرؤن سے رقص مین وہ شوخ کرتا ہے
نہ کشتہ ساتھہ عاشق کے کہین ہون اہل محفل بھی
بڑا اِک مرحلہ باقی ہے ہمکو سر کٹانے کا
خدا چاہے تو دم مین سہل ہو جائے یہ مشکل بھی
بہت چاہا مگر نکلا نہ دم وہ سخت جان ہین ہم
گلا تک کٹ چکا ہے کیا چلے زہر ہلاہل بھی
عجب کیا گور تک انسان جو مر مر کر پہنچتے ہین
عدم آباد کی پہلی کڑی ہوتی ہے منزل بھی
قناعت پیشہ دولت مند سے ہرگز نہین دبتے
نہ خاطر مین کبھی شاہون کو لایا تیرا سائل بھی
نہ کیون بحر الم مین ڈوبہ کر دہ جان دین اپنی
سہارا عشق کو تشنگی کا نہین اور دور ساحل بھی

ہوا ہوں دفن میں جس روز سے صحنِ گلستاں میں
چڑھا جاتے ہیں اکثر پھول تربت پر عنادل بھی

خیال آتا ہے وحشت میں جو اُسکی زلفِ پیچاں کا
لپٹ جاتی ہے افعی بنکے پانوں کو سلاسل بھی

دیا ہے حسن خالق نے تجھے عالم فریب ایسا
ہے وارفتہ تری صورت کا دیوانہ ہی عاقل بھی

نقابِ رخ اُلٹ کر اُسنے دیوانہ کیا سب کو
لگے تِنکے مری صورت سے چن نے اہلِ محفل بھی

رہے گا منہہ اُسی جانب جدہر جلاد جائیگا
پھریگا صورتِ قبلہ نما ہر سمت بسمل بھی

ہر اک نے کہوئیں آنکھیں شوقِ دیدارِ زنخداں میں
اِسی حسرت میں اندھا ہو گیا ہے چاہِ بابل بھی

۲۹۱	لئے جو سبزۂ عارض کے بوسے **اشک** دل ٹہیرا ہمارے حق میں شربت ہو گیا زہرِ ہلاہل بھی	۲۳۰

ہنر اِن گوریسے ڈر کا ہے کیا وحشت کیسی
بل کیا کرتی ہے مجہہ سے مری قسمت کیسی

غم کا ہے سامنا ہر وقت مسرت کیسی
دیکہکر مجھکو ہوئی یار کو حیرت کیسی

آگ میں کود پڑیں یار اشارہ جو کرے
دوستوں نے مجھے دیکھا تو نہیں پہچانا

جا مِسا رِ فتر کی اُترنے کی ہے تربت کیسی
وصل کی بن کے بگڑ جاتی ہے صورت کیسی

سر پہ لائی ہے محبت تری آفت کیسی
اور دیوانوں کی پھر ہوتی ہے صورت کیسی

عشق ہوتا ہے تو بڑھ جاتی ہے ہمت کیسی
عشق دو دن میں بنا دیتا ہے صورت کیسی

سختی جانی سے نکلتا نہیں دم ہجر کی شب
ملک الموت سے ہوتی ہے ندامت کیسی

مر رہے ہیں غم دوریِ صنم سے ہم تو
دوست کہتے ہیں کہ ہے یہ تمہیں غفلت کیسی

تپِ غم سے ہوا آخر کو مرا کام تمام
چار ہی دن میں بڑہی ہے یہ حرارت کیسی

ایسا یوسف کا بھی بازار کبھی گرم نتہا
چار جانب سے اُمنڈ آئی ہے خلقت کیسی

خاک میں جاہ و حشم مل گیا سب شاہونکا
کہیں مرقد کا نشان تک نہیں نوبت کیسی

اپنے دشمن سے بھی کہتے نہیں ہم دلمیں غبار
صاف آئینہ یہ رہتا ہے کدورت کیسی

کیون زمانہ تہ و بالا نظر آئے نہ ہمین
یار کی چال سے رہتی ہے قیامت کیسی

کوئے جانان سے نہ لیجاؤ فرشتو پس مرگ
یہین رہنے دو خدا کے لئے جنت کیسی

حشر میں جنس گنہ لیکے جو مین جاؤن گا
دیکہنا پیچھے پڑے گی مرے رحمت کیسی

اشک آنکہونسے خوشی مین جو نکل آتے ہین
آجکل ہوگئی ہے رونے کی عادت کیسی

باز آ جور و ستم سے کہین اب او شہِ حسن
ہاتہ سے تیرے تباہی مین ہے خلقت کیسی

قتل اورونکو کیا رہگیا مین دیکہ کے منہہ
تھی مرے دل مین تمنائے شہادت کیسی

صدمۂ دوریِ دلدار اُٹہائے نہ گئے
دل کی دوروز مین جاتی رہی طاقت کیسی

فرقتِ یار مین اک جان کا نقصان تو ہوا
ہو گئی روز کے جہگڑونسے فراغت کیسی

دیکے دم سب نے پلادی مَیِ گلرنگ اُسے
خاک مین مل گئی زاہد کی کرامت کیسی

سجدے کرتے ہین جو عشاق بتون کے در پر
خطِ تقدیر مٹاتے ہین عبادت کیسی

مر گئے پر نہ ملا اُن سے محبت کا ثمر
خاک مین مل گئی برسون کی ریاضت کیسی

ثانیِ یوسفِ کنعان تمہین سب کہتے ہین
حسن سے آپ نے پائی ہے فضیلت کیسی

مرتبہ حضرتِ موسیٰ کا ملے گا شاید
ہوتی جاتی ہے زبان مین تری لکنت کیسی

نہین زہاد کے افعال ریا سے خالی
دُہوکا دیتے ہین فقط ہمکو عبادت کیسی

دِل مرے پاس سے گم ہوگیا فرماتے ہیں
مجھ سے اب مانگتے ہو امانت کیسی

کنجِ عزلت میں گذر جاتے ہیں ہمکو مہ و سال
سیرِ گلشن کہان احباب کی صحبت کیسی

وحشتِ گردیکا اثر بعدِ فنا بھی نہ گیا
چاک کی طرح پھرنے لگی تربت کیسی

۲۶۲ نگر انجب بام کی منعم کو نہیں کچھ اے رشک
مقبرہ کوئی بناتین یہ عمارت کیسی ۴۰

گرد زلفین بیچ میں وہ عارضِ پرنور ہے
ہے تماشا چاند کا ہالہ شبِ دیجور ہے

آجکل کاوش پہ ہمسے ساقیِ مخمور ہے
آبلون سے دل لعینہ خوشۂ انگور ہے

دم قدم سے اپنے سب وحشتِ جنون پرنور ہے
پانون کا ہر آبلہ رشکِ چراغِ طور ہے

ہر طرف کو جلوۂ حسنِ بتِ مغرور ہے
ذرہ ذرہ اُسکے کوچے کا چراغِ طور ہے

بیقراری سی ہر مجکو بیقراری ہجر میں
دم نکلجاے یونہیں اگر روز تو کیا دور ہے

فصلِ گل میں ہر خرابی محتسب کے ہاتھ ہے
جو صراحی میکدہ میں ہے وہ چکنا چور ہے

کوئی دم تھمتے نہیں آنسو فراقِ یار میں
چشمِ گریان ہے و یا بہتا ہوا ناسور ہے

حیرت افزا یار کا زلفون میں ہر حسنِ صبیح
مشک ہے کافور میں یا مشک میں کافور ہے

کھنچی ہر لوگون سے عبرت دیکھکر رستہ چلو
زیر پا یہ استخوان کاسۂ فغفور ہے

سرخ ہو جاتا ہے کپڑا جس جگہ پڑتا ہے عکس
عارضِ گلرنگ کا اُسکے گلابی نور ہے

قید کچھ شاہ و گدا کی راہِ الفت میں نہیں
جو اٹھالے سر پہ بارِ عشق وہ مزدور ہے

رشکِ گلزارِ جنان ہے وہ بتِ رنگین ادا
آنکھ کی پتلی ہے یا غرفے میں کوئی حور ہے

روزِ فرقت مہرِ تابان دیکھکر جلتا ہوں میں
وہان خدنگِ آہ کیا پہنچے نشانہ دور ہے

سخت باتیں وصل میں وہ بت سناتا ہے ہمیں
شیشۂ دل پتھرونسے آج چکنا چور ہے

گرمیان کم ہوگئین جاتا رہا عہدِ شباب
صبحِ پیری داغِ دل کو مرہمِ کافور ہے

سامنا ہے موت کا صبحِ شبِ وصلِ صنم
میری نظرون مین طباشیرِ سحر کا نور ہے

آتشِ غم مشتعل ہے جوش پر طوفانِ اشک
اندنون سینہ ہمارا نوح کا تنور ہے

دستِ فندق بند مین دو نا صفا سے حسن ہے
ہین تری یاقوت پورین اور کفِ بلور ہے

چہالے پڑ جاتے ہین ہاتہون مین جو چہوتا ہے مجھے
سوزِ غم سے آگ کا شعلہ تنِ محرور ہے

ہجر مین اُس گل کے سیرِ باغ خوش آتی نہین
نالۂ بلبل ہی اب مجھکو صدائے صور ہے

پہنی ہے جالی کی کرتی اُس سراپا نور نے
جلوہ گر اک ایک خانے مین چراغِ طور ہے

سبزۂ خط کی محبت نے گہلایا اسقدر
جسمِ زار اپنا بعینہ نقشِ پائے مور ہے

کجکلاہی پر عبث نادان گلِ مغرور تہا
کاسۂ سر ٹہوکرون سے آج چکنا چور ہے

رات بہر فرقت کی شب نالان رہا کرتا ہون مین
تار ہین تارِ نفس سینہ مرا طنبور ہے

چہوڑ کر اسلام کی ہے بت پرستی اختیار
ماتہے پر جائے نشانِ سجدہ اب سیندور ہے

پاشکستہ ہو کے بیٹھے ہین جو کوچہ مین ترے
ایک اک اپنی جگہہ پر ثانیِ تیمور ہے

بنگیا داغون سے سینہ رشکِ گلزارِ جنان
دود آہِ دل نہ سمجھے کوئی زلفِ حور ہے

لیکے ناز و ادا سے دل تو آنکہین پہیر لین
اب حسینون کا زمانے کے یہی دستور ہے

روح اپنی کوئے جانان مین رہیگی بعد مرگ
خلد مین وہ جائے جسکو اشتیاقِ حور ہے

دور سے جلوہ دکہاتے ہین وہ اپنے حسن کا
آجکل بامِ بلندِ یار کوہِ طور ہے

بعد مرنیکے بہی ہین نالان رہینگا دیکہنا
گور کے مردے یہ سمجھینگے صدائے صور ہے

خود گلا کاٹین اگر انکو نزاکت کا ہو عذر
جان ہی دینا بہرصورت ہمین منظور ہے

دوست دشمن پر ہمیشہ اُنکا ہے یکسان کرم
دونون آنکہونکے کٹورون مین لبالب نور ہے

ہاتھ خالی پہ چلے ... سب غیر جنس
اشک سامانِ سفر کر لو کہ جانا دور ہے

خوش نصیبی ہے یہ قاتل کے گنہگارون کی
داخل خلد ہوے چھاؤمین تلوارن کی

جان بچنے کی نہین چشم کے بیمارونکی
پتلیان کر گئین ہین سحر فسونکارون کی

قصد جانے کا کیا تونے جو ای رشک مسیح
سانس چلنے لگی اُلٹی ترے بیمارونکی

لب اعجاز نما بند رکھو ای رشک مسیح
کہین تصویرین نہ پہرنے لگین دیوارونکی

ترک دنیا کی ہوئی اک بت کافر پہ فقیر
سیلیان پہنے ہوے پہرتے ہین زنارونکی

کبھی دیکھا نہ سنا یہ اثر سایۂ زلف
بنگئین سانپ لکیرین تری دیوارونکی

اپنی پلکین تو کتر کر نہین پھینکین اُسنے
دل کے چھالون مین خلش ہو رہی ہے خارونکی

سبزۂ خط لب شیرین سے نہ کیونکر ہو قریب
چونٹیان دوڑتی ہین بو پہ شکر پارونکی

سرد بازار ہے یوسف کا تمہارے آگے
آنکھہ بدلی نظر آتی ہے خریدارونکی

خاک تک مین ہے اثر داروے بیہوشیکا
کہا سکیگا نہ ہما ہڈیان میخوارون کی

ذرِ دندانکی محبت مین ہوا ہون مین فقیر
چاہئین سیلیان بہی موتیونکے ہارونکی

لاکھہ سرخی مرے نقشے مین بہری مانی نے
کم نہ زردی ہوئی تصویر کے رخسارونکی

فاش محشر مین نہ پردہ ہو خدایا اپنا
فرد اعمال طلب ہو نہ گنہگارون کی

زلزلے مین ہے زمین بعد فنا نالون سے
خاصیت اپنی مزارون مین ہے گہوارونکی

ضد سے گلچین کے عنادل ہی کترنے لگے پہول
قینچیان چل رہی ہین باغ پہ منقارونکی

پہانسیان دین تری زلفونکے گرفتارونکو
کیسی جانین گئین ہین مفت مین بیچارونکی

حق مین عشاق کے ہے زہر ہلاہل خط سبز
جان بچنے کی نہین اُنکے نمکخوارون کی

دم بدم کی یہ کسے روز خبر تا کی ہے
آمد و رفت نفس ڈاک ہے ہرکارونکی

تپتے مین حسن کی گرمی سے یہ عارض اُنکے
کیا حقیقت ہے دہکتے ہوے انگارونکی

غنچۂ گل جو چٹکتے ہین کبھی وقت سحر
صاف آتی ہے صدا کوچ کے نقارون کی

چشم و رخسار نہ کیونکر ہون ترے نورانی
چہرۂ خورشید کا ہے پتلیان ہین تارونکی

۲۶۴ — **اشک** — ۳۱

دوست دینے لگے ایذا تو گلہ غیر سے کیا ہے
پہلونمین صفت پاتے ہین ہم خارونکی

باتین کس طرح نہ رندونمین ہون دیوانونکی
بہٹیان ہین کہ شبستان ہین پریخانونکی

دیکھ ہی لین گے اگر خیر رہی جانون کی
بجلیان برق نہ بچائین کہین کانون کی

جمع خاطر ہوئی کب تیرے پریشانونکی
بستیون مین ہی ہوائین رہین ویرانونکی

چہانتے ہونگے کہین خاک بیابانون کی
لیجیئے جا کے خبر اپنے پریشانون کی

بزم رندان کا مرقع جو ہے کہنچے او مانی
دل کی تصویرین ہون ٹوٹی ہوئی پیمانونکی

ان بتون کے ستم و جور سے تنگ آئے ہین
جا رہینگے کسی بستی مین مسلمانون کی

حسرت و یاس و غم و رنج کا رہتا ہے ہجوم
بند آمد نہین ہوتی کبہی مہمانون کی

کچھ توجہ ہی نہین نالۂ بلبل کی طرف
گل سے کہدو کہ دوا اپنی کرے کانونکی

یہی سوجہی ہے ہمین گیسوئے گل سودے مین
کہ زمین ناپتے پہرتے ہین بیابانون کی

نالۂ بلبل کے سنائی نہین دیتے شاید
ٹہیٹیان جا کے نکلوائین یہ گل کانون کی

یون محبت مین جو انسان فنا ہو تو ہے لطف
خاک تک ڈہونڈہے سے ملتی نہین پروانونکی

زاہدون ہی کو مبارک رہے کعبے کا طواف
ہم زیارت کے لئے جائین گے بتخانون کی

پہر ہمت کر کبہی صحرا مین بگولے نہ اٹہین
خاک اڑجائے اگر تیرے پریشانون کی

لچک آجاتی ہے غنچے مین اٹہاتے ہین جو پہول
منہہ مین چہپتی ہین نزاکت سے رگین پانونکی

یہی شاید کہ غلط ہونگے ہر سے نکا سبب
معتدل آب و ہوا ہوتی ہے خمخانون کی

سنتے ہین پڑیان منہہ کی پڑہا ہے وہ شوخ
صبح سے پہیرہے دروازہ پہ دیوانونکی

اندنون آپ سے باہر ہین ترے سودائی
آستینون کی خبر ہے نہ گریبانون کی

گھر میں ہم پھاند کے دیوار چلے جائیں گے
کبھی چوکی جو نظر اُنکے نگہبانوں کی

وہ ادائیں تری شیرین ہیں کہ انساں تو کیا
دیکھکر رال ٹپک پڑتی ہے حیوانوں کی

جب سے دیکھا ہے خراماں تجھے اے غیرتِ گل
راہ مرغانِ چمن بھولے ہیں کاشانوں کی

تیر اُس ترک کے دن رات چلے آتے ہیں
خانۂ دل میں سمائی نہیں مہمانوں کی

زلفیں اُلجھی ہوئی اپنی مجھے سلجھانے دو
خاصیت ہے مرے ہاتھوں میں صنم شانوں کی

دل اُڑا کر لے وہ ہمنے بھی شکستیں دی ہیں
حد نہیں تیروں کی ٹوٹے ہوئے پیکانوں کی

ان حسینوں کی کوئی ہمسے حقیقت پوچھے
خوب پریزادوں کی ہیں صورتیں انسانوں کی

تنگ ہیں گوشۂ زنداں سے ہوا کنجِ مزار
بھینٹ میں جان ہے مرنے پہ بھی دیوانوں کی

صبح کو بزم سے روتی ہوئی باہر گئی شمع
لاشیں اُٹھوا کے صبا لے گئی پروانوں کی

لاکھ روکوں میں کبھی اشک نہیں رکنے کے
آنکھیں تصویریں ہیں ٹوٹی ہوئی پیمانوں کی

کون ہوتا ہے بُرے وقت میں انسانکا شریک
پردہ پوشی کی اجل نے ترے عریانوں کی

سونگھکر بو ہوے خود رفتہ سگِ کوئے صنم
طرفہ معجون ہیں یہ ہڈیاں دیوانوں کی

۲۶۵ — کلمہ پڑھنے لگیں بت جو ہمارا اے اشک
بات رہجائے حقیقت میں مسلمانوں کی — ۲۶

بٹ جائے نصف غم ہی جو حاصل ہوا کرے
پہلو میں ایک اور اگر دل ہوا کرے

جلاد زخم کھا کے جو بسمل ہوا کرے
کشتوں میں تیرے رقص کی محفل ہوا کرے

مقتولِ تیغ و خنجرِ قاتل ہوا کرے
طی اِس طرح سے عشق کی منزل ہوا کرے

مرنے پہ سنگسار تو اُسکو نہ کیجیے
جس دردمند کو مرضِ سِل ہوا کرے

صیاد سے جو مل گئے گلچین و باغبان
منظور ہے کہ خونِ عنادل ہوا کرے

لیلیٰ وشوں کے کشتے اُٹھانیکے واسطے
تابوت کی جگہہ کوئی محمل ہوا کرے

غافل نہ ہون نہ اُس بُتِ خوبی کی یاد سے
بستر فقیر کا لب ساحل ہوا کرے

کا ہیکو مضطرب ہو جدائی مین یار کی
قابو مین آدمی کا اگر دل ہوا کرے

وہ جو کا ہو خضر و چشمۂ آب حیات کا
چاہِ ذقن کے پاس اگر تل ہوا کرے

اعجاز حسن و عشق سے ہون ایک ہی جگھہ
گر جستجوی قاتل و بسمل ہوا کرے

جانا ہو گر یہان سے عدم کے مسافرو
ہمکو بہی ہو خبر جہان منزل ہوا کرے

مرنا بہی ہجر یار مین اب تو قبول ہے
دیدار انکا روح کو حاصل ہوا کرے

مرنے پر آرزو نہ کرین باغ خلد کی
پہلو مین گر وہ حور شمائل ہوا کرے

الفت سے خط سبز کی ہمکو نہو ضرر
غیرون کے حق مین زہر ہلاہل ہوا کرے

ای مہروش جو سر و چراغان ہمین بناو
پر نور اور آپ کی محفل ہوا کرے

الفت کرین جو افعی گیسوئے یار سے
تریاق ہمکو زہر ہلاہل ہوا کرے

انسان کی اُسکے فضل و کرم پر رہے نگاہ
گہبرا نہ جائے گر کوئی مشکل ہوا کرے

گردن پر اُسکی آپ چھری پہیر دیجیے
تیغ ادا کا جو کوئی بسمل ہوا کرے

رکہتے ہون کچہہ بہی نالۂ بلبل اگر اثر
گل کی کلی مین خاصیت دل ہوا کرے

نالان وہ ہون گذر جو کسی قافلے مین ہو
ہنگامہ روز اک سر منزل ہوا کرے

بچ جائین غیر ظلم سے اُسکے محال ہے
دق ہو اگر مجھے تو اُنہین سل ہوا کرے

رندونکا میکدہ بہی ادب کا مقام ہے
انسان بے وضو کے نہ داخل ہوا کرے

ایجان پہر ہتیلیون کا رنگ دیکہیے
دل کا لہو حنا مین جو شامل ہوا کرے

کبر و غرور ہے سبب انسان کے نقص کا
گر کچہہ فروتنی ہو تو کامل ہوا کرے

دیوانے کوئے یار سے باہر نہ جا سکین
گیسو کے پاؤن مین جو سلاسل ہوا کرے

اُس تندخو کا **اشک** یہ دربان کو حکم ہے

۲۶۶	بے اذن کوئی گھر مین نہ داخل ہوا کرے	

فراقِ یار مین ہم سے بڑی غفلت اَجل نے کی
کوئی صورت نظر آتی نہین اب دم سے نکلنے کی

ہوئی ہے پرورش اپنی تبِ غم کی حرارت مین
سمندر کی طرح سے رات دن عادت ہے جلنے کی

دعائین اپنے مرنے کی خدا سے مانگتے ہین ہم
کوئی امید اب باقی نہین حسرت سے نکلنے کی

بڑھا ہے ضعف اس درجہ ترے بیمارِ فرقت کا
غش آیا گر کبھی نیت بھی کی کروٹ بدلنے کی

زمین پر اشک گر کر آنکھ سے ہرگز نہین اُٹھتا
بُری عادت ہے یہ اِس طفلِ بدخو مین مچلنے کی

خدا کی راہ مین دینا کبھی ضایع نہین جاتا
ملے گا اُسکا بدلہ آج کی تو نے جو کل نیکی

فراقِ یار مین دیکھین پریرویون کی تصویرین
یہ اِک تدبیر سوجھی ہے ہمین دِل کے بہلنے کی

نہ دے ساقی تو جذبہ شوق اپنا کھینچ لائیگا
نہین شیشے سے کیا مے جوش کھا کھا کر اُبلنے کی

جدائی مین تمھاری اور بڑھجاتی ہے بیتابی
کوئی صورت نکالین آپ ہی دل کے سنبھلنے کی

اپاہج کردیا اسے جوشِ وحشت قیدِ الفت نے

بہت روزون سے عادت چھٹ گئی ہے راہ پہ چلنے کی
عدم کے قافلے والون پہ کیا گذری خدا جانے

خبر ہمنے سنی تہی آج ہی گل مین نکلنے کی
کسیکا غم نہو در پردہ مہندی کے بہانے سے

کبہی عادت نہ تہی انکو کفِ افسوس ملنے کی
رقیبِ کینہ جو سب تلخ گوئی بہول جائینگے

اگر آئے کبہی باری ہمارے زہر اُگلنے کی
نہ بہولے گا پس از مُردن بہی ہمکو وہ بتِ کافر

طبیعت حورِ جنت سے نہین اپنی بہلنے کی
کوئی دم مین ہماری وحشتِ دل رنگ لائی ہی

وہ کنگہی کر چکے ہین دیر ہے گیسو نکلنے کی
اُمیدِ وصل مین آخر کنارے گور کے پہنچے

بُری حالت ہماری یہ تہاری آج کل سنے کی
کفن جو بنا گیا اب زندگی مین کچہہ نہ دہیان آیا

ہوئی تجویز مرنے پر مرے کپڑے بدلنے کی
غمِ دوریِ جانان عمر بہر دل سے نہ جائیگا

زمین ٹلجائے پر آفت نہین یہ سر سے ٹلنے کی
خدا جب چاہتا ہے مہربان ہوتا ہے دشمن بہی

جگہہ بلبل نے پائی دامنِ گلچین مین پلنے کی
اندہیری رات مین بہی چل نکلتا قافلہ دل کا

نہ پائی کوچۂ گیسو مین شاید راہ چلنے کی
بڑی راحت ہو مجکو رات دِن کے پیچ سے چھوٹون
نکل آئے اگر صورت کوئی دل کے بدلنے کی

۲۶۷	فراقِ یار کا دن اشک کیا روزِ قیامت ہے کوئی صورت نہین جو دوپہر کے آج ڈھلنے کی	۱۸

رُخِ روشن دیا خالق نے قمر کے بدلے
دانت آئے ترے حصے مین گہر کے بدلے

اثر اب تک نہ ترے تیرِ نظر کے بدلے
خون پتھر سے نکلتا ہے شرر کے بدلے

نازنین ہے تو ہر اک عضو ہی نازک ہو ترا
چاہیے تارِ نظر موئے کمر کے بدلے

تیرہ بختی بھی دکھاتی ہے اثر فرقت مین
رات آتی ہے مرے گھر مین سحر کے بدلے

جی مین آیا تھا پھرون گرد مین ہرکاریکی
دے گیا وصل کا پیغام خبر کے بدلے

قبر مین دفن کرینگے جو پس از مرگ احباب
مین یہ سمجھونگا ملا گھر مجھے گھر کے بدلے

تخمِ الفت کہین بویا تو ہوا نخلِ چنار
روز چنگاریان جھڑتی ہین ثمر کے بدلے

گھر کو صیاد کے ہم جانتے ہین اپنا چمن
آشیان کنجِ قفس مین ہے شجر کے بدلے

لحدِ قیس پہ وہ یہان آیا جو ہمدردی کا
لختِ دل لیکے چڑھے گلِ تر کے بدلے

باغ مین جا کے جو مین موسمِ گل مین رویا
لختِ دل لیگئی بلبل گلِ تر کے بدلے

ہون وہ برگشتہ مقدر جو کرون خواہشِ وصل
اُلٹی ہو جائے دعا اپنی اثر کے بدلے

چین دیگا نہ رقیبون کو فلک پیدا ہوے
کتنے ہی جائینگے سر اک مرے سر کے بدلے

شہِ خوبان تجھے اسواسطے سب کہتے ہین
سر پہ پھرتا ہے ہما تیرے چنور کے بدلے

عاصیون پر ہوا محشر مین نزولِ رحمت
خلد مین بھیجدیا ہمکو سقر کے بدلے

صدمۂ ہجر سے دو روز مین پانی ہو جائے
کوئی پتھر ہو اگر قلب و جگر کے بدلے

ضد سے میری شب فرقت میں جو نکلیگا نہ چاند
روشنی داغ جگر دیگا قمر کے بدلے

٢٦٨
پوچھے جاتے نہیں کوڑی کو بھی اب اہل کمال
چاہیئے بے ہنری اشک ہنر کے بدلے
٣٩

دیکھ او پھر بھی ذرا او مرے لبھانے والے
بے مروت ارے منھ پھیر کے جانے والے

قبر پر آتے ہوئے ڈرتے ہیں آنے والے
راہ کترا کے نکل جاتے ہیں جانے والے

چل بسے راہ محبت کے بتانے والے
خضر اک رہ گئے ہیں اگلے زمانے والے

مر کے بھی اب ترے در پر نہیں آنے والے
ارے او دکھتے ہوئے دل کے دکھانے والے

سب حسین دلکو ہیں عاشق کے دکھانے والے
سوتے فتنے کو ہیں یہ لوگ جگانے والے

کوہ دبتے ہیں گرانباری عصیان سے مرے
کہیں سمجھیں نہ جنازے کے اٹھانے والے

رنج و غم درد و الم سے نہ بچیگا دل زار
چار مہمان ہیں گھر میں مرے کھانے والے

پھیر کر منھ مرے آگے نہ کھڑا ہو او ترک
تاک لیتے ہیں ہدف تیر لگانے والے

ہو چکے دفن ذرا فاتحہ بھی پڑھتا جا
خاک میں ہمکو ملا کر ارے جانے والے

قافلہ ملک عدم کا ادھر آئے تو سہی
اٹھ کھڑے ہونگے کمر باندھکے جانے والے

ڈر سے رسوائی کے لیتا نہیں خط وہ یم حسن
ہم بھی دریا میں عریضے ہیں بہانے والے

وصل سے شاد کرو گے مجھے باتیں نہ بناؤ
تم تو ہنستو نکو ہوا یجان رولانے والے

دیر میں نالۂ رنگین جو کبھی کرتا ہون
کیا خجل ہوتے ہیں ناقوس بجانے والے

ہمنے کیا کیا نہ شب وصل صنم سر نگا
اپنی گایا کئے نوبت کے بجانے والے

کیا گرانباری عصیاں سے خجل ہوں پس مرگ
چل نہیں سکتے جنازے کے اٹھانے والے

زندگی بھر مجھے کیا چین سے ہمنے دینگے
وہ تو ہیں قبر کے مُردوں کو ستانے والے

پر کفن ساتھ نہ کچھ جائیگا غافل پس مرگ
ہاتھ خالی گئے دنیا سے خزانے والے

کوچۂ یار مین گر جائین گے عاشق پس مرگ
آب و دانہ عدم آباد سے لے آیا ہے
متعفن ہوئے جسم اُنکے لحد مین پسِ مرگ
رات دِن تیری محبت کا جو دم بھرتے ہین
سبزہ رنگون سے محبت دِل مجروح نہ رکھہ
توڑنا دلکو غرض ہونکے تو کچھہ بات نہین
یاد آتا ہون تو وہ رو کے یہ فرماتے ہین
پانون جلاد کے کوچے کی پکڑتی ہو زمین
زلفِ شبگون پہ دل آئے ہوئے ہین لوگونکے
خاک لیجاتے ہین مرنے پہ جو مجھہ وحشی کی
دیکھنا حشر مین منھہ دیکھکے رہجائین گے ہم
سنکھیا کھا کے مرین لوگ ترے دانتون پر
دیکھکر حال ترے زلف کے سودائی کا
اپنی ہی جلوہ نمائی ہے بتون کو منظور
مرتبہ حضرتِ داؤد کا کب سے پایا
قافلے والون سے اِتنا کوئی جا کر کہدے
دِیکھکر اُسکو گرفتاری بلبل گئے بھول
پانون پھیلائے ہوئے خاک پر اب سوتے ہین
شب کو یاد آتا ہون تو رو کے وہ فرماتے ہین
اُس [illegible]

جائین وہ لوگ جو ہین خلد کے جانے والے
کچھہ دنون بعد یہان سے بھی ہین جانے والے
عنبر و مشک تھے جو لوگ جلانے والے
خام سودا ہین یہی لوگ پکانے والے
ہوتے ہین مرہم زنگار پکانے والے
بت یہ اللہ کے بھی گھر کو ہین ڈھانے والے
گئے دنیا سے مرے ناز اُٹھانے والے
چلتے چلتے جو ٹھہر جاتے ہین جانے والے
ہین بہت قافلے ظلمات کو جانے والے
کیا بنائین گے کھلونون کے بنانے والے
وہان بھی رنگ اپنا جمالین گے جمانے والے
ہم فقط سودۂ الماس ہین کھانے والے
بھر کے اشک آنکھون مین بہجاتے ہین نہانے والے
شجر طور مین ہین شاخ لگانے والے
موم دِل ہو گئے سنکر تجھے گانے والے
اور بھی ہین عدم آباد کے جانے والے
خود ہی آفت مین پھنسے دام بچھانے والے
سیج پھولون کی چھہ کنٹ مین پہنانے والے
سو گئے قبر مین سارون کو جگانے والے
آگ پانی مین ہین یہ لوگ لگانے والے

۱۲	دن جوانی کے گئے بجھ گیا دل اب اے اشک چھیڑ کر شمع کو تھے ہم تو ہنسانے والے	۲۶۹

سمجھتا ہون یہہ دل جینے سے جب بیزار ہوتا ہے
کنارے آچکی ہے ناؤ بیڑا پار ہوتا ہے

قیامت کے اب آنے کی دعائین مانگتے ہین ہم
جو سُن پایا ہے اُس دن یار کا دیدار ہوتا ہے

کوئی ساعت خریدارون سے ہم خالی نہین پاتے
مکانِ یار اب تو مصر کا بازار ہوتا ہے

برائے صید اپنا طائرِ دل چھوڑ دینگے ہم
ابھی تو اُنکا شہبازِ نظر طیار ہوتا ہے

مسیحا کے فرشتون سے بھی وہ اچھا نہین ہوتا
تمہاری نرگسی آنکھون کا جو بیمار ہوتا ہے

اُدھر سے جو گذرتا ہے نہین پھر ہوش مین آتا
کوئی آسیب اُنکا سایۂ دیوار ہوتا ہے

مجھے بھی دیکھکر اُس وقت کیا کیا رشک آتا ہے
کوئی مدفون اگر اُس کے پس دیوار ہوتا ہے

نکل آتے ہین آنسو شمع کے تاثیر الفت سے
وگرنہ کون پروانون کا ماتمدار ہوتا ہے

دکھاتی ہے بہارِ تازہ اپنے آبلہ پا نئے
لہو چھالون سے بہکر دشت در گلزار ہوتا ہے

اُنہیں چشم تصور سے ہمیشہ دیکھتے ہیں ہم
اِن آنکھوں سے بھلا کب یار کا دیدار ہوتا ہے
کسی دن تو نصیبِ دشمنان بھی رنج ہجران ہو
غمِ فرقت ہمارے ہی گلے کا ہار ہوتا ہے

۲۷۰	رگوں کا جال تن میں رہ گیا ہے اشک گھل گھل کر کوئی دنیا میں کم ایسا نحیف و زار ہوتا ہے	۳۰

عجب معجز نما یہ دلبرِ رنگین ادا نکلے
لگا دیں ہاتھ جس پتے کو وہ رشکِ حنا نکلے
دلِ آزاری میں کچھہ افعی سے بھی کافر سوا نکلے
یہ بل کھائے ہوئے گیسو تمہارے تو بلا نکلے
اِسی گھر سے غنی ہو ہو کے با تاج و لوا نکلے
جنہیں ہم شاہ سمجھے تھے ترے در کے گدا نکلے
زیادہ اِس سے کیا بالیدگی ہوگی کسی شی میں
کرموں کی بھی کچھہ ہمت سے وہ گیسو سوا نکلے
کئی باری تزلزل ہو گیا ہے عرشِ اعظم کو
یہ نالے صور اسرافیل سے بھی کچھہ سوا نکلے
زہے قسمت کہ ہم کوئے صنم میں دفن ہوتے ہیں
خدا چاہے تو یہہ جنت میں جا کر راستا نکلے
تمہاری عفت و عصمت کی کھاتے ہیں قسم انسان
جہان میں بعد مریم کے تم ایسے پارسا نکلے

مسلمان بھی اب اُنکے آستان پر سجدے کرتے ہین
جنھین سمجھے ہُوئے تھے بت وہ خدا نکلے

پیام موت ہے اپنے دلِ مجروح کی آہین
نہین بچپتا کبھی وہ جس کے زخمون سے ہوا نکلے

وہ نالان ہین موئے پرسات ہو گر کاروانِ غم کا
ہماری خاک کے ذرون سے آوازِ درا نکلے

بلایا کشتگانِ ناز کو جس وقت محشر مین
ہزارون قبر سے دولہا بنے گلگون قبا نکلے

رہا باقی نہ آزارِ محبت قتل ہونے پر
جنھین سمجھے تھے جلادون کے گھر بیت الشفا نکلے

سعادت مندیِ طالع سے ادنے ہو گئے اعلے
چہچہتے تھے زاغ جو صدقے مین وہ رشکِ ہما نکلے

ہوا ہے چاہنے والون کا اُن کے امتحان جسدن
بہت سے لوگ اُس مجمع مین صورت آشنا نکلے

ہوئے ہین سبزہ رنگون کے جو عاشق زرد ہو ہو کر
لحد کھدین اگر اُن کی تو سیرون کہربا نکلے

یہ سمیت ہے اُس کے سبزۂ خط کی محبت مین
گمان طاعون کا ہو جو بدن پر آبلہ نکلے

سنا جو تیرے در پر حسن کی خیرات بٹتی ہے
گھرون سے اپنے اپنے شاہ بن بن کر گدا نکلے

تجسس مین یقین ہے آسمان برسون پھرا ہوگا
وہ دانہ تھے ہمین آخر کو رزقِ آسیا نکلے

کسی دن توڑ کر دیکھے تو ساقی مین وہ غمگین ہون
مری مٹی کے ساغر سے بھی رونے کی صدا نکلے

خطِ شوقیہ اک ترسا بچے کو لکھ رہے ہین ہم
صریرِ کلک سے لازم ہے ارگن کی صدا نکلے

غریبون کو نہ اے گردونِ دون اتنا ستایا کر
اثر رکھتی ہے جو مظلوم کے مُنہہ سے دعا نکلے

نرالی چال دیکھی اِن حسینون کی زمانے سے
تماشا دیکھیے قابل سزا کے بے خطا نکلے

پشیمان ہو کے رونا کام آیا اپنے محشر مین
جنہین جھوٹے سمجھتے تھے وہ موتی بے بہا نکلے

کرین تہمت نہ میرے قتل کی اُسپر کہین دشمن
عبث کوچے سے اُس کے لاش لیکر آشنا نکلے

ہوائے وصلتِ جانان بھری ہے اپنی رگ رگ مین
گلے سے ذبح کرنے مین ہمارے خون کیا نکلے

ہزارون تشنہ کامانِ محبت ذبح ہوتے ہین
یہ جلادون کے کوچے بھی بعینہ کربلا نکلے

وہ نخلِ خشک ہون اِس گلشنِ ایجاد مین یارب
نہ فصلِ گل مین بھی پتا کبھی جس مین ہرا نکلے

عجب کیا موسمِ گل پہ تاثیرِ محبت سے
جو غنچہ صبحدم چٹکے تو بلبل کی نوا نکلے
عطا بوسہ وہ کرتے ہیں زنخدانِ مخطّط کا
یہ داغی سیب ہاتھہ آیا تو سے گر ہا مزا نکلے

۲۷۱	رہی ہے اشک صحبت مدتوں فرہاد و مجنوں سے محیطِ عشق ہی کے وہ بھی دونوں آشنا نکلے	۲۲

کشتے ترے پڑے ہیں لہو میں بھرے ہوئے
اِک ہاتھہ دِل پہ ایک جگر پر دھرے ہوئے
ہیں لوگ چشمِ تر سے ہماری ڈرے ہوئے
طوفاں بپا کریں نہ یہ بادل بھرے ہوئے
اُس بت کے ٹوٹے بالوں کی پہنی ہیں سیلیاں
ڈالیں ہیں سانپ ہمنے گلے میں مرے ہوئے
ہیں کیا ہی اُسکے عارضِ رنگیں بہار پر
دو پھول ہیں گلاب کے گویا دھرے ہوئے
کس کے نگاہ ناز کے یہ تیر چل گئے
بیٹھے ہیں لوگ ہاتھہ جگر پر دھرے ہوئے
پچھتائے قتل کرکے مجھے اپنے دل میں وہ
چُپکے کھڑے ہیں آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے
تیار زندگی ہی میں ہوتے ہیں مقبرے
ابلِ دول ہیں نام پر ایسے مرے ہوئے

رُو یا گلون کے یاد مین جب گھر ٹھٹک گیا
آنکھین ہین یا گلاب کے شیشے بھرے ہُوئے

آنکھون مین نیند کا یہ شبِ وصل ہے خمار
دو جام ہین شراب کے گو یا بھرے ہُوئے

ایجان اِک مریضِ محبت ہمین نہین
عیسیٰ بھی نام پر ہین تمہارے مرے ہُوئے

اشکون کے بدلے روئے ہین آنکھون سے خون ہم
یاد آگئے وہ ہاتھ جو مہندی بھرے ہوئے

کھا کھا کے چوٹ دِل پہ موئے ہین جو عشق مین
سینے پہ ہاتھ اِس لئے ہین سب دھرے ہُوئے

کہتا ہون اُس کی ابرو و مژگان کو دیکھکر
ترکش کے پہلوؤن مین ہین خنجر دھرے ہُوئے

پھبتی ہمین بھی سوجھی ہے قرآن و رحل کی
بیٹھے ہین ہاتھ زیرِ زنخدان دھرے ہُوئے

فصلِ بہار آتے ہی سودا ہُوا ہمین
خشکی پر آکے داغِ جنون پھر ہرے ہُوئے

آفت رسیدہ نخل ہین ہم باغِ دہر مین
جڑ آسمان نے کاٹ دی جب کچھ ہرے ہُوئے

مرنے پہ بھی نہ کم ہوا سوزِ غمِ فراق
برسون کنارے اپنی بلند ابھرے ہُوئے

لاکہون نگاہِ ناز سے اُس کی ہوئے ہلاک
ہین انکہڑیون مین یار کے جادو بہرے ہوئے

بادِ سموم چل گئے فصلِ بہار مین
بلبل تک آشیانون سے نکلے مرے ہوئے

فصلِ بہار جاتے ہی رخصت ہوا جنون
زنجیرین پانون کی ہین کہ افعی مرے ہوئے

پہر بدل کے رہگئے جہپ رو وہ راہ مین
خالی کبہی ہوئے نہ تپنچے بہرے ہوئے

نامِ خدا بہار پہ جوبن ہے یار کا
دونون کٹوریون مین ہین گیندے بہرے ہوئے

۲۲	تاریکیٔ لحد سے نہین اِتنا خوف اشک جیسے شبِ فراق سے ہین ہم ڈرے ہوئے	۲۳

پیچ دے زلفِ عنبرین نہ کہین
کہائے دُہوکا دلِ حزین نہ کہین

اُلٹے گہونگٹ کو نازنین نہ کہین
لے اُڑے نقب یہ زمین نہ کہین

اگلی سی صحبتین رہین نہ کہین
لوگ ہین وہ ہین وہ حسین نہ کہین

ہوتے ہین وقف اُنکے عشق تو ہو
چرخ کہانے لگے زمین نہ کہین

آندہیان چل رہی ہین آہون کی
چرخ پر جا رہے زمین نہ کہین

ہچکیان آرہی ہین صبح سے آج
ذکر ہو گا مرا کہین نہ کہین

مر کے مٹی خراب ہو نہ مری
کاندہے دیجائے نازنین نہ کہین

اشک خون ہین ہہا ہے طوفان خیز
ٹپکے تر ہو کے آستین نہ کہین

تازہ ہو جائے عشق پھر دمِ نزع
دختِ رز پر جو لوٹ ہے زاہد
چشمِ حق بین مین دی بتون کو نہ جا
آسمان کی طرح سے بعد فنا
اپنے کوچے مین دی نہ دفن کو جا
دے مجھے منصبِ جنون اے قیس
سوزِ غم سے تو بچ گیا دلِ زار
نالے کرتا ہون اس لیئے دن رات
پائی تھی مُہر جو سلیمانؑ نے
تو وہ گل سمجھ نہ اے بلبل
جبہہ سا بُت کے در پہ زاہد ہین
کعبہ و دیر کی رہے گردش
ترش رو ہو کے وہ نہ بوسہ لب

ملک الموت ہون حسین نہ کہین
دل مین سمجھا ہو حورِ عین نہ کہین
یہ بگڑ جائے دُور بین نہ کہین
ڈر ہے پیسے ہمین زمین نہ کہین
کیا ملے گی ہمین زمین نہ کہین
پائیگا مجھسا جانشین نہ کہین
پھونکدے آہِ آتشین نہ کہین
بھول جائے وہ نازنین نہ کہین
اُسکے خاتم کا ہو نگین نہ کہین
کی ہو صیاد نے کمین نہ کہین
پڑھ لیا ہو خطِ جبین نہ کہین
یار ملجائیگا کہین نہ کہین
سر کا بنجائے انگبین نہ کہین

۲۷۳

بیٹھے جی کے ہین سارے جھگڑے اشک
مر کے گڑ جائین گے کہین نہ کہین

۴۳

عیش و عشرت کے یار رہتے ہین سامان دلمین
نظر آتے نہین جو وصل کے سامان دلمین
قلبِ داغی ہے وہ اک کوئی گلستان دلمین
کنجِ عزلت کو مری بارہ دری کر دیتے
ہو گئے آئی ہے مجھسے مرے گلشن مین بہا

وصل مین حسرت و ارمان ہین غزل خوان دلمین
حسرتین پھاڑتی ہین آکے گریبان دلمین
مثلِ بلبل کے چہکتے ہین جو پیکان دلمین
سر کو ٹکرا رہتے ہین حسرت و ارمان دلمین
خارِ حسرت ہے ہر اک سروِ گلستان دلمین

تنگیِ جا سے پڑا حسرت و ارمان میں فساد
پیار آجاتا ہے ہنسنے پہ جو اُسکے ہمکو
حال کھلتا نہیں کس بات پہ یہ جھگڑا ہے
غمزدہ میں ہوں تو ہیں وہ بھی شکستہ خاطر
ہو گیا اقرار ہی پورے نہ ہوا پاک حساب
رفتہ رفتہ ہوئی الفت میں بتوں کے کافر
بتِ کافر کی طرف کھینچ رہی ہے الفت
غرق ہونیکا نہیں خوف محیطِ غم میں
رات دن درد سے بے چین رہا کرتا ہوں
آکے دیکھے کوئی وسعت تو ذرا دیوانہ
شبِ وصلت بھی نکلنا کسی صورت نہوا
کچھ عجب طرح سے فرقت میں بسر ہوتی ہے
بے مروت ہیں کبھی پاس پھٹکنے ہی نہیں
اپنے مہمان جو ہوں چاہیئے رکھیں انکا ضرور
حسرت و یاس و غم و رنج کا ہے ساتھ چلو
خوب ہی راحت و آرام کی پائی ہے جگہ

قطعہ

کیوں نہ اڑ جانے پہ تیار ہوں اب پہلو سے
نام بھی جانیکا لیتے نہیں جب آتے ہیں
چاہیئے انکے لیے خونِ جگر کا صندل
شوق ہوا ابروے خمدار کا جب سے ہمکو

کشت و خون کا کہیں ہو جائے نہ سامان دلمیں
ٹکڑے کر دیجئے جگر کہتے ہیں دندان دلمیں
روز آپس میں لڑا کرتے ہیں ارمان دلمیں
روئیں کیونکر نہ چراغ شبِ ہجران دلمیں
تیرے وعدونکی جو دی ہے کبھی میزان دلمیں
آجکل ہم سے خفا رہتا ہے ارمان دلمیں
اپنا سر پیٹ رہا ہے یہاں ایمان دلمیں
ناخدا بن گئی ہے کشتیِ ارمان دلمیں
آرزو اُسکی ہے یا ہے کوئی سوہان دلمیں
یہی کہتا ہے مرے دل کا بیابان دلمیں
سر کو پٹکا ہی کیے حسرت و ارمان دلمیں
آرزو پیٹتی ہے روتے ہیں ارمان دلمیں
دیکھیں کسطرح سے آتے ہیں اب ارمان دلمیں
حسرتیں ہو گئی ہیں بے سر و سامان دلمیں
ساز و سامان سے ہیں آج مرے ارمان دلمیں
پاؤں پھیلائیں نہ کسطرح سے ارمان دلمیں
پھر تو دم ہو گئی پر چہار کے پیکان دل میں
چھاونی چھاتے ہیں اُس ترک کے پیکان دلمیں
درد سر لینے ہی کے آتے ہیں یہ پیکان دلمیں
رہتی ہے دشمن پری کاٹ تیغ جبرا ماں دلمیں

چشم وحشی کا مرے ترک کے ہر یہ بھی اثر — جست آہو کیطرح کرتے ہین پیکان دلمین
ایسی کچھہ فصل بہاری مین چلی باد سموم — جل گئی سب شجر حسرت و ارمان دلمین
جب مرے اُس طفل حسین کا ہی تصور آیا — کھیلا کرتی ہی تمنا مرے چوگان دلمین
داغ الفت ہین حسینون کے مرے سینے پر — یا کہ حسرت نے کیا ہی یہ چراغان دلمین
دھیان اُس طفل کا آجائے کبھی بہر سبق — کھولے آغوش کو بیٹھا ہی دبستان دلمین
درس الفت کے سوا اور کوئی ذکر نہین — آرزوؤن نے بنایا ہے دبستان دلمین
نظر آتا نہین جب وہ طفل کم شوق — چار سو ڈھونڈتا پھرتا ہے دبستان دلمین
ہنسکے دکھلادی ذرا دانت تو ای رشک چمن — کیا کہین گے تجھے سب پھولونکی کلیان دلمین

٢٧٤ — اشک دھیان آتا ہے اُس گل کا جو مانند نسیم — ٢٨
حسرتون کی مری کھلجاتی ہین کلیان دلمین

آہ ہین دام محبت مین بڑی مشکل سے — مرکے اب حسرتین نکلینگی ہمارے دلسے
ایکدن حسرت دیدار مین اُس لیلیٰ کی — آرزو چھوڑکے مرجائے گی سر محمل سے
بزم سے اپنی جو اٹھوا دیا تونے مجھکو — میری حسرت تو نکلوا نہ سکا محفل سے
مار ڈالا تری غفلت نے مسیحا ہمکو — مردہ ہو ہو کے نکلتے ہی تمنا دل سے
فرقت یار مین دل تنگ جو مین ہوتا ہون — کیا ہی گھبرا کے نکلتی ہے تمنا دل سے
اشک خونین نہین آنکھون سے ہماری بہتے — ہو کی زخمی یہ نکلتی ہے تمنا دل سے
زندگی بھر یہین جینا ہی یہین مرنا ہے — روٹھہ کر جائین کہان حسرت و ارمان دلسے
میرے دلسوز بھی ہمراہ مرے قتل ہوئے — نہ ملی حسرت و ارمان کو اماں قاتل سے
نفس سرد شب ہجر مین ہشیار رہین — منھہ چھپا کر نہ نکلجائے تمنا دل سے
کسی حالت مین نہین چھوڑتی تنہا مجھکو — شکل وصل کے لپٹتی ہی تمنا دل سے

گور مین کون بکھیڑا یہ بہلا لے جائے
چھوڑ دین حسرت و ارمان کو اِسی منزل سے

ہوگئے جزوِ بدن طول یہ فرقت کو کھنچا
اب نکلنے کے نہین حسرت و ارمان دل سے

ذبح ہو جاتے مرے ساتھ ہی ارمانِ دلی
جب گرے پانو پہ تب جان بچی قاتل سے

ساتھ مرنے پہ کسیکا نہین دیتا کوئی
چھوٹے ارمانِ دلی گور ہی کی منزل سے

بند راہین مری تقدیر نے ایسی کی ہین
آگے ارمان نکل سکتے نہین پھر دل سے

ساتھ مجنون کے جو ہے حسرت و ارمانکا ہجوم
ہے یہ ناقے کی صدا دور رہو محمل سے

بے سبب حسرت و ارمان پہ چھری پھیری ہے
خونِ ناحق کی دیت چاہیے اب قاتل سے

جان اپنی ہی بچاتے ہین بُری وقت مین سب
حسرتِ دل تک امان مانگتی ہر قاتل سے

خانۂ دل مین پڑے رہتے ہین بیمار و ملول
جا نہین سکتے کہین حسرت و ارمان دل سے

حالِ دل سنکے مرا قتل سے وہ باز رہا
حسرتون نے مجھے شرمندہ کیا قاتل سے

ڈوب مرنے کو جو دریا پہ کبھی جا بیٹھا
حسرتین میری اُٹھا لائین مجھے ساحل سے

بے سبب ذبح ہوئین وہ بھی مرے ساتھ غریب
حسرتین دلکی بچائی نہ گئین قاتل سے

لبِ شیرین کا کبھی یار نے بوسہ نہ دیا
تشنہ لب حسرتین پھر آئین لبِ ساحل سے

ڈوب مرنا جو مقدر مین مرے لکھا تھا
بڑھکے موجون نے مجھے کھینچ لیا ساحل سے

تیرا ابرو رخِ روشن کے سبب سے چمکا
چاند کی طرح سے کی کسب ضیا کامل سے

نیک و بد کی نہین کچھ عشق مین رہتی ہے تمیز
لپٹی جاتی ہے تمنا مرے رنگے تن سے

مدتون قبر پہ بیٹھے ہوے رویا کی ہے
آرزو کو یہ محبت تھی ترے بسمل سے

عشق مین زہرہ جبینون کے گیا ڈوب اشک
حسرتین کھینچ کے لائی ہین چہِ بابل سے

تمام شد غزلیات دیوان اشک شد بیزار عشق حقیقی در سنہ ۱۳۱۱ ہجری

تاریخات

تاریخ طبع دیوان - مِن افکار - ابوسعید سید احمد افسر وکیل عدالتہای سرکارِ عالی دام اقبالہ

سب افکار دیرینہ کر کے فراہم
نہ پائی ذرا مہلتِ طبع ہے ہے
مگر اُنکے ہمزلف اطہر نے بیحد
یہ دیوان ہے یا دفتر رازِ الفت
سبق لین حسین اور عاشق جو اسکا
بہت سے جہانمین سخن سنج گذرے
معاصر سخنور معرف تمامی
فصاحت تہی آبِ بقا سے مخمر
کہا مین نے یہ مصرعۂ سال افسر

مرتب کیا تہا یہ دیوانِ ثانی
اجل آگئے اشک کو ناگہانی
تہِ دِل سے کی طبع مین جانفشانی
یہ دیوان ہے یا عشق کی ہر کہانی
کہلے عقدۂ اردلبن ترانی
نہ پائی کسینے یہ شیرین زبانی
خدا داد پائی تہی جادو بیانی
نہ کیون شہرتِ اشک ہو جاودانی
دلاویز دیوان ریاضِ معانی
۱۳۱۱ ھ

ایضاً

چھپا ہے اشک کا دیوانِ ثانی
کہی تاریخ اُس کی مین نے افسر

نقودِ نکتہ و معنی کا ہے گنج
کلامِ اشکِ دانشور گہر سنج
۱۳۱۱ ھ

تاریخ رحلت اشک

روزِ عاشورہ چون افطار کرد
ناگہان آن نیک باطن مُرد آہ

گفت افسر مصرعهٔ سالِ وفات — اشک نکته سنج مؤمن مُرد آه
١٣٠١ فصلی

من تصنیف طبعزاد میر فیاض علی اثر نبیرهٔ وحید الدوله مرحوم تلمیذ جناب نواب میر خیرات علیخان متخلص بحضرت سخی مدظله العالی

بود اشک ای اثر عجیب و غریب — خوش سخن خوش بیان خوش تهذیب
سنه ١٣٠٣ ف
شد چو دیوانِ دومینش طبع — گفت تاریخ دل کلام غریب
سنه ١٣٠٣ ف

قطعه تاریخ من تصنیف ایضاً

صورت گل از نشاطِ عیش دل خندان شوند — طبع شد دیوان حضرتِ اشک یا آمد بهار
ای اثر گفتم بنام اشک تاریخ غریب — منتهی را سهل باشد مبتدی اندر شمار
لیک نقش لوحِ دل کن نکتهٔ باریک بین — علیسوی سنه از چنین ترکیب از نامش برآر
حرفِ اول سیزده حرفِ دوم شش مرتبه — حرفِ آخر را شمار از روی ابجد چار بار
١٨٠٠ ١٣ ٩٣ — ٨٠ ١٨

ایضاً من تصنیف جناب مرزا محمد جعفر صاحب اشجع حیدرآبادی

چهپا اشک کا جبکه دیوانِ ثانی — کها سب نے هے حور کا یه سراپا
سنِ طبع اشجع نے پوچها جو دل سے — کها — دفترِ اشک مرحوم چهاپا
١٣١١ هـ

ایضاً من تصنیف جناب منشی شنکر پرشاد صاحب المتخلص افضل

تلمیذ جناب میر سید علی صاحب حبیب لکھنوی بسر رشتہ دار
توشک خانہ خاص اعلی حضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

واہ کیا عمدہ یہ ہے غنچہ کھلا ۱۳۰۷ ف بلبلون نے یہی خبر افضل کو دی ۱۹۵۰ سمت	دیدہ سے باغ ارم کو رشک ہے ۱۸۹۳ ع پُر بہار اب گلستانِ اشک ہے ۱۳۱۰ ہجری

من تصنیف عالیجناب ولایت حسین خانصاحب برجلیس شاگرد
رشید جناب میر نفیس صاحب لکھنوی

مطلعِ سنّیدیِ نیک انجام طبع دیوان دوم کرد تمام	ہجری یہ سال نوشتم برجیس دیدہ لی گلشنِ اشک است مدام ۱۳۱۱ ہجری

قطعہ تاریخ از نتائج فکر بلند شاعر نازک خیال سخنور بیمثال جناب میر
سید علی صاحب حبیب لکھنوی
تاریخ انتقال

اشک سید علی حسن شاعر — داد جانِ عزیز در غم شاہ
چون شنفتند حال عمر حبیبان — ۱۳۰۰ فصلی
اشک از چشم ریختند بہ آہ — ۱۹۴۹ سمت

ایضاً تاریخ طبع دیوان

بعد مردن اُسکا دیوان دوسرا ہوتا ہے طبع (۱۳۰۲ ف)

جو کہ بے شک آبرو ہی تہا خطاب اشک کا (۱۹۵۰ سمت)
لکہہ دی مین نے اسطرح تاریخ اسکی بس حسب (۱۸۹۳ ع)
واقعی کیا خوب دیوان ہے جناب اشک کا (۱۳۱۰ ہجری)

ایضاً قطعۂ تاریخ طبع طبعزاد شاعر بیمثال سخن گوئی نازک خیال
جناب میر دلاور علی صاحب حیدرآبادی

دامن کاغذ پہ نظم آبدار — ہے رقم پاہین دُرِ غلطان اشک
طبعزادون کے لیئے ہر صفحے کو — ہے بجا کہیئے اگر دامان اشک
حق اگر پوچھو تو وہ بہی خوب ہے — جو چہپا ہے پیشتر دیوانِ اشک
یہ بھی دیوان خوب ہے اسمین بہی ہین — طبعزادان سیہ چشمانِ اشک
میر اکرام سے علی اطہر اب — چاہتے ہین ہو روان فیضان اشک
سالِ فصلی کہدو دانش بہرِ طبع — دوسرا بہی خوب ہے دیوانِ اشک
۱۳۰۳ ف

قطعۂ تاریخ من تصنیف میر محمد علی رنج تخلص ارشد تلامذۂ بلبل ہندوستان جہان
استاد ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک جناب نواب مرزا خانصاحب بہادر داغ دہلوی

کرد دیوان جمع اشکِ لکہنوی — در جہان اینک بطور یادگار
رنج سال طبع دیوانش نوشت — مہرِ تابان باوقار و نامدار
۱۳۱۱ ہجری

ایضاً تاریخ طبع دیوان

واقعی ایسا ہی ہے دیوان جناب اشک کا تیغ گردلین تیری تاریخ لکہنے کا ہے قصد		کہدیا یہ جسنے دیکہا واہ کیا اچہا ہے باغ صنعتِ منقوطہ مین لکہہ۔ شاعر عالی دماغ ۱۳۱۰ ہجری

ایضاً

چہپا گیا اشک کا دیوانِ دوم عجب ہات آئی ہے تاریخ فضلی		ہر اک شاعر کہے دل سے یہ مرغوب مکرر جنب کہلے۔ واہ کیا خوب ۱۳۰۲ ف

من تصنیف میر بیدار علی متخلص بہ رسا شاگرد حضرت سخی مدظلہ العالی

دیکہکر مضمون دیوان اشک کے آپ سے لیکر عدد کہدو رسا ۳		ہو گئے بے آبرو دُرِّ عدن ہر دبا کوزہ مین دریائے سخن ۱۳۰۳ ف

تاریخ تصنیف میر امداد علیخان تخلص نزار نبیرۂ نواب کرم خنگ بہادر شاگرد مصنف ہذا اعلی اللہ مقامہ واقعاً خوب تاریخ ہے

واہ کیا دیوان ہے استاد کا بندشین وہ چست وہ رنگینیان برق جانِ حاسدان ہر شعر گرم وقت پر تمثیل دینے کے لئے شاعرون کا ہے وہ دستور العمل ختم جب دیوانِ دوم کر چکے	ص	واقعی ہے سلکِ گوہر نظم اشک نظم فردوسی سے بہتر نظم اشک کیون نہ دہ جلجائین سنکر نظمِ اشک شاعرون کی ہر زبان نظم اشک کام دیگی انکو اکثر نظم اشک قصد تہا شایع ہو چہپکر نظم اشک

حیف مولا جی نہ اُنکو موت سے	رہ گئی بے اشک اب تو نظم اشک
دو برس دوگ اُنکا رکھا اِس لئے	گھر سے بھی نکلے نہ باہر نظم اشک
منحصر اِس سال پر تھی اِسکی طبع	پہلے اِس سے چھپتی کیونکر نظم اشک
زار نے کی فکر جب تاریخ کی	ہاد و ہاتف آیا بہتر نظم اشک

١٣١١ ہجری

ایضاً من تصنیف میر شبیر حسین متخلص بہ سہا شاگرد حضرت سخی مد ظلہ العالی

متفکر مجھے دیکھا تو کہا ہاتف نے	اشک آنکھوں میں ہیں ہر کس لئے یہ آہ و فغان
روح انجد سے سہا کہدے تو تاریخ طبع	حضرت اشک کا پاکیزہ چھپا ہے دیوان
١	١٨٩٣ع

قطعہ تاریخ دیوان اشک صاحب مرحوم طبعزاد نواب میر خیرات علیخان سخی تلمیذ جناب منشی صبا لکھنوی شاگرد رشید جناب آتش صاحب لکھنوی

ہیں نمایاں لفظ سے موتی کی لڑیاں	غور سے دیکھو تو پھولوں کی چھڑی ہے نظم اشک
دھیان جب تاریخ کا آیا سخی دل نے کہا	شک نہیں ہے شبہ موتی کی لڑی ہے نظم اشک

١٣١١ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب حضرت سید علی حسن صاحب اشک مرحوم لکھنوی من تصنیف اشعر الشعرا میر ابوالقاسم الموسوی تخلص شمس نبیرہ میر محمد حسین خان مرحوم شاگرد جناب مستطاب معلی القاب استاد زمان شاعر بے عدیل و بے نظیر حضرت حکیم میر امداد علی صاحب المتخلص بہ ضیا لکھنوی

تاریخ

عجب دیوان لکھا ہے اشک نے واہ / ثناخوان جسکا ہر اک نکتہ دان ہے
عجب بندش ہے دل جسپر فدا ہو / عجب مضمون ہین قربان جسپہ جان ہے
کہی ترتیب کی تاریخ مین نے / انوکھا جسکا اندازِ بیان ہے
سمجھنے کے لئے کہتا ہون یہ بات / کہ اِس مین رازِ اک مخفی نہان ہے
ذرا اگر غور سے تاریخ دیکھین / تو سال فصلی و ہجری بھی ہان ہے
اگر اُسمین سے کم کرلین عدد چار / سن فصلی عیان تب بیگمان ہے
اُسی مین تدخلہ ہو چار کا گر / تو سن ہجری کا اُس سے بس عیان ہے
لکھو اے شمس اب تاریخ رنگین / کلام شاعرِ شیرین زبان ہے

۱۳۰۷ھ

تاریخ طبع دیوانِ دوم اشک مرحوم از نتیجۂ فکر ہیچمدان حکیم سید بادشاہ علی ضیا لکھنوی

دیوانِ دوم اشک باغیست پُر بہاری / گلہا ست جملہ مضمون معنی ہست بو در انہا
شمشاد و سرو الف ہا ریحان و گل و وائے / اثمار نقطہ ہاش سنبل سطور گویا
بہ بہ چہ نظم رنگین بہتر ز نظم پروین / خہ خہ چہ بندش زہ زہ چہ لطف معنی
بعد وفات اشکے یک نسختی ایس / بنمود فکر طبعش گشت باطبع پیرا
پائے صبا چو آمد بشگفت غنچہ غنچہ / گفتم ہزار طبعم باغے بہار افزا

۱۳۱۱ھ

تاریخ وفات اشک مرحوم

خجستہ شاعرِ شیرین بیان علی حسن اشک / اول دو دوم امام عرش پناہ
مطیع ناسخ و شاگرد استاد شہید / بعصر خویشِ خود از کاملین بلا اشتباہ

نیر برج عصر سخنگوی کامل اہل زبان
کلام اوست دلیل کمال بے اکراہ

با اینا فقیر جگر ریشش الفتے بس داشت
خداش جنت اعلی کناد منزلگاہ

ز ہیضہ کرد قضا آن شفیق نیک نہاد
بروز یازدہم از مہ عزا ناگاہ

ہزار و سہ صد و نہ بود عین در آغاز
کہ از جہان بجنان رفت چون ز دیدہ نگاہ

ازین حساب ضیا سال فوت او پیداست
چہار بار بگوید اگر کسے اشک آہ

۳۲۷

قطعۂ تاریخ

۱۳۰۸ھ

من تصنیف میر عابد علی المتخلص قدرت شاگرد حضرت سخنی مد ظلہ العالی

اشک صاحب کا وہ چھپا دیوان
ہیں مضامیں جسکے رشک چمن

لکھا قدرت نے مصرعۂ تاریخ
لایق داد ہے یہ باغ سخن

۹۳ [illegible]

من کلام سید غلام عباس المتخلص قابل

شد ز نظم دلکش او آشکار
نوبہار تازۂ بستان اشک

طبع قابل گفت سال طبع او
شکر واہب طبع شد دیوان اشک

۱۳۱۱ھ

فہرست قطعات مشتمل بر تواریخ دیوان دوم از جناب استادی اعنی میر علی حسن مرحوم و مغفور متخلص بہ اشک صاحب غفر اللہ ذنوبہ و رفع درجاتہ من نتائج افکار احقر العباد المزلی سید باقر الموسوی تخلص کاشف نبیرۂ مرحوم و مغفور میر محمد حسین خان اعلی اللہ مقامہ و حشرہ اللہ مع من تولاہ

تاریخ اوّل

مدِ نظر جسکے ہو دیوانِ اشک — اُسکو نظر آئیگی سیرِ چمن
نخل ہر اک شعر ہے دیوان کا — لفظ ہے ہر اک گل یاسمن
زیر زبر پیش تو ہین رشکِ گل — نکتہ ہر اک رشکِ ودِ نسترن
اس کے مرکب مین وہ بو باس ہے — جس سے خجل ہوتا ہے مشکِ ختن
صفحۂ قرطاس پہ جدول ہے یہ — بہتی ہے یا خلد مین نہرِ لبن
بندش و مضمون ہین باہم اسطرح — جیسے جدا ہوتے نہین جان و تن
دیکھین جو انصاف سے بڑھ جائے اور — روشنی دیدۂ اہلِ سخن
مردمکِ چشم ہر گو یا یہ ہے — غور سے دیکھین تو ذرا مرد و زن
حق تو یہ ہے ہے یہی دنیا مین آج — زینتِ ہر محفل و ہر انجمن
خوب یہ کاشف نے لکھا سالِ طبع — سرمۂ چشمِ شعرائے دکن

۱۳۰۲ف

وله در زبان فارسی

شاعرِ نامدار حضرتِ اشک — صاحبِ باوقار و با تمکین
شہرۂ شاعران ز پرتو او — چون جلا ذرہ از مہرِ مبین
ننگرا درا در ہمہ شعرا — ماہتابے میانِ انجم بین
وقت تصنیف او بجلوہ گاہ — چون سنے بود کس بنے تحسین
ت
مے زدند آن زمان رقیب و عنید — بانگِ احسنت از یسار و یمین
گر بہ بنہے کلامِ خود خواندے — ذرہ بدتحسین صدائی اہلِ زمین
می شد از فع چنان کہ میگفتم — ہر رفت از فرش تا بعرشِ برین

قیصرِ جملہ اہلِ علم زمان	خسرو جملہ شاعرانِ زمین
جملہ مضمونِ نو مصاحبِ او	حاضرِ خدمتش چو رکن رکین
آمد از چرخ صوتِ لا شلہ	داد چون ملک نظم را تزیین
سنۂ ہجری بگفت کاشفِ زار	دُرِ شہوار بحرِ اشک ببین
	١٣١١ھ

ولہ ایضاً

گشت ظاہر ز فیضِ حضرتِ اشک	جملہ اسرارِ عشق و رازِ نہفت
دُرِ ناسفتۂ مضامین را	از سرِ رشتۂ طبیعت سُفت
سپے تاریخِ طبعِ نظمِ او	لبِ کاشف چو غنچہ بشگفت
بے سرِ جنگ و با سرِ اصلاح	دفترِ دوم فصاحت گفت
	١٣١١ھ

ولہ ایضاً

اینکہ دیوانِ اشک شد مطبوع	جملہ مملو ز نو مضامین است
بے بہا گفت سالِ او کاشف	الحق این اشرفِ دواوین است
	١٣١١ھ

ولہ ایضاً — تاریخ وفات

خسروِ ملکِ مضامین قیصرِ اقلیمِ نظم	[illegible]	بادشاہِ باوقارِ شاعرانِ بیعدیل
عاقل و دانا ذکی صاحب ہنر مشہور اشک		بود بین شصت و ہفتاد آہ زین عمرِ قلیل
بود اخلاصش چنان با احمد و آلِ او		چون بلا تشبیہ الفت داشت با خالقِ خلیل

آنکہ بود شہرہ ہم مسمّی مرتضےٰ و مجتبےٰ	ہر بزرگی و جلالت باشدش گویا دلیل
بزدہ از دار فنا سوی بقا او اقتضا	آنکہ بودش بندۂ خاص خداوند جلیل
گفت تاریخ وفاتش کاشف از الہام غیب	یا علیؑ و یا حسنؑ محشور کرد او را جلیل
	۱۳۰۹ھ

من تصنیف سید اکبر حسین کوکب شاگرد عالیجناب میر نفیس صاحب لکھنوی

خوب دیوان ہے بدل چھپا پایا	عیسوی سال لکھا کوکب نے
شائقوں کا یہی ذخیرہ ہے	آہ یہ اشک کا ذخیرہ ہے
	۱۸۹۳ع

ایضاً

خوش اسلوب دیوان پیارا چھپا	لکھا ہجری یہ سال کوکب نے بھی
یہ مرغوب دیوان پیارا چھپا	بہت خوب دیوان پیارا چھپا
	۱۳۱۱ھ

ایضاً

اسکے چھپنے کے تھے ارباب سخن سب درپے	میر اکرام علی صاحب اطہر نے جب
واقعی دید کے قابل ہی کہ بہتر ہے یہ شی	اسکو چھپوا دیا تو ہو گئے سب جھگڑے طے

عیسوی سال میں کوکب نے لکھا یہ مصرع

اشک مغفور کا دیوان دوم عمدہ ہے

۱۸۹۳ع

ایضاً من نتائج طبع حشمت علی کثیر شاگرد جناب میر سید علی صاحب فکر

چھپا ہے اشک کا کیا خوب دیوان	گل گلزار ہیں سب اسپہ قربان

کثیرا سطبیح کہد و عیسوی سال — پسندیدہ سخن ہے رشکِ بستان
۱۸۹۴ع

ایضاً

ہے گہرِ آبِ سخن سے شرمسار — چاہتے ہیں شاعرانِ ذی وقار
سالِ ہجری صاف لکھدو ای کثیر — خوب ہے دیوانِ اشکِ نامدار
۱۳۱۱ھ

من تصنیف میر علی حسین نجم برادر سید اکبر حسین کوکب

دیوان مطبوع گشت ای نجم — دیدم چو سلاست و فصاحت
تاریخ بہ انصرام گفتم — خیلے شیرین کلام — گفتم
۱۳۱۱ھ

ایضاً

باعثِ تقویتِ روح و روان — سال فصلیش چنین است اے نجم
از پئے مردہ دلان عیسا شد — طبع گلدستۂ عمرافزا شد
۱۳۰۲ف

قطعہ تاریخ انتقال میر علی حسین اشک مرحوم چکیدۂ کلک گہر سلک جناب سید اصغر حسین صاحب ظلہ العالی المتخلص بہ ناجی حیدرآبادی

اشک ذی مرتبہ ذی توقیر — تھے بڑے میرے عنایت فرما
انکا تھا پاک حسب پاک نسب — تھے جگر گوشۂ محبوبِ خدا
اسد اللہ کے تھے نور العین — راحتِ جانِ جنابِ زہرا

جلتہا کے تہے یہ فرزندِ رشید — کیون نہ جنت مین ہو مسکن انکا
بہتہے جو مشہور جہان میر عماد — وہ بزرگ انکے تہے جدِّ اعلا
شعر گوئی مین تہے یہ بہی مشہور — عیب سے پاک سخن ہے انکا
شیخ ناسخ کے تہے شاگردِ شہید — یہ تہے شاگردِ شہیدِ والا
لکہنو ہو گیا جو وقت تباہ — بخت انہین ملکِ دکن مین لایا
گیارہوین کو مہِ غم کے جو دم — یکبیک کر گئے دنیا سے قضا
مین نے پوچہا کہ مرض کیا تہا انہین — کہا لوگون نے کہ آئی تہی وبا
اُڑ گئے ہوش سنی جب یہ خبر — ہو گیا صرفِ غم و آہ و بکا
اسی اندوہ غم و ماتم مین — فکرِ تاریخ ہوئی جب پیدا
مین نے ناجی یہ کہا مصرعِ سال — ماتمِ اشک مین گریان ہون سدا

۱۳۰۹ھ

ولہ قطعہ تاریخ طبع دیوان ثانی جناب اشک مرحوم

کوششِ موفور کی اطہر خوشنود نے جب — چہپ گیا دیوان اشک ہو گیا فضلِ اِلٰہ
خوب ہے ہر اک غزل خوب مضامین ہین — خوبی اشعار مین کچہہ بہی نہین اشتباہ
خوب ہو ناجی کلام خوب ہو یہ سال بہی — خوب کہا واہ واہ خوب کہا واہ واہ

۱۳۱۱ھ

ایضاً من نتائج افکار صاحب طبع جلی جناب میر مومن علی صاحب نور حیدرآبادی

ہوا ہے دیوان ثانی اشک طبع مطبع مین سیّد ہی کے
بخطِ خوب و بطرزِ عمدہ بسعیِ اطہر بفضلِ یزدان

حروف منقوطہ چنکے ای تو رسال تاریخ طبع اسکا
سناؤ تم بھی۔ بہت ہی بہتر بہت ہی اعلیٰ چھپا یہ دیوان
۱۳۱۱ ہجری

تاریخ طبع دیوان جناب اشک مرحوم مغفور

دیوان اشک صاحب مرحوم نیکنہاد	بانظم آبدار چو لولوئے بے بہا
شد بالباس طبع مزین بفضل حق	مثل عروس تازہ بصد زینت وضیا
دل را چو شد بفکر تاریخ طبع آن	جاء بہار باغ کلام آمدہ ندا
	۱۳۱۱ ھ

باسمہ ولہ الحمد

قطعہ تاریخ طبع دیوان فصاحت نشان بلاغت بنیان مصنفہ
جناب فصاحت مآب لیاقت انتساب رشک شاعران
بیمثال غیرت ناظمان بیہمال حضرت سید جمال الدین حیدر
الشہیر بہ سید علی حسن صاحب الحسنی الحسینی اللکھنوی المتخلص بہ
اشک منظومہ اقل الخلیقہ بالاشمی فی الحقیقہ بیچمیرز ہیچمدان
عاصی سید محمد باقر الرضوی المعروف سید علی فکر تجاوز اللہ عن سیئاتہ

بہت دن سے ہوئیں از بسکہ بیمار	حواس خمسہ ہیں ماؤف وبیکار

پر اکرام علی صاحب اولو القدر
ہیں ہمدم ان مرے اُستاد کے وہ
اُنہیں نے صرف کر کے مال اپنا
ہوا ارشاد یہ مجھ سے کہ اے فخرؔ
کیا گو عذر بیماری کا میں نے
عدول حکم تھا ازبسکہ مقبوح
تو عمدہ مادہ پر ہاتھ آیا
سروشِ غیب نے جس دم سنا یہ

وحید الدہر دُرِّ تاجِ اخیار
بڑے عالی منش اور نیک کردار
کیا مطبوع دیوانِ گہربار
ہوا اب تاریخ کے کہنے پہ طیار
نہ کی مقبول میری ایک گفتار
کیا منظوم بے اکراہ و اجبار
کہ بیماری سے تھا مجبور و ناچار
تو فرمایا (چھپی نظمِ نمودار)
۱۳۱۱ ہجری

نامِ تاریخی

معیارِ نظم — ۱۳۱۱ ہجری

التماس

دیوان کی کاپی میں اول سے آخر تک جناب میر اکرام علی صاحب قبلہ اس احقر کو دکھا چکے ہیں — بالکل کلام جناب مرحوم ہے۔ اگر غلطی ہوگی تو سہوِ کاتب یا سہوِ نظر کی ہوگی۔ اور چند اشعار نظری مصنف کے بھی طبع ہو گئے ہیں بعد ازاں اکثر پر نشان بھی کر دیا ہے۔ دخل و تصرف غیر اصلاً نہیں ہے شائقین بدل و جان خرید فرمائیں۔

الکاتب
عاصی سید علی فخرؔ

قطعه تاریخ از نتایج طبع آب دار جوشش صاحب

جناب اشک دریای صفا بهر سلاست ها

ز آب نظم او در جستجوی حسن و عشق آمد

ز بهر سال ای جوشش از گریبان داد آواز

بگو دیوان اشک این آبروی حسن عشق آمد

سنه ۱۳۱۱ ه

آپ کی سعی سے یہ اشک کا دیوان ہوا طبع
رہیں شاد و ممنون حضرت اطہر

مصرع سال بھی کیا خوب کہا کیفی نے
ماہ تسلیم سخن کا ہوا دیوان چھپ

۱۳۱۱

در این زمان بسعی و کوشش جناب میر اکرام علی صاحب

دیوان ثانی جناب فصاحت نشان بلاغت بنیان

رشک شاعران بی مثال حضرت جمال الدین حیدر

المشهور به سید علی حسن صاحب اشک لکهنوی

باهتمام این اقل السادات سید عبد اللطیف

المشهور به سید آقای شیرازی در مطبع سیدی

بزیور طبع آراسته گردید